طبع جدید دوم

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

مدرس کامل مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کاشمیری
ناظم تعلیمات جامعہ امام ابوحنیفہؒ وسابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی
کی

تقریرِ کافیہ

زبان اور بیان کے نئے اسلوب میں

مرتب

سیف الدین

مفتی واستاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد
سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبۂ علمیہ محلہ جنگی پشاور
فون: 091-2580319

دوم

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

مدرس کامل مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کاشمیری
ناظم تعلیمات جامعہ امام ابوحنیفہؒ وسابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی
کی

تقریر کافیہ

زبان اور بیان کے نئے اسلوب میں

سیف الدین

مفتی واستاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد
سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ علمیہ محلہ جنگی پشاور
فون:091-2580319

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

نام کتاب: ...... تقریر کافیہ

مرتب: ...... سیف الدین

مفتی و استاد حدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد

سابق استاد جامعہ فاروقیہ

تعداد: ۱۱۰۰

طبع چہارم: ۲۰۰۹

طابع: ...... محمد عباس

ناشر: ...... مکتبہ علمیہ

محلہ جنگی پشاور فون: 091-2580319

فہرست

ان

نفوس قدسیہ

کے نام جو آج کے گھپ اندھیرے دور

میں بھی

دین رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے مکمل احیاء کے لئے دشت وصحراء کے

بحر ظلمت میں گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔

عرض ناشر

یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ کافیہ کی حیثیت علم نحو میں ریڑھ کی ہڈی جیسی ہے اس لئے کہ علم نحو کے تمام ضروری مسائل اس میں موجود ہیں ہندو پاک کے تمام مدارس عربیہ میں اس کی اہمیت کے پیش نظر شامل نصاب ہے ہندو پاک افغانستان اور ایران کا کوئی عالم ایسا نہیں ہے جس نے اس کا سبق درساً حاصل نہ کیا ہو علماء کرام نے ہر دور میں اس کی تشریح وتوضیح کی طرف توجہ دی ہے یہ شرح بھی ان شروحات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے لیکن اس میں بلاوجہ کی غیر متعلق بحثیں نہیں کی گئیں جن سے عام طور پر اردو کی شروحات خالی نہیں اس میں صرف مسائل نحو کو آسان زبان و بیان میں پیش کیا گیا ہے۔

اس میں مبتدی طلباء کی رعایت کا خوب خیال رکھا گیا ہے تا کہ صرف مسائل نحو خوب ذہن نشین ہو جائیں انشاء اللہ یہ کتاب پڑھنے اور استفادہ کرنے والوں کے لئے مختصر مگر ضروری معلومات کی حد تک بہترین مواد فراہم کرے گی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو طلباء کیلئے اور ناشر و مؤلف و معاونین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

طالب دعا

محمد عباس

مکتبہ علمیہ محلہ جنگی پشاور

پیش لفظ

الحمد للہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء

یہ آج سے تقریباً چودہ سال پہلے کی بات ہے جب بندہ ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ فاروقیہ کراچی میں درجہ ثالثہ کا طالب علم تھا کافیہ کا سبق استاذ محترم اسم بامسمیٰ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتھم (حال ناظم جامعہ امام ابوحنیفہ) کے پاس تھا۔ حضرت کی تقریر انتہائی سہل اور پرمغز ہوتی تھی۔ پہلے سبق کا اجمالاً خلاصہ اور پھر اسی ترتیب سے اجمال کی تفصیل ہوتی تھی (کتاب کے مطالعہ کے دوران ہر ہر صفحہ سے اس کا اندازہ ہوگا انشاء اللہ) فقیر دوران درس ہی حضرت کی تقریر کو اسی انداز میں مختصراً قلمبند کیا کرتا تھا اور بعد میں دوسری کاپی میں نقل کرتا تھا۔

یہ دوسری کاپی میں نقل کرنے کا کام مبنیات تک پہنچ گیا تھا کہ سالانہ امتحان شروع ہونے لگے تو ساتھیوں کا تقاضا ہوا کہ اب تک جو کام ہوا ہے اسی کی فوٹو کاپی کرالی جائے باقی بعد میں مکمل کرلیں ساتھیوں کی رائے ایسی نہیں تھی کہ جسے رد کیا جاتا اور خود بندہ بھی امتحان کی تیاری کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا تھا اسلئے اصل کاپی پر لکھنے کا کام موقوف کردیا۔ بعد میں مبنیات والا حصہ ضائع ہوگیا۔

عرصے کے بعد جب بندہ کو جامعہ محمدیہ F-6/4 اسلام آباد میں کافیہ پڑھانے کا موقع ملا تو اس کاپی (معرب) میں ضروری کمی بیشی کے بعد طلباء کی خدمت میں پیش کیا الحمد للہ طلبہ نے اسے بہت پسند کیا اور بہت سے طلبہ وفاق المدارس کے امتحان کے دوران جامی کیلئے اسی سے تیاری کرتے رہے اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہونے کو ہے

اس دوران طلباء مبدیات کا تقاضا کرتے رہے خود ناشر عزیزی مولوی محمد عباس صاحب نے بھی اصرار کیا کہ مبدیات پر بھی کام ہونا چاہیے

لہذا اللہ کا نام لیکر کام شروع کیا میرے عزیز طالب علم عمر فاروق سبق کے دوران بندہ کی تقریر کو نوٹ کرتے رہے بعد میں اس میں ضروری حذف واضافہ کیا گیا اور اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس تقریر میں اگر کوئی فائدے کی بات نظر آئے تو وہ میرے استاذ کے علم کا حصہ ہے اور اگر غلطی نظر آئے تو وہ میرے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔ اول پر دعا اور ثانی پر اصلاح فرمادیں اور یہی اہل علم کی شان ہے اس تقریر کو منظر عام پر لانے کیلئے جن میرے عزیز طلبہ نے تعاون کیا اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شان کے مطابق علم وعمل سے نوازے۔ (آمین)

سیف الدین
جامعہ محمدیہ ایف سکس فور اسلام آباد

المبنی ماناسب مبنی الاصل اووقع ...... الخ :۔

مبنی کی ابتداً دو قسمیں ہیں

(۱) مبنی الاصل (۲) مبنی غیر اصل

مبنی الاصل کی مشہور تعریف :۔ مبنی الاصل اسے کہتے ہیں جس کی حرکات کسی عامل کے تابع نہ ہوں ۔لیکن اس سے زیادہ صحیح اور بہتر تعریف یہ ہے کہ مبنی الاصل وہ ہے جو اپنی بناء میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

مبنی غیر اصل کی تعریف :۔ مبنی غیر اصل اسے کہتے ہیں جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو، یا ترکیب میں واقع نہ ہو یا یہ کہ جو اپنی بنا میں غیر کا محتاج ہو۔

مبنی اصل کی اقسام :۔ مبنی اصل کی تین قسمیں ہوتی ہیں

(۱) جملہ حروف (۲) ماضی (۳) امر بغیر اللام (امر حاضر معلوم)

اعتراض :۔ مصنفؒ نے مبنی غیر اصل کی تعریف کی ہے اور مبنی اصل کو چھوڑ دیا ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ مصنفؒ نے مبنی غیر اصل کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو حالانکہ مبنی اصل کو مصنفؒ نے بیان ہی نہیں کیا؟

جواب :۔ مصنفؒ نے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے مبنی غیر اصل کی تعریف کی کہ مبنی اصل پہلے سے آپ کے ذہن میں موجود ہے۔

مبنی غیر اصل کی تعریف :۔ مبنی غیر اصل کے لیے مصنفؒ نے دو چیزیں بیان کی ہیں

(۱) مبنی اصل کے ساتھ مشابہت (۲) یا ترکیب میں واقع نہ ہونا

مبنی غیر اصل کی مشابہت مبنی اصل کے ساتھ چھ (۶) طریقوں پر ہوتی ہے

(۱) اسم مبنی اصل کی تین قسموں میں سے کسی ایک کے معنی کو متضمن ہو جیسے اَیْنَ زَیْدٌ اس

مثال میں این یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور جملہ حروف چونکہ مبنی اصل ہیں لہذا ان کے ساتھ مشابہت رکھنے والا اسم بھی مبنی ہوگا۔

(۲) احتیاجی میں مشابہت ہو۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح حروف اپنا معنی بتلانے میں غیر کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح وہ اسم بھی اپنا معنی بتلانے کے لیے غیر کا محتاج ہو جیسے اسمائے اشارات وغیرہ یہ اپنا معنی بتلانے کے لیے مشارالیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

(۳) وہ اسم مبنی اصل کی جگہ پر واقع ہو یعنی وہ اسم مبنی اصل کے معنی میں استعمال ہو جیسے نَزَالِ یہ انزل کی جگہ استعمال ہوتا ہے اور انزل چونکہ امر حاضر بغیر اللام کا صیغہ ہے اس لیے انزل مبنی اصل ہے اور نَزَالِ مبنی غیر اصل یعنی مشابہ مبنی ہے۔ ایسے ہی تراك بمعنی اترك۔

(۴) اسم کسی ایسے اسم کے مشابہ ہو کہ وہ اسم مبنی اصل کی جگہ استعمال ہو جیسے فجار بروزن نزال. اور نزال چونکہ انزل کے معنی میں استعمال ہے اس لیے مبنی غیر اصل ہے اور فجار چونکہ نزال کے ہم وزن ہے اس لیے فجار بھی مبنی غیر اصل ہوگا اگرچہ خود فجار امر کے معنی میں نہیں۔

(۵) وہ اسم مبنی اصل کی طرف مضاف ہو جیسے یومئذٍ اور یوم ینفع الصادقین۔

(٦) کوئی اسم ایسے اسم کی جگہ پر واقع ہو جو اسم مبنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو جیسے منادی مفرد معرفہ یا زید اس مثال میں زید کاف خطابیہ کی جگہ پر واقع ہے اور کاف خطابیہ مبنی ہے کاف حرفیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے لہذا زید بھی مبنی غیر اصل ہوگا۔

او وقع غیر مرکب

مبنی غیر اصل کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ ترکیب میں واقع نہ ہو۔ یہاں ترکیب سے مراد اصطلاحی ہے یعنی مرکب مع عامل نہ ہو اگرچہ ترکیب لغوی موجود ہو جیسے غلام زید اس مثال میں زید تو

معرب ہے کیونکہ اسکا عامل **غلام** موجود ہے لیکن **غلام** مبنی ہے عامل کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے یعنی اس مثال میں ترکیب لغوی تو موجود ہے لیکن اصطلاحی موجود نہیں۔

اعتراض:۔ مصنف نے معرب کی تعریف کرتے ہوئے **المعرب المرکب الذی لم یشبهه** ترکیب کو مقدم کیا تھا اور مشابہت کو مؤخر کیا تھا جبکہ مبنی کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ **ما ناسب مبنی الاصل او وقع غیر مرکب** اس میں ترکیب کو مؤخر کیا اور مشابہت کو مقدم کیا تو معرب اور مبنی کا تقابل نہیں ہوا؟

جواب:۔ مصنفؒ نے تقدیم و تاخیر میں ترکیب اور تشبیہ کا اعتبار نہیں کیا بلکہ موجود اور معدوم کا اعتبار کیا ہے اور معرب کی تعریف میں ترکیب کا موجود ہونا اور مبنی میں مشابہت کا موجود ہونا ضروری تھا (یعنی یہ دونوں وجودی چیزیں تھیں) اس لیے ان دونوں کو مقدم کیا اور معرب کی تعریف میں مشابہت کا نہ ہونا اور مبنی کی تعریف میں ترکیب کا نہ ہونا ضروری تھا یعنی یہ دونوں عدمی چیزیں تھیں اس لیے ان دونوں کو مؤخر کیا۔

والقابه ضم و فتح و کسر ووقف

یہاں سے مصنف مبنی کے اعراب کو بیان فرما رہے ہیں اور مبنی کا اعراب کیا ہوگا اسمیں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے۔ کوفیین کے نزدیک معرب اور مبنی دونوں کے اعراب ایک جیسے ہیں یعنی **رفع نصب جر** اور **ضمه فتحه کسره** وغیرہ میں سے ہر ایک کا اطلاق مبنی کے اعراب پر بھی ہوتا ہے اور معرب کے اعراب پر بھی۔

بصریین کے نزدیک معرب کے لیے **رفع نصب جر** خاص ہیں البتہ کبھی کبھی **ضمه فتحه** اور **کسره** کا اطلاق بھی کرتے ہیں لیکن مبنی کے لیے صرف **ضمه فتحه کسره** اور **سکون** کا اطلاق ہوتا ہے یعنی بصریین کے نزدیک معرب کے اعراب عام ہیں لیکن مبنی کے اعراب خاص ہونگے۔

وحكمه ان لا يختلف آخره لاختلاف العوامل

مبنی کا حکم یہ ہے کہ اسکا آخر عامل کے مختلف ہونے سے تبدیل نہیں ہوتا البتہ بغیر عامل کے مبنی کا آخر مختلف ہوسکتا ہے پہلے کی مثال جیسے جآء نی هٰولآء رایت هٰولآء مررت بهٰولآء ان تمام مثالوں میں هٰـولآء کا عامل تو تبدیل ہوا لیکن اختلاف عوامل کی وجہ سے اسکا اعراب مختلف نہیں ہوا بخلاف دوسری صورت کے جہاں اختلافِ اعراب اختلافِ عوامل کے بغیر ہو جیسے مَنِ الرَّجُلُ ، مَنُ امْرُءٌ، مَنْ زید ان تمام مثالوں میں مَنْ حرف مبنی ہے لیکن اسکا اعراب تینوں صورتوں میں تبدیل بھی ہوا ہے لیکن یہ اختلاف عوامل کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر عامل کی وجہ سے ہے۔

وهى المضمرات واسماء الاشارات والموصولات والمركبات

یہاں سے مصنف مبنی غیر اصل کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔مبنی غیر اصل کی آٹھ قسمیں ہیں

(۱) ضمائر (۲) اسمائے اشارات (۳) اسمائے موصولات (۴) مرکبات

(۵) کنایات (٦) اسمائے افعال (۷) اصوات (۸) بعض ظروف

اعتراض:۔ مصنف مبنی غیر اصل کی اقسام بیان فرماتے ہوئے هی ضمیر مؤنث کی لائے ہیں اور اس ضمیر کا مرجع مبنی ہے جو کہ مذکر ہے لہذا راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں پائی گئی۔

جواب:۔ جب ضمیر مبتدا واقع ہو تو وہاں اعتبار مرجع کا نہیں بلکہ خبر کا ہوتا ہے اس لیے اس مثال میں هی ضمیر مؤنث کا مرجع اگر چہ مبنی ہے لیکن ضمیر لانے میں خبر کا اعتبار کیا گیا ہے جو کہ مضمرات وغیرہ ہے اور یہ مؤنث ہے۔

فائدہ:۔ مبنی غیر اصل کی اقسام میں ساتویں قسم اصوات کا عطف ماقبل افعال پر نہیں بلکہ اسماء پر ہے یعنی اسمائے اصوات نہیں کہیں گے بلکہ صرف اصوات کہیں گے اس لیے کہ آگے چل کر خود مصنف نے تفصیل میں اصوات فرمایا ہے نہ کہ اسمائے اصوات دوسری وجہ یہ ہے کہ ان پر اسم کا

اطلاق درست نہیں کیونکہ یہ اس کے لیے وضع ہی نہیں۔

فائدہ:۔ مصنف نے بعض الظروف کہا ہے اس لیے کہ تمام ظروف مبنی نہیں بلکہ بعض معرب ہیں اور بعض مبنی، مزید تفصیل آگے ظروف کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

المضمر ما وضع لمتکلم اومخاطب او غائب تقدم ذکرہ لفظاً او معناً او حکماً۔

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی پہلی قسم مضمرات کی تفصیل بیان فرما رہے ہیں

اعتراض:۔ مصنفؒ نے مبنی غیر اصل کی جملہ اقسام میں مضمرات کو کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ کیونکہ ضمائر اعرف المعارف ہوتی ہیں اس لیے اسکو سب سے مقدم کیا (واضح رہے کہ کچھ حضرات کی رائے یہ ہے کہ لفظ اللہ اعرف المعارف ہے)۔

اعتراض:۔ ضمائر میں متکلم کو سب سے مقدم کیا اور پھر مخاطب کا ذکر کیا اور پھر غائب کا ذکر کیا حالانکہ صرفی حضرات پہلے غائب کو ذکر کرتے ہیں پھر مخاطب کو اور آخر میں متکلم کو۔ تو مصنفؒ نے اس ترتیب کو کیوں خاص کیا؟

جواب:۔ مصنفؒ نے ترتیب میں تعریف میں قوۃ کا اعتبار کیا ہے کیونکہ ضمائر میں سے ضمیر متکلم سب سے زیادہ اعرف المعارف ہوتی ہے اس لیے اسکو مقدم کیا اور پھر مخاطب کی ضمیر کا درجہ ہے اور پھر غائب کی ضمیر کا اور رہی بحث صرفی حضرات کی تو صرفی حضرات چونکہ تعلیل سے بحث کرتے ہیں اس لیے وہ غائب کے صیغے کو مقدم کرتے ہیں اور اسی سے صیغہ مخاطب اور متکلم کی بنا کرتے ہیں جبکہ نحوی حضرات تعلیل سے بحث نہیں کرتے۔

ضمیر کی تعریف:۔ ضمیر وہ اسم ہے جسکو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب کے لیے وضع کیا گیا ہو جسکا ذکر پہلے گزر چکا ہو۔

تقدیم ذکر کے اعتبار سے ضمیر غائب کی اقسام:۔

تقدیم ذکر کے اعتبار سے مصنف نے ضمیر غائب کی تین قسمیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) ذکر لفظی (۲) ذکر معنوی (۳) ذکر حکمی

ذکر لفظی:۔ وہ ضمیر غائب جسکا ذکر (مرجع) لفظوں میں موجود ہو پھر یہ ملفوظ عام ہے چاہے حقیقۃ مقدم ہو یا تقدیراً

حقیقی کی مثال:۔ ضرب زیدٌ غلامَہ اس مثال میں غلام کے ساتھ جو ھو ضمیر ہے اسکا مرجع زید ہے جو لفظوں میں موجود ہے اور حقیقۃ مقدم ہے

دوسری مثال:۔ جیسے ضرب غلامَہ زیدٌ اس مثال میں ھو ضمیر کا مرجع زید ہے جو لفظ کے اعتبار سے تو ضمیر سے مؤخر ہے لیکن تقدیراً غلام سے پہلے ہے کیونکہ زید فاعل واقع ہے اور فاعل کا درجہ یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کے فوراً بعد واقع ہوتا ہے

ذکر معنوی:۔ معنوی ذکر اس کو کہتے ہیں جس کا ذکر لفظوں میں تو موجود نہ ہو لیکن معنوی طور پر اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو پھر ذکرِ معنوی کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تضمنی

(۲) التزامی

تضمنی:۔ تضمنی کا مطلب یہ ہے کہ اسکا ذکر ماقبل کے ضمن میں موجود ہو جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ اس مثال میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو کہ اعدلوا فعل کے ضمن میں موجود ہے کیونکہ فعل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے (۱) معنی مصدری (۲) نسبت الی الفاعل (۳) زمانہ

چونکہ ہر فعل میں معنی مصدری موجود ہوتا ہے اس لیے ھو ضمیر کا مرجع عدل مصدر ہے جو ماقبل فعل کے ضمن میں موجود ہے۔

التزامی کی مثال:۔ جیسے ولابویہ لکل واحد منهماالسدس اس مثال میں ابویہ کے ساتھ جوضمیر ہے اسکا مرجع مورث ہے جو کہ ملفوظ تو نہیں لیکن ماقبل چونکہ وراثت کی بحث چل رہی تھی اس لیے ہم یہاں اسکا مرجع التزاماً مورث نکالیں گے۔

ذکر حکمی:۔ ذکر حکمی اسے کہتے ہیں جسکا ذکر ماقبل میں نہ ملفوظ ہو اور نہ ہی التزاماً اور ضمناً موجود ہو بلکہ اپنی طرف سے فرض کرلیا گیا ہو جیسے ضمیر شان اور ضمیر قصہ وغیرہ

ضمیر شان کی مثال:۔ قل هو الله احد اس مثال میں هو ضمیر کا مرجع لفظ الله ہے جو ماقبل میں مذکور نہیں لیکن ہم نے اسکو فرض کیا ہے گویا کہ متکلم مخاطب کو ذات باری تعالٰی کے بارے میں پہلے بتا چکا ہے اور اب ضمیر لوٹا رہا ہے۔ ضمیر قصہ کی مثال: انها امرأة قائمة

وهو متصل او منفصل فالمنفصل المستقل بنفسه

ماقبل کے اعتبار سے ضمیر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ضمیر متصل (۲) ضمیر منفصل

ضمیر متصل:۔ ضمیر متصل اسے کہتے ہیں جو مستقل بنفسہ نہ ہو یعنی غیر کا محتاج ہو اسکو الگ سے ذکر نہ کیا جا سکتا ہو۔

ضمیر منفصل:۔ ضمیر منفصل اسے کہتے ہیں جو مستقل بنفسہ ہو یعنی غیر کا محتاج نہ ہو جیسے انا نحن وغیرہ کسی کا محتاج نہیں۔

وهو مرفوع و منصوب و مجرور

ضمیر کی باعتبار اعراب کے تین قسمیں ہیں

(۱) ضمیر مرفوع (۲) ضمیر منصوب (۳) ضمیر مجرور

اعتراض:۔ ضمائر مبنی ہوتی ہیں اور مبنی کا اعراب ضمہ، فتحہ اور کسرہ ہے لہذا آپکا اسکو مرفوع، منصوب اور مجرور کہنا صحیح نہیں کیونکہ یہ معرب کے اعراب ہیں؟

جواب:۔ کیونکہ ضمیر اسم ظاہر کی جگہ پر واقع ہوتی ہے یعنی جیسے اسم ظاہر فاعل، مفعول، مبتدا اور خبر واقع ہوتا ہے اسی طرح اسم ضمیر بھی مبتدا، خبر، فاعل، مفعول واقع ہوتا ہے اور چونکہ اسم ظاہر مرفوع، منصوب، اور مجرور ہوتا ہے تو یہ ضمیر اسکے قائم مقام ہے اس لیے یہ بھی مرفوع، منصوب اور مجرور ہوگی لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اسم ظاہر کبھی لفظاً اور کبھی معناً مرفوع، منصوب، اور مجرور ہوتا ہے اور ضمیر محلاً مرفوع، منصوب اور مجرور ہوگی۔

پھر ضمیر مرفوع اور منصوب میں سے ہر ایک کی دو، دو قسمیں ہیں۔

(۱) متصل (۲) منفصل

سوال:۔ مذکورہ ضمائر میں سے ہر ایک کی دو قسمیں کیوں ہیں؟

جواب:۔ کیونکہ ضمائر میں اصل یہ ہے کہ وہ متصل ہو لیکن کسی عارض اور مجبوری کی بنا پر یہ ضمائر منفصل ہوسکتی ہیں اس لیے صرف دو قسمیں ہیں۔

اعتراض:۔ ضمیر مجرور کی دو قسمیں کیوں نہیں؟

جواب:۔ کیونکہ ضمیر مجرور میں کسی قسم کا کوئی عارض نہیں کہ جس کی بنا پر یہ منفصل ہو اس لیے صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ متصل ہو اس لیے اس کی ایک ہی قسم ذکر کی ہے۔

ضمائر کی اس تقسیم کے اعتبار سے کل پانچ قسمیں ہوئی۔

(۱) مرفوع متصل (۲) مرفوع منفصل (۳) منصوب متصل (۴) منصوب منفصل (۵) مجرور متصل

ضمیر مرفوع متصل صرف فاعل واقع ہوتی ہے جیسے ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا، ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ، ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبُوْا، ضَرَبَتْ، ضَرَبَتَا، ضَرَبْنَ ۔

ضمیر مرفوع منفصل ہمیشہ فعل سے جدا واقع ہوتی ہے جیسے انا ، نحن ، انت ، انتما ، انتم ، انتِ ، انتما ، انتن ، ھو ، ھما ، ھم ، ھی ، ھما ، ھن ۔

ضمیر منصوب متصل تین چیزوں کے بعد واقع ہوتی ہے۔

(۱) فعل کے بعد جیسے ضربنی ، ضربنا ، ضربك ، ضربکما ، ضربکم ، ضربكِ، ضربکما ، ضربکن ، ضربه ، ضربھما ، ضربھم ،ضربھا، ضربھما، ضربھن ۔

(۲) اسمائے افعال کے بعد جیسے رویدنی ، رویدنا، رویدك ، رویدکما ، رویدکم، رویدك ، رویدکما ، رویدکن ، رویده ، رویدھما ، رویدھم ، رویدھا ، رویدھما ، رویدھن ۔

(۳) حروف مشبہ بالفعل کے بعد جیسے اننی ، اننا ، انك ، انکما ، انکم ، انك ، انکما ، انکن ، انه ، انھما ، انھم ، انھا ، انھما ، انھن۔

ضمیر منصوب منفصل ہمیشہ جدا واقع ہوتی ہے جیسے ایّای ، ایّانا ، ایّاكَ ، ایّاکما، ایّاکم ، ایّاكِ ، ایّاکما ، ایّاکن ، ایّاه ، ایّاھما ، ایّاھم ، ایّاھا ، ایّاھما ، ایّاھن

ضمیر مجرور دو قسم پر ہے

(۱) مجرور بالحرف الجر (۲) مجرور بالمضاف

مجرور بالحرف الجر کی مثال: لی ، لنا ، لكَ ، لکما ، لکم ، لكِ ، لکما ، لکن ، له ، لھما ، لھم ، لھا ، لھما ، لھن ۔

مجرور بالمضاف کی مثال: غلامی ، غلامنا ، غلامكَ ، غلامکما ، غلامکم ، غلامكِ ، غلامکما ، غلامکن ، غلامه ، غلامھما ، غلامھم ، غلامھا، غلامھما، غلامھن۔

....

فالمرفوع المتصل خاصةً يستترفی الماضی الغائب

ضمیر مرفوع متصل بعض مقامات پر مستتر ہوتی ہےاور یہ استتار ضمیر صرف مرفوع متصل کے ساتھ خاص ہےاس کے علاوہ باقی چاروں اقسام میں ضمائر بارز ہوتی ہیں مستتر نہیں ہوتی۔

ضمیر مرفوع متصل ۹ جگہ پر مستتر ہوتی ہےان میں سے تین میں واجب ہےاور بقیہ میں جائز اور ایک میں اختلاف ہے۔

ماضی کے دو صیغوں میں، ایک واحد مذکر غائب میں جیسے ضَرَبَ ، ضُرِبَ اور دوسری واحدہ مؤنثہ غائبہ جیسے ضَرَبَتْ

فعل مضارع کے پانچ صیغوں میں

(۱) واحد متکلم جیسے اَضْرِبُ (۲) جمع متکلم نَضْرِبُ (۳) واحد مذکر غائب یَضْرِبُ (۴) واحدہ مؤنثہ غائبہ تَضْرِبُ (۵) واحد مذکر مخاطب تَضْرِبُ

فعل امر کے صیغہ واحد مذکر مخاطب میں بھی ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے اِضْرِبْ پھر یہ مذکورہ ضمائر کبھی واجب الاستتار ہوں گی اور کبھی جائز الاستتار ہوں گی۔

فائدہ:۔ ماضی کے مذکورہ دونوں صیغوں میں ضمیر جائز الاستتار ہوتی ہے جیسے زید ضرب، ضرب زید ، هندٌ ضَرَبَتْ ، ضربت هندٌ۔

پہلی اور تیسری مثال میں ضرب کا فاعل ضمیر مستتر ہے لیکن دوسری اور چوتھی مثال میں ضمیر فاعل نہیں بلکہ اسم ظاہر فاعل ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ هند ضربت میں ضمیر مستتر ہے حالانکہ تا ضمیر بارز ہے۔

جواب:۔ تا ضمیر نہیں بلکہ تانیث کی علامت ہے یہی وجہ ہے کہ ضربت هند ، ضربت هندان کہنا جائز ہے اگر یہ تا فاعل ہوتا تو اسطرح کہنا جائز نہ ہوتا۔

فعل مضارع اور فعل امر کے صیغہ واحد مذکر مخاطب اور فعل مضارع کے صیغہ واحد متکلم اور جمع

متکلم میں ضمیر واجب الاستتار ہے یعنی انکا فاعل کبھی بھی اسم ظاہر واقع نہیں ہوسکتا لہذا تضرب انت یا اِضْرِب انت کہنا صحیح نہیں اوراسی طرح اضرب انا ، نضرب نحن ، بھی صحیح نہیں۔

وفی الصفة مُطلقاً

اور صیغہ صفت میں مطلقاً ضمیر جائز الاستتار ہوتی ہے۔ مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ صیغہ صفت چاہے اسم فاعل ہو یا اسم مفعول یا اسم تفضیل یا صفت مشبہ ہو اور چاہے واحد، تثنیہ ہو یا جمع اور اسی طرح چاہے مذکر ہو یا مؤنث ان تمام کا حکم ایک ہی ہے

تَضْرِبِیْنَ (صیغہ واحدہ مؤنثہ مخاطبہ فعل مضارع) میں اختلاف ہے بعض نحاۃ کے نزدیک مذکورہ صیغہ میں یا ضمیر ہے اور بارز ہے اور بعض نحاۃ کے نزدیک یا تانیث کی علامت ہے اسمیں ضمیر واجب الاستتار ہے۔

ولا یسوغ المنفصل الالتعذر المتصل وذلك بالتقدیر

یہاں سے مصنف ان مقامات کو ذکر کر رہے ہیں جہاں ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جاتی ہے واضح رہے کہ ضمیر کے اندر اتصال اصل ہے اس لیے بغیر کسی عذر کے ضمیر منفصل لانا درست نہیں اور وہ اعذار جسکی وجہ سے ضمیر متصل نہیں لائی جاسکتی چھ(٦) ہیں

(۱) ضمیر اپنے عامل سے مقدم ہو جیسے ایاك ضربت اصل میں ضربتك تھا تو حصر کیوجہ سے ضمیر کو اپنے عامل (فعل) سے مقدم کیا تو ضمیر متصل سے منفصل ہوگئی اب یہاں ضمیر متصل نہیں لاسکتے اس لیے ضمیر متصل اپنے عامل سے مقدم نہیں ہوسکتی۔

(۲) ضمیر اور اسکے عامل کے درمیان کسی غرض کی وجہ سے فصل واقع ہو جیسے ما ضربك الاانا یہ اصل میں ضربتك تھا حصر کی وجہ سے فصل لایا تو ضمیر متصل (جو کہ ضرب کا فاعل ہے) کو منفصل میں تبدیل کر دیا۔ یہاں ضمیر متصل اس لیے نہیں آسکتی کہ ضمیر متصل اپنے عامل

(فعل) سے جدا نہیں ہوسکتی جبکہ یہاں الا حرف کے بعد ضمیر ہے۔

(۳) حذف عامل کی وجہ سے ضمیر متصل کو منفصل میں تبدیل کیا جاتا ہے جیسے ایاك والشر اصل میں اتق نفسك والشر تھا تو نفس کو حذف کردیا تو اتقك ہوگیا اتق فعل کو حذف کیا تو کاف ضمیر متصل کو اس کے عامل (یعنی فعل) کے حذف ہونے کی وجہ سے منفصل میں تبدیل کردیا تو ایاك والشر ہوگیا۔ یہاں ضمیر متصل اس لیے نہیں لاسکتے کہ ضمیر متصل اپنے عامل کے ساتھ آتی ہے اس سے الگ نہیں ہوسکتی جبکہ یہاں اسکا عامل ہی نہیں۔

(۴) عامل معنوی ہو یعنی ضمیر مبتدا واقع ہو۔ اور مبتدا کا عامل چونکہ ہمیشہ معنوی ہوتا ہے اس لیے اس ضمیر کو متصل کے بجائے منفصل لائے جیسے انا زیدٌ کیونکہ ضمیر کا اتصال لفظ کے ساتھ ہوتا ہے اور لفظ یہاں موجود ہی نہیں اس لئے یہاں ضمیر متصل نہیں لاسکتے۔

(۵) عامل حرف ہو اور اسکا معمول ضمیر مرفوع ہو تو اس صورت میں بھی اس ضمیر کو متصل لانا ضروری ہے جیسے ما انت قائماً اور یہ اس لیے کہ ضمیر مرفوع متصل کو واضع نے وضع ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ کسی فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور یہاں اسکا عامل حرف واقع ہو رہا ہے اسلئے یہاں متصل کے بجائے منفصل لایا جائے گا بخلاف ضمیر منصوب اور مجرور کے کہ وہ حرف کے ساتھ واقع ہوسکتی ہیں جیسے انك ، انكما ، اور لك ، لكما .

(٦) ضمیر ایسی ہو کہ اس کی طرف ایسے صیغہ صفت کی نسبت کی گئی ہو جو اپنے موصوف کے علاوہ غیر پر جاری ہو جیسے هندُ زیدُ ضاربته هی

اس مثال میں هی ضمیر منفصل ہے جسکی طرف صیغہ صفت ضاربة کی نسبت کی گئی اور یہ صیغہ صفت جاری ہوا ہے اپنے موصوف (هندُ) کے علاوہ غیر (یعنی زید) پر۔

مذکورہ مثال کی ترکیب:۔ هندٌ مبتدا زید مبتدا ثانی ضاربةٌ صیغہ صفت ة ضمیر مفعول اور هی ضمیر منفصل اسکا فاعل صیغہ صفت خبر ہوا زید کے لیے اور زید خبر ہے هندٌ کے لیے۔

اس مثال میں ضمیر متصل کو منفصل بنانا اس لئے واجب ہے کہ قانون یہ ہے کہ اگر دو اسم ہوں اور ان کے بعد ایک ضمیر ہو تو ضمیر کا مرجع قریب تر اسم ہوتا ہے لیکن یہ مثال اس کے برعکس ہے کہ ضمیر کا مرجع قریب تر اسم نہیں بلکہ بعید والا اسم ہے تو یہ بتانے کے لئے (کہ جس طرح اس مثال میں ضمیر منفصل کا لانا خلاف قیاس ہے اسی طرح ضمیر کا مرجع بھی خلاف قیاس بعید کا اسم ہے) ضمیر منفصل لائی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ہم ضمیر منفصل نہ لائیں تو زید عمرو ضاربةٌ جیسی مثالوں میں التباس لازم آئیگا۔ اور یہاں التباس اس طرح لازم آئیگا کہ ضاربة کی ضمیر کا مرجع زید بھی بن سکتا ہے اور عمرو بھی۔ تو اس التباس سے بچنے کے لئے ہم نے ضمیر کو منفصل لانا واجب قرار دیا۔

واذا اجتمع ضميران وليس احدهما مرفوعاً

اب تک ان مقامات کا ذکر تھا جہاں ضمیر منفصل لانا واجب ہے اب مصنفؒ اس مقام کا ذکر فرما رہے ہیں جہاں منفصل لانا جائز ہوتا ہے۔

اگر دو ضمیریں جمع ہوں تو دوسری ضمیر کو منفصل بنانا جائز ہے۔

لیکن تین شرائط کے ساتھ۔

(۱) پہلی ضمیر مرفوع نہ ہو۔ (۲) دونوں ضمیریں برابر نہ ہوں یعنی ایک انقص ہو اور ایک اعرف۔

(۳) ضمیر اعرف انقص سے مقدم ہو۔

مطابقی مثال: اعطیتك اياه اصل میں اعطيتكه تھا اور اس میں تینوں شرائط پائی جارہی ہیں اس لئے آخر والی ضمیر متصل کو منفصل بنانا جائز ہے۔

احترازی مثالیں: (۱) پہلی ضمیر مرفوع ہو جیسے اکرمتك اس مثال میں پہلی ضمیر (ضمیر متکلم) مرفوع ہے اس لئے یہاں ضمیر ثانی متصل کو منفصل میں تبدیل نہیں کر سکتے کیونکہ ضمیر متصل کو منفصل تب بناتے ہیں جب کوئی مانع ہو اور یہاں کوئی مانع موجود نہیں اس لئے کہ ضمیر مرفوع

جملہ کا جزء ہوتی ہے لہذا اس کو اکرمتك ایاہ نہیں پڑھ سکتے۔

(۲) دونوں ضمیریں برابر ہوں جیسے اعطیته ایاها اس کو ہم اعطیتهوها نہیں پڑھ سکتے کیونکہ ان دونوں میں سے ایک کو مقدم اور دوسری کو موخر کرنے سے ترجیح بلا مرجح لازم آئیگا۔

(۳) ضمیر اعرف مقدم نہ ہو جیسے اعطیته ایاك اس کو اعطیتهوك نہیں پڑھ سکتے ورنہ انقص کو اعرف سے مقدم کرنا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں۔

والمختار فی خبر باب کان الانفصال

اگر کوئی ضمیر افعال ناقصہ کی خبر واقع ہو تو اس ضمیر کو منفصل لانا مختار ہے لیکن متصل لانا بھی جائز ہے جیسے ضمیر منفصل کی مثال: کان زیدٌ قائماً و کنت ایاہ ضمیر منفصل تو اس لئے جائز ہے کہ افعال ناقصہ کا اسم اور خبر اصل میں مبتدا اور خبر ہوتے ہیں اور مبتدا خبر میں عامل معنوی ہوتا ہے اس لئے وہاں ضمیر منفصل لاتے ہیں اس لئے یہاں بھی ضمیر منفصل لائیں گے۔

اور ضمیر متصل لانا اس لئے جائز ہے کہ اگرچہ یہ مبتدا خبر کی جگہ پر تو واقع ہیں لیکن پھر بھی فعل کے ساتھ (یعنی فعل ناقص) واقع ہیں اور فعل کے ساتھ ضمیر متصل ہوتی ہے نہ کہ منفصل۔ اس لئے کان زیدٌ قائماً و کنته کہنا جائز ہے۔

والاکثر لولا انت الی آخرہ

لولا کے بعد اکثر ضمیر منفصل استعمال ہوتی ہے جیسے لولا انا ،لولا نحن ، لولاانت ... الخ کیونکہ لولا کے بعد ضمیر مبتدا محذوف الخبر ہوتی ہے اور ضمیر جب مبتدا واقع ہو تو وہ منفصل ہوتی ہے۔ جیسے لولا انت کی خبر لھلکت محذوف ہے۔ ضمیر متصل لانا بھی جائز ہے جیسے لولاكَ لیکن جواز کی علت میں اخفش اور سیبوے کا اختلاف ہے۔ اخفش فرماتے ہیں کہ لولاك میں کاف ضمیر حقیقت میں مجرور ہے لیکن مرفوع کی جگہ پر واقع ہے اور ضمیر مجرور صرف متصل ہوتی ہے اس لئے متصل لانا جائز ہے اور ضمیروں کا ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہونا عام ہے جیسے زیدٌ

کانت میں انت ضمیر مرفوع مجرور کی جگہ واقع ہے

سیبوے فرماتے ہیں کہ یہاں ضمیر مجرور مرفوع کی جگہ واقع نہیں بلکہ لولا بذات خود حروف جارہ میں سے ہے اور حروف جارہ کے بعد ضمیر مجرور ہوتی ہے اور ضمیر مجرور صرف متصل ہوتی ہے جیسے لی، لك، لکما، گویا اخفش ضمیر میں تاویل کرتے ہیں اور سیبوے لولا میں۔

وعسيت الى آخرها

عسی کے بعد اکثر ضمیر مرفوع متصل ہوگی کیونکہ عسی فعل ہے اور بعد والی ضمیر اس کا فاعل ہے اور فاعل ہمیشہ ضمیر مرفوع متصل ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی ضمیر منصوب لانا بھی جائز ہے۔

مرفوع متصل کی مثال: عسیت، عسیتما، عسیتم....

منصوب متصل کی مثال: عساك، عساكما، عساكم......

لیکن ضمیر منصوب کے لانے کے جواز کی علت میں اخفش اور سیبوے کا اختلاف ہے اخفش فرماتے ہیں کہ یہاں بھی ضمیر منصوب مرفوع کی جگہ پر واقع ہے۔

سیبوے فرماتے ہیں عسی حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اور یہ لعل کے ہم معنی ہے اور حروف مشبہ بالفعل کا اسم منصوب ہوتا ہے اور یہ ضمیر بھی چونکہ عسی کا اسم ہے اس لئے اس کو منصوب لانا بھی جائز ہے گویا یہاں بھی اخفش ضمیر میں تاویل کرتے ہیں اور سیبوے عسی میں۔

ونون الوقايه مع الياء لازمةٌ في الماضي

نون وقایہ فعل اور یائے ضمیر متکلم کے درمیان فصل کے لئے آتا ہے یعنی فعل یا شبہ فعل کی نسبت جب یائے متکلم کی طرف کی جائے تو اس یائے متکلم سے پہلے نون لاتے ہیں اس نون کو نون وقایہ کہتے ہیں۔

وقایہ کا معنی ہے بچانا۔ اور اس نون کو نون وقایہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اس فعل کی آخری حرکت کو محفوظ رکھتا ہے جیسے ضرب سے ضربِیْ کہنا درست نہیں کیونکہ فعل کے آخر میں کسرہ نہیں آتا۔

اسی سے بچنے کے لئے ہم نون وقایہ لاتے ہیں تاکہ فعل کے آخر میں کسرہ نہ آئے جیسے ضربنی تو اس میں فعل کا وزن سلامت رہتا ہے۔

کل دو مقامات ایسے ہیں جہاں نون وقایہ لانا واجب ہے

(۱) ماضی کے جملہ صیغوں میں (۲) فعل مضارع کے وہ صیغے جو نون اعرابی سے خالی ہوں

وانت مع النون فيه وإنّ وأنّ واخواتها

یہاں مصنفؒ اُن مقامات کو ذکر فرما رہے ہیں جہاں نون وقایہ کا لانا جائز ہے اور وہ مقام یہ ہیں۔

(۱) فعل مضاررع کے وہ تمام صیغے جن میں نون اعرابی آتا ہے (۲) حروف مشبہ بالفعل میں (۳) لدن (۴) من (۵) عن (۶) قد (۷) قط (یہ دونوں صیغے حسب کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں) ان تمام میں نون وقایہ کا لانا جائز ہے لیکن حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت میں اور من، عن، قد، قط ان تمام میں نون وقایہ لانا اولی ہے جیسے لیتنی، منی، عنی، قدنی، قطنی اور حروف مشبہ بالفعل میں سے لعل میں نون وقایہ نہ لانا اولی ہے البتہ لانا جائز ہے اسکے علاوہ باقی میں نون وقایہ کا لانا اور نہ لانا دونوں برابر ہیں۔

ويتوسط بين المبتداء والخبر قبل العوامل وبعدها

مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل کے ذریعے فصل لایا جاتا ہے تاکہ خبر اور نعت میں فرق واضح ہوجائے جیسے زید هو القائم اس مثال میں القائم زید کے لئے خبر بھی بن سکتا ہے اور اسی طرح صفت بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ موصوف، صفت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں کیونکہ دونوں مذکر ہیں دونوں واحد، دونوں معرفہ اور دونوں مرفوع ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ خبر ہی ہے اس فرق کو بیان کرنے کے لئے فصل لاتے ہیں کیونکہ موصوف صفت میں فصل نہیں ہوتا جب ہم نے یہاں فصل لایا تو خبر ہی متعین ہوگی۔ اب صفت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

مبتدا اور خبر کا عامل معنوی ہو یا ان پر عوامل لفظیہ داخل ہوں تو ان دونوں صورتوں میں فصل لانا

جائز ہے عامل معنوی کی مثال: زیدھو القائم اور عامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد فصل لانے کی مثال: کنت انت الرقیب یہاں فعل ناقص کے اسم اور خبر کے درمیان انت سے فصل لایا گیا ہے اور فعل ناقص کا اسم اور خبر حقیقت میں مبتداء خبر ہی ہوتے ہیں۔

اعتراض:۔ جب مبتدا اور خبر پر عامل لفظیہ داخل ہو تو وہاں نعت کیساتھ التباس لازم نہیں آتا کیونکہ ہمیں اعراب سے معلوم ہو جائیگا جیسے کنت انت الرقیب تو پھر یہاں فصل کیوں لاتے ہیں؟

جواب:۔ چونکہ عامل معنوی کی صورت میں التباس آتا ہے تو عامل معنوی کی وجہ سے عوامل لفظیہ پر بھی یہ حکم جاری کر دیا۔

فائدہ:۔ یہ صیغہ مرفوع منفصل مبتدا کے مطابق ہوگا تذکیر و تانیث میں افراد تثنیہ و جمع میں اور مخاطب، غائب، متکلم میں جیسے کنت انت الرقیب اس مثال میں کنت کی ضمیر متصل اور ضمیر منفصل انت دونوں میں مطابقت ہے کہ دونوں مفرد بھی ہیں دونوں مذکر بھی ہیں اور دونوں مخاطب کی ضمیریں ہیں اسی طرح باقی مثالیں الزیدان ھما القائمان، الھندان ھما القائمتان، الزیدون ھم القائمون، الھندات ھن القائمات اسی طرح انه ھو القائم، انی انا القائم

سوال:۔ مصنفؒ نے اس ضمیر کو صیغہ مرفوع کیوں کہا؟

جواب:۔ کیونکہ بعض حضرات اس کو ضمیر مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے اس لئے مصنفؒ نے کسی کو ترجیح دئے بغیر صیغہ مرفوع فرمایا۔ پھر یہ صیغہ مرفوع ترکیب میں کیا واقع ہوگا۔ اس میں دو مذہب ہیں ایک خلیل کا اور دوسرا بعض عرب کا۔

خلیل کا مذہب یہ ھیکہ اعراب میں اس کا کوئی دخل نہیں لیکن بعض دوسرے نحوی کہتے ہیں کہ یہ مبتدا

ہےاور زیدھو القائم کی ترکیب یوں کرتے ہیں کہ زید مبتدا،ھوضمیر مبتداء ثانی القائم خبر مبتدا خبر ملکر پھر خبر ہوئی مبتداء اول کیلئے۔

جبکہ خلیل اسکی ترکیب یوں کرتے ہیں زید مبتداھوضمیر فصل لامحل لھا من الاعراب،القائم خبر۔

مبتداءاور خبر کے درمیان فصل لانے کیلئے دوشرائط میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے

(۱)خبر معرفہ ہو(۲) خبراسم تفضیل مستعمل بمن ہو

اعتراض:۔ اسم تفضیل کیساتھ من کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسم تفضیل جب من کیساتھ مستعمل ہوتو وہ بھی معرفہ کےحکم میں ہوتا ہے جیسے زید افضل من عمرو

ويتقدم قبل الجملة ضمير غائب يسمى ضمير الشان والقصة

اس سے پہلے مصنفؒ نے اس ضمیر کو بیان کیا جو جملہ کے درمیان میں واقع ہوتی تھی اوراب اس ضمیر کا بیان ہے جو جملہ سے مقدم ہوتی ہے

کبھی کبھی جملہ سے پہلے ضمیر ہوتی ہےاور بعد والا جملہ اس کی تفسیر کررہا ہوتا ہےاگر وہ ضمیر مذکر کی ہوتو اسے ضمیر شان کہتے ہیں اوراگر مؤنث کی ہوتو اسے ضمیر قصہ کہتے ہیں۔ضمیر شان کی مثال:

قل هو الله احد ضمیر قصہ کی مثال: انها امرأة قائمة

اس ضمیر کیلئے پانچ شرائط ہیں۔

(۱)جس کام پرحکم لگ رہا ہووہ کام عظیم الشان ہو (۲)وہ ضمیر جملہ سے مقدم ہو (۳)وہ ضمیر غائب کی ہو (۴)آنے والا جملہ اس کی تفسیر کررہا ہو (۵) اس ضمیر کا ماقبل کوئی مرجع نہ ہو۔

ويكون منفصلا ومتصلا مستترا وبارزا على حسب العوامل

یہ ضمیر منفصل بھی ہوسکتی ہےاور متصل بھی۔متصل کی صورت میں یہ مستتر بھی ہوگی اور بارز بھی لیکن یہ ضمیر علی حسب العوامل ہوگی یعنی اگر عامل معنوی ہوتو ضمیر منفصل ہوگی اوراگر عامل لفظی ہوتو ضمیر

متصل ہوگی ضمیر متصل بارز کی مثال: انه زید قائم

مستتر کی مثال: کان زید قائم (کان فعل ناقص ضمیر اس کا اسم، زید قائم مبتداء خبر ہوکر کان کی خبر)

ضمیر منفصل کی مثال: هو زید قائم

وحذفه منصوبا ضعیف الا مع ان اذا خففت فانه لازم

اگر یہ ضمیر منصوب ہو تو اس صورت میں اس کو حذف کرنا جائز ہے لیکن ضعیف ہے اور اگر ضمیر مرفوع ہو تو حذف ناجائز ہے۔ اس ضمیر منصوب کو حذف کرنا جائز اسلئے ہے کہ یہ فضلہ ہے اور فضلہ چیز کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے اور ضعیف اسلئے ہے کہ اگر ہم اسکو حذف کردیں تو ایک مقصودی چیز کا بلاقرینہ حذف کرنا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن ایک صورت میں منصوب ہونے کے باوجود بھی حذف کرنا واجب ہے یعنی ان مخفف من المثقل کے اسم ضمیر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے واخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمین

اس مثال میں ان مخفف من المثقل ہے اصل میں یہ اَنَّ تھا پھر تخفیف کرکے اَنْ ہوگیا۔ یہاں اَنْ کے بعد ضمیر منصوب کو محذوف ماننا اسلئے ضروری ہے کہ اگر ہم محذوف نہ مانیں تو اِنَّ کا اَنَّ سے اعلی ہونا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ دونوں فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں البتہ اَنَّ کی مشابہت زیادہ ہے بنسبت اِنَّ کے اسکے باوجود قرآن مجید میں اِنْ مخفف من المثقل نے عمل کیا ہے جیسے اِنْ کَلًّا لَمَّا لیوفینّهم . لیکن اَنْ مخفف من المثقل کے عمل کرنے کی کوئی مثال نہیں تھی تو نحاۃ نے کہہ دیا کہ اَنْ مخفف من المثقل ضمیر میں عمل کرتا ہے تاکہ اِنَّ کا اَنَّ سے اعلی ہونا لازم نہ آئے۔

اور یہ ضمیر منصوب ہوگی کیونکہ اَنْ اصل میں اَنَّ ہے اور یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اور حروف مشبہ بالفعل کا اسم منصوب ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ تمام بحث مشابہ مبنی کی تھی اور مشابہ مبنی بذات خود مبنی نہیں ہوتا بلکہ مبنی اصل کیساتھ مشابہت کیوجہ سے مبنی ہوتا ہے لہذا مشابہ مبنی کی آٹھوں قسموں میں وجہ تشبیہ بیان کی جائے گی۔

مضمرات: یہ مبنی ہیں شبہ افتقاری کی وجہ سے یعنی جیسے حروف اپنا معنی بتلانے کیلئے ضم ضمیمہ کامحتاج ہوتے ہیں ایسے ہی مضمرات بھی اپنا معنی بتلانے کیلئے مرجع کامحتاج ہوتے ہیں۔

اسماء الاشارۃ ما وضع لمشار الیه

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی دوسری قسم اسماء اشارات کو بیان فرمارہے ہیں۔

اسم اشارہ کی تعریف:۔ **ما وضع لمشار الیه**

اسم اشارہ وہ اسم ہے جس کو مشار الیہ کے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ اسم اشارہ کی تعریف میں معنی کی شرط اسلئے لگائی تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اشارہ لفظ مشار الیہ کی طرف نہیں ہوتا بلکہ معنی مشار الیہ کی طرف ہوتا ہے یعنی جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

اعتراض:۔ آپکی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں اسمیں ضمائر بھی داخل ہوگئیں کیونکہ ضمیر کی وضع بھی مشار الیہ (یعنی مرجع) کیلئے ہوتی ہے؟

جواب:۔ ہماری مراد اشارہ سے اشارہ حسیہ خارجیہ ہے اور ضمیر میں جو مرجع کیطرف اشارہ ہوتا ہے وہ اشارہ ذہنیہ ہوتا ہے اسلئے ضمائر ہماری تعریف میں داخل نہیں۔

اعتراض:۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے **فذٰلکم اللہ ربکم** حالانکہ ذات باری تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اشارہ حسیہ جسم کی طرف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے؟

جواب:۔ یہ مجاز ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی صفات اور دلائل کے اعتبار سے اتنے ظاہر ہیں گویا کہ محسوس ہے اس اعتبار سے یہاں ذالک کا استعمال ہوا ہے۔

فائدہ:۔ اسمائے اشارات شبہ افتقاری کی وجہ سے مبنی ہیں یعنی جس طرح حروف معنی بتلانے میں غیر کے محتاج ہوتے ہیں، اسی طرح اسماء اشارات بھی مشارالیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

وھی ذا للمذکر

یہاں سے مصنفؒ اسماء اشارات کی تفصیل بیان فرمارہیں ہیں کہ ذا مفرد مذکر کیلئے، ذان حالت رفعی میں ذین حالت نصبی وجری میں تثنیہ مذکر کیلئے اور واحدہ مؤنثہ کیلئے تا ،ذی ،تی ،تہ ،ذہ، تھی، ذھی (ان تمام میں تا اصل ہے اور باقی سب اس سے تبدیل ہوکر آئے ہیں) تثنیہ مؤنثہ کیلئے تان (حالت رفعی میں) اور تین (حالت نصبی وجری میں)

اعتراض:۔ آپ نے مبنی کا حکم بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان لا یختلف اخرہ لاختلاف العوامل حالانکہ آپ نے اسمائے اشارات میں حالت رفعی کیلئے علیحدہ اسم اشارہ کو بیان کیا حالت نصبی اور جری میں علیحدہ بیان کیا یہ حالتیں تو معرب کی ہیں مبنی کی نہیں؟

جواب:۔ حقیقت میں ایسا نہیں کہ اگر ان کا عامل رافع ہوتو یہ مرفوع اور اگر عامل جار ہوتو یہ مجرور ہونگے بلکہ واضع نے ابتداءً وضع ہی ایسے کیا ہے کہ حالت نصبی اور جری کیلئے علیحدہ اور رفعی کے لیے علیحدہ۔ یعنی ذان اور ذین میں تبدیلی عوامل کی وجہ سے نہیں بلکہ واضع نے وضع ہی اس طرح کیا ہے اور معرب تو اسے کہتے ہیں جسمیں تبدیلی عامل کیوجہ سے ہو۔

اور جمع کیلئے چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث اولآء مد کیساتھ اور اولیٰ الف مقصورہ کیساتھ آتا ہے۔

اور کبھی کبھی اسماء اشارات کے شروع میں حروف تنبیہ بھی لگاتے ہیں جیسے ذا سے ھذا اور ذین سے ھذین، اولاء سے ھولاء جیسے اسم ظاہر کے شروع میں حرف تنبیہ لایا جاتا ہے جیسے ھا زید قائم، ھا ان زیدا قائم توچونکہ یہ اسم ظاہر کے قائم مقام ہوتے ہیں اسلئے ان کے شروع میں بھی حرف تنبیہ لگاتے ہیں اور اسی طرح اسماء اشارات کے آخر میں تذکیر وتانیث اور افراد، تثنیہ، جمع میں فرق واضح کرنے کیلئے کاف خطابی لگاتے ہیں جیسے ذاک، ذاکما ،ذاکم وغیرہ.

یہ حروف خطاب پانچ ہیں۔ (۱)واحد مذکر (۲)واحدہ مؤنثہ (۳) تثنیہ مذکر و مؤنث (ان دونوں کیلئے ایک ہی ہے جیسے کما)(۴) جمع مذکر (۵) جمع مؤنث

اوراسمائے اشارات بھی پانچ قسم پر ہیں۔ (۱)واحد مذکر، ذا (۲)واحدہ مؤنثہ، تا (۳) تثنیہ مذکر، ذان (۴) تثنیہ مؤنث، تان (۵) جمع مذکر و مؤنث، اولاء

جب پانچ کو پانچ سے ضرب دیا تو حاصل جمع پچیس نکل آیا تو گویا یہ کل ۲۵ صیغے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ مذکورہ پچیس صورتیں نقشہ میں ملاحظہ کریں

اقسام حروف خطاب ← اقسام مشارالیہ ↓	جبکہ مخاطب واحد مذکر ہو	تثنیہ مذکر ومؤنث	جمع مذکر	واحدہ مؤنثہ	جمع مؤنثہ
مشارالیہ واحد مذکر ہو	ذاكَ	ذاكما	ذاكم	ذاكِ	ذاكن
مشارالیہ تثنیہ مذکر ہو	ذانكَ	ذانكما	ذانكم	ذانكِ	ذانكن
مشارالیہ واحدہ مؤنثہ ہو	تاكَ	تاكما	تاكم	تاكِ	تاكن
مشارالیہ تثنیہ مؤنثہ ہو	تانكَ	تانكما	تانكم	تانكِ	تانكن
مشارالیہ جمع مذکر و مؤنث	اولئكَ	اولئكما	اولئكم	اولئكِ	اولئكن

اسماء اشارات میں سے ذا قریب کیلئے آتا ہے کیونکہ اسکے حروف کم ہیں ذٰلك بعید کیلئے آتا ہے کیونکہ اسکے حروف زیادہ ہیں اور ذاك متوسط کیلئے آتا ہے کیونکہ اسکے حروف دو سے زیادہ اور چار سے کم ہیں یعنی حروف کے اعتبار سے اسماء اشارہ قریب اور بعید کے لئے وضع ہیں۔ جس کے حروف کم ہوں وہ قریب کے لئے اور جس کے زیادہ ہوں وہ بعید کے لئے۔

اعتراض:۔ مصنفؒ نے انکو ترتیب سے بیان کیوں نہیں کیا کہ پہلے قریب کو پھر متوسط اور آخر میں بعید کو بیان فرماتے۔ پہلے قریب و بعید اور آخر میں متوسط کو کیوں لایا؟

جواب:۔ مصنفؒ نے قریب وبعید کو متوسط سے اسلئے مقدم کیا کہ متوسط اس وقت متحقق ہوتا ہے جب قریب اور بعید ہو، اسی وجہ سے اس ترتیب کو اختیار کیا۔

اور تلك ،تانك ،ذانك اور اولائك یہ سب ذالك کی طرح بعید کیلئے آتے ہیں۔

ثم، هنا اور هنا یہ تینوں مکان کیلئے خاص ہیں یعنی یہ صرف مکان کیلئے استعمال ہوتے ہیں اسکے علاوہ دوسرے اسمائے اشارات مکان کے علاوہ کیلئے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے هذا الرجل وغیرہ۔

الموصول ما لا یتم جزء الا بصلة وعائد وصلته جملة خبرية

یہاں سے مصنفؒ مشابہ مبنی کی تیسری قسم اسمائے موصول کو بیان فرمارہے ہیں۔

اور یہ اسمائے موصول مبنی ہیں شبہ افتقاری کی وجہ سے کہ جیسے حروف معانی بتلانے کیلئے ضم ضمیمہ کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح اسمائے موصول بھی اپنا معنی بتلانے کیلئے صلہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

اسم موصول کی تعریف:۔ ما لا یتم جزء الا بصلة وعائد

یعنی جو کسی جملے کا مکمل جز نہیں ہوتا ہے جب تک صلہ اور عائد نہ ہو، مکمل جزء کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسند یا مسند الیہ بن جائے۔

یہ صلہ جملہ خبریہ ہوگا جملہ انشائیہ صلہ نہیں بن سکتا اسلئے کہ صلہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ موصول کی وضاحت کرے اور جملہ انشائیہ وضاحت نہیں کرتا لہذا وہ صلہ نہیں بن سکتا دوسری وجہ یہ ہے کہ صلہ موصول کیساتھ ربط کیلئے ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ ربط کو قبول نہیں کرتا۔

اور پھر جملہ خبریہ عام ہے چاہے فعلیہ ہو یا اسمیہ جملہ فعلیہ کی مثال: جاء الذی ضربك جملہ اسمیہ کی مثال: جاء الذی ابوہ عالم.

اسی طرح جو جملہ کے قائم مقام ہو وہ بھی اسکا صلہ بن سکتا ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول پر جو الف، لام داخل ہوتا ہے وہ چونکہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے اسلئے بعد والا اسم فاعل واسم مفعول

اسکا صلہ ہوگا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اسم فاعل ومفعول پر داخل ہونے والے الف، لام کی دو حیثیتیں ہیں بظاہر یہ حرف ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اسم۔ایسے ہی اسکے صلہ میں بھی دو جہتیں ہیں بظاہر مفرد ہوتا ہے اور معنی کے اعتبار سے جملہ۔

اس صلہ میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور یہ عائد ضمیر ہوگی۔

سوال:۔ اس جملہ (یعنی صلہ) میں عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب:۔ کیونکہ جملہ من حیث الجملہ مستقل ہوتا ہے تو ماقبل سے ربط پیدا کرنے کیلئے اسمیں ضمیر کالانا ضروری ہے۔

سوال:۔ جب مصنفؒ نے ایک مرتبہ الابصلۃ وعائد کہہ کر عائد کا ذکر کردیا تو دوبارہ والعائد ضمیر لہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔ عائد کی تین قسمیں ہیں تو جب مصنفؒ نے عائد کہا تو مخاطب کو شبہ تھا کہ شاید عائد کی تینوں قسمیں مراد ہیں لیکن مصنفؒ نے علیحدہ سے ضمیر کا ذکر کر کے اس شبہ کو ختم کردیا کہ ان تینوں قسموں میں سے صرف ضمیر اس صلہ کا عائد ہوسکتی ہے بقیہ نہیں۔

اسمائے موصول کی تفصیل: الذی واحد مذکر کیلئے التی واحدہ مؤنثہ کیلئے اللذان تثنیہ مذکر کیلئے (حالت رفعی میں) اللذین تثنیہ مذکر کیلئے حالت نصبی وجری میں اللتان تثنیہ مؤنث کے لئے حالت رفعی میں اللتین تثنیہ مؤنث کیلئے حالت نصبی وجری میں اُولی بروزن عُلٰی اور الذِین جمع مذکر کیلئے۔

اللائی ،اللاء ،اللای یہ تینوں جمع مذکر ومؤنث دونوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں لیکن اکثر مؤنث کیلئے استعمال ہوتے ہیں اللاتی، اللواتی یہ بھی جمع مونث کیلئے آتے ہیں۔

من اور ما یہ بھی اسمائے موصول میں سے ہیں یہ دونوں عام ہیں۔مذکر ومؤنث افراد، تثنیہ، جمع

سب میں استعمال ہوتے ہیں البتہ ان میں سے من ذوالعقول کیلئے اور ما غیر ذوالعقول کیلئے آتا ہے لیکن کبھی کبھی یہ ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں جیسے **فمنهم من يمشي على اربع** اور **والسماء وما بنها** پہلی مثال میں من غیر ذوی العقول کیلئے استعمال ہوا ہے کیونکہ اس سے مراد جانور ہیں اور دوسری مثال میں ما ذوی العقول کیلئے استعمال ہوا ہے کیونکہ یہاں اس سے مراد اللہ کی ذات ہے۔

اسی طرح یہ من اور ما دونوں عموم کیلئے آتے ہیں لیکن کبھی کبھی خصوص کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے **ء امنتم من في السماء . والسماء ومابنها** ان دونوں آیتوں میں من اور ما سے مراد اللہ کی ذات ہے۔

ای اور اية یہ بھی اسمائے موصول میں سے ہیں ای مذکر کیلئے اور اية مؤنث کیلئے۔

مذکر کی مثال: **اضرب ايهم في الدار ،اى اضرب الذى في الدار**

مؤنث کی مثال: **اضرب ايتهن في الدار اى اضرب التى في الدار**

وذوالطائيه

بنی طی کے نزدیک ذو بھی اسمائے موصول میں سے ہے اور یہ الـذى کے معنی میں ہوتا ہے دلیل یہ شعر ہے

فان الماء ماء ابى وجدى   وبيرى ذو حفرت وذو طويت

اس شعر میں ذوحفرت اور ذوطویت، **الذى حفرته** اور **الذى طويته** کے معنی میں ہے چونکہ ذو صرف بنی طے کی لغت میں اسمائے موصولہ میں سے ہے اسلئے مصنفؒ نے اسکو ذوالطائیہ کہا ہے۔

وذا بعد ما للاستفهام

ما استفہامیہ کے بعد جو ذا ہو وہ بھی الذی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے **ما ذا فعلت اى الذى فعلت** اور الف، لام بھی اسمائے موصولہ میں سے ہے البتہ یہ اسم موصول تب ہوتا ہے جب اسم

فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو۔ یہ اگر واحد مذکر کے شروع میں ہو تو یہ الذی کے معنی میں ہوگا تثنیہ میں الذان، الذین کے معنی میں اور جمع میں الذین کے معنی میں اور اسی طرح مؤنث کے صیغوں میں بھی داخل ہوتا ہے جیسے الضارب بمعنی الذی ضرب، الضاربان بمعنی الذان ضربا، الضاربون بمعنی الذین ضربوا، الضاربة بمعنی اللتی ضربت، الضاربتان بمعنی اللتان ضربتا، الضاربات بمعنی اللاتی ضربن.

والعائد المفعول یجوز حذفه

صلہ میں جو عائد ضمیر ہوتی ہے وہ ضمیر کبھی فاعل کی ہوگی اور کبھی مفعول کی، اگر ضمیر مفعول کی ہو تو اسکو حذف کرنا بھی جائز ہے کیونکہ مفعول فضلہ ہوتا ہے اور جو ضمیر فضلہ ہو اسکو حذف کرنا جائز ہے جیسے مذکورہ شعر میں ذو حفرت ذو طویت اصل میں حفرتہ اور طویتہ تھے اور پھر ان سے مفعول کی ضمیر کو حذف کر دیا تو ذو حفرت ذو طویت ہو گیا اسی طرح قرآن مجید کی آیت ہے اللہ یبسط الرزق لمن یشاء یہاں یشاء سے ضمیر حذف ہوئی ہے اصل میں یشاء ہ تھا۔

واذا اخبرت بالذی صدر تها

یہاں سے مصنفؒ اخبار بالذی کو بیان فرمارہے ہیں

فائدہ:۔ اخبار بالذی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے مخاطب کے شک وشبہ کو دور کیا جاتا ہے مثلاً مخاطب کو یہ بات تو معلوم ہے کہ متکلم سے کوئی فعل سرزد ہوا ہے یعنی اس نے کسی کو مارا ہے لیکن یہ تعین نہیں کر سکتا کہ کس کو مارا ہے تو اب متکلم یوں کہتا ہے کہ الذی ضربته زید کہ جس کو میں نے مارا ہے وہ زید ہے

جب کسی جملہ کے جز سے الذی کے ذریعہ خبر دینی ہو تو اس کیلئے تین شرائط ہیں۔

(۱) اسم موصول کو جملہ کے شروع میں لائیں۔

(۲) مخبر عنہ (یعنی جس فرد سے خبر دینا مقصود ہو) کی جگہ پر ضمیر لائیں۔

(۳) مخبر عنہ کو اس ضمیر سے مؤخر کریں۔
جیسے ضربت زیدا میں سے زید سے خبر دینا چاہیں تو الذی ضربته زید کہیں گے اس مثال میں الذی ضربتہ مبتدا ہے اور زید خبر ہے تو یہاں تینوں شرطیں پائی جارہی ہیں الذی شروع میں لایا ہے زید کی جگہ پر ضمیر ہے اور زید کو مؤخر کیا ہے۔
اسی طرح وہ الف لام جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو اسکے ساتھ خبر دینا بھی صحیح ہے اور اس کیلئے بھی تین شرائط ہیں۔
(۱) مخبر بہ جملہ فعلیہ ہو
(۲) افعال متصرفہ میں سے ہو (جس سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان آسکتی ہو)
(۳) اور یہ فعل متصرف اسطرح ہو کہ اس سے اسم فاعل اور اسم مفعول بن سکتا ہو، ورنہ اس سے الف، لام کے ذریعے خبر دینا درست نہیں ہوگا۔ جیسے ضرب زید سے **الضارب هو زيدٌ.**
احترازی مثالیں:۔ (۱) مخبر بہ جملہ فعلیہ نہ ہو جیسے زید قائم اس سے اگر ہم الف لام کے ذریعے خبر دینا چاہیں تو زید کی جگہ پر ضمیر لا کر یوں کہیں گے الهو قائم زید یعنی الف لام ضمیر پر داخل ہوگا اور یہ بات واضح ہے کہ ضمیر پر الف لام موصول داخل نہیں ہوتا یعنی ضمیر صلہ نہیں بن سکتی لہذا درست نہیں ہوگا۔
(۲) فعل متصرف نہ ہو جیسے نعم زید، حبذا زید، ليس زيد قائما ان تمام افعال (یعنی نعم، حبذا اور لیس) سے اسم فاعل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ یہ افعال متصرفہ نہیں لہذا ان سے بھی الف لام کے ذریعے خبر نہیں دی جا سکتی۔
(۳) فعل متصرف ہو لیکن اس سے اسم فاعل نہ بن سکتا ہو جیسے سيقوم زيد یہاں سیقوم سے اسم فاعل بنانا ہو تو قائم بن جائے گا جس سے سین کے معنی فوت ہوں گے اور سین کو برقرار رکھ کر اسم فاعل نہیں بنا سکتے لہذا یہاں بھی الذی سے خبر دینا درست نہیں۔

واذا تعذر

اگران مذکورہ شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو پھرالذی کیساتھ خبر دینا صحیح نہیں۔
اسی وجہ سے ضمیر شان سے الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ اگر ہم ضمیر شان کی الذی کے ذریعے خبر دیں گے تو اگر الذی شروع میں لائیں تو ضمیر شان جملہ کے درمیان میں واقع ہوگی حالانکہ ضمیر شان جملہ سے مقدم ہوتی ہے اور اگر ضمیر شان کو مقدم کریں تو اخبار بالذی کی شرط فوت ہوگی اور دوسری خرابی یہ ہوگی کہ اس صورت میں ضمیر شان مسند واقع ہوگی جبکہ ضمیر شان مسند الیہ ہوتی ہے۔

اور اسی طرح صفت کے بغیر صرف موصوف سے اور موصوف کے بغیر صرف صفت سے خبر دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ اگر ہم صرف موصوف سے خبر دیں اور ضربت زیداً العاقل سے یوں کہیں الذی ضربته العاقل زید تو اس مثال میں ضمیر کا موصوف بننا لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ ضمیر نہ موصوف بنتی ہے نہ صفت۔

اور اگر ہم صرف صفت سے خبر دیں اور یوں کہیں الذی ضربت زیداً ایاہ عاقل تو اس مثال میں ہو ضمیر کا صفت بننا لازم آئے گا اور یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ضمیر نہ موصوف بنتی ہے اور نہ ہی صفت۔البتہ اگران دونوں کو ملا کر خبر دیں تو پھر خبر دینا صحیح ہوگی جیسے الذی ضربته زید العاقل

والمصدر العامل والحال والضمیر المستحق لغیرھا

اسی طرح مصدر عامل سے بغیر معمول کے الذی کیساتھ خبر دینا جائز نہیں جیسے عجبت من دق القصار الثوب سے الذی عجبت منه الثوب دق القصار کہنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں الثوب میں ضمیر کا عامل بننا لازم آئے گا جبکہ ضمیر عمل نہیں کرتی۔ مذکورہ مثال میں دق مصدر مضاف ہے القصار مضاف الیہ بمعنی فاعل ہے اور الثوب مفعول بہ (معمول) ہے۔

البتہ عامل اور معمول دونوں سے الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں مذکورہ خرابی لازم نہیں آتی جیسے **الذی عجبت منه دق القصار الثوب** کہنا درست ہے

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ مصدر سے الذی کے ذریعے خبر دینا جائز نہیں جبکہ ہم آپکو ایسی مثال دکھاتے ہیں جہاں مصدر ہے اور اس سے الذی کے ذریعے خبر دینا جائز ہے جیسے **عجبت من ضربك** سے **الذی عجبت منه ضربك** کہنا جائز ہے جبکہ یہاں ضرب مصدر ہے۔

جواب:۔ ہم نے مصدر کے ساتھ ایک شرط کا اضافہ کیا تھا کہ مصدر عامل ہو اور یہاں مصدر عامل نہیں اسلئے یہ ترکیب جائز ہے۔

اسی طرح حال سے بھی الذی کیساتھ خبر دینا صحیح نہیں جیسے **ضربت زیدا قائما** سے **الذی ضربت زیدا ایاہ قائما** کہنا درست نہیں ورنہ ضمیر حال کی جگہ پر واقع ہوگی جبکہ حال نکرہ ہوتی ہے اور ضمیر معرفہ ہوتی ہے اور نکرہ کی جگہ معرفہ کا لانا درست نہیں۔

والضمیر المستحق لغیرها

اس ضمیر سے بھی خبر دینا درست نہیں جو الذی کے غیر کی طرف راجع ہو جیسے **زید ضربته** میں سے ہ ضمیر مفعول سے خبر دیتے ہوئے **الذی زید ضربته هو** کہنا جائز نہیں کیونکہ اس ضربتہ میں ہ ضمیر مفعول کا مرجع زید ہے اب اگر الذی قرار دیں تو زید خالی رہ جاتا ہے اور اگر الذی کے باوجود زید ہی کو مرجع قرار دیں تو الذی خالی رہ جاتا ہے لہذا یہ ترکیب جائز نہیں۔

والاسم المشتمل علیه

اسی طرح وہ اسم جو ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جسکا مستحق (مرجع) الذی کے علاوہ کوئی اور ہو تو وہاں بھی الذی کیساتھ خبر دینا صحیح نہیں جیسے **زید ضربت غلامه** میں غلامہ کی ضمیر سے الذی کے ذریعے خبر دیتے ہوئے **الذی زید ضربته غلامه** کہنا درست نہیں کیونکہ اس مثال میں ہو ضمیر کا مرجع اگر الذی ہو تو پھر ضربتہ سے خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ جب جملہ خبر واقع ہو تو اسمیں عائد کا ہونا ضروری

ہوتا ہے اور وہ یہاں موجود نہیں اسی طرح اگر ضمیر کا مرجع زید ہو تو باب اخبار بالذی کی شرط مفقود ہوگی یعنی موصول بغیر ضمیر کے رہ جائے گا لہذا الذی کیساتھ یہاں خبر دینا درست نہیں۔

وما الاسمیته موصولة واستفهامية

مصنفؒ نے پہلے ما کے بارے میں ذکر کیا تھا کہ یہ اسمائے موصول میں سے ہے اب اسکی تفصیل کر رہے ہیں کہ ما کی دو قسمیں ہیں (۱) ما اسمیہ (۲) ما حرفیہ،

ما حرفیہ کی مشہور دو قسمیں ہیں

(۱) ما کافہ (۲) ما نافیہ

ما کافہ حروف مشبہ بالفعل پر داخل ہوتا ہے جیسے انما الاعمال بالنیات ما نافیہ جو نفی کے معنی دینے کیلئے آتا ہے جیسے ما ضربت زیدا

ما اسمیہ کی چھ قسمیں ہیں۔

(۱) موصولہ جیسے ما عندك ،وما فعلت بمعنی الذی عندك، الذی فعلت

(۲) استفہامیہ جیسے ما عندك ،وما فعلت

(۳) شرطیہ جیسے ما تصنعُ اصنعُ

(۴) موصوفہ جیسے مررت بما معجب لك ای بشئی یعجبك

(۵) ما تامہ جو صلہ اور صفت وغیرہ کا محتاج نہ ہو اور شی کے معنی میں ہو جیسے فنعماھی اصل میں فنعم ما ھی تھا ای فنعم شیئا ھی

(۶) صفتیہ جیسے اضربه ضربا ماای ایّ ضرب کان

سوال:۔ ما تامہ کیلئے شی کے معنی میں ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ کیونکہ اسمیں ابوعلی نحوی اور سیبوے کا اختلاف ہے ابوعلی فرماتے ہیں یہ شئی نکرہ کے معنی میں ہوگا اور سیبوے فرماتے ہیں یہ الشئی معرفہ کے معنی میں ہوگا تو مصنفؒ نے ابوعلی

کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے بمعنی شی کی شرط لگائی۔

ومَن كذٰلك الا فى التامة والصفة

اور من بھی ما کی طرح ہے لیکن من تامہ اور صفتیہ نہیں ہوتا اور باقی صورتیں پائی جاتی ہیں۔

سوال:۔ من تامہ اور صفتیہ کیوں نہیں ہوتا؟

جواب:۔ اسلئے کہ من کلام عرب میں تامہ اور صفتیہ استعمال ہی نہیں ہوا۔ باقی چار صورتیں ذیل ہیں۔

(۱) موصولہ جیسے اکرمت من جاء ك

(۲) استفہامیہ جیسے من غلامك، من ضربت

(۳) شرطیہ جیسے من تضرب اضرب

(۴) موصوفہ جیسے حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ کا شعر ہے

وكفى بنا فضلا على من غيرنا حب النبى محمد ايانا

یہاں غیرنا صفت ہے من کی جو کہ مفرد ہے اور کبھی صفت جملہ بھی ہوتی ہے جیسے من جاء ك قد اكرمته اى الذى جاء ك.

واى واية كمن وهى معربة

اسمائے موصولہ میں سے اى ،اية بھی ہیں اسکی چار صورتیں ہیں یہ ایک صورت میں مبنی ہوتے ہیں اور بقیہ تین صورتوں میں معرب

وجہ حصر:۔ اى ،اية دو حال سے خالی نہیں، مضاف ہونگے یا نہیں، پھر ان میں ہر ایک کی دو حالتیں ہیں یہ اگر مضاف نہ ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو صدر صلہ مذکور ہوگا جیسے اى هو قائم یا محذوف ہوگا جیسے اى قائم تو ان دنوں صورتوں میں یہ معرب ہونگے اور اگر مضاف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں صدر صلہ مذکور ہوگا یا نہیں اگر صدر صلہ مذکور ہو تو پھر بھی معرب ہونگے

جیسے ایھم ھو قائم اگر صدر صلہ محذوف ہوتو اس صورت میں مبنی ہونگے جیسے ایھم قائم ای سے قرآن مجید کی آیت ہے ایھم اشد علی الرحمان

سوال:۔ ایک صورت میں مبنی اور تین صورتوں میں معرب کیوں ہے؟

جواب:۔ ایک صورت میں مبنی تو اسلئے ہے کہ اس صورت میں انکی حروف کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے احتیاج میں جیسے حروف محتاج ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی صدر صلہ کے محتاج ہوتے ہیں اور بقیہ صورتوں میں معرب اسلئے ہیں کہ یہ مفرد کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور مضاف ہونا اسم متمکن کی خاصیت ہے۔

ای، ایۃ کی من کی طرح چار قسمیں ہیں

(۱) موصولہ اضرب ائیھم لقیت

(۲) استفہامیہ ایھم اخوك ،ایھم لقیت

(۳) شرطیہ ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی

(۴) موصوفہ یا ایھا الرجل

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ ای، ایۃ صفت کیلئے نہیں آتے تو ہم آپکو ایسی مثال بتاتے ہیں جہاں ای صفت واقع ہے جیسے مررت برجلٍ ایِّ رجلٍ

جواب:۔ یہ ای اصل میں استفہامیہ ہے استفہام سے صفت کی طرف منتقل ہوا ہے۔

وفی ماذا صنعت وجھان

ماذا صنعت یعنی جب ما استفہامیہ کے بعد ذا اسم موصول ہو اور اسکے بعد مخاطب کا صیغہ ہو تو اسکی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔

(۱) یہ الذی کے معنی میں ہو یعنی ذا الذی کے معنی میں ہو، تو اس صورت میں اسکی محذوف عبارت

اس طرح ہوگی ای شی الذی صنعت تو اب اسکے جواب میں جو بھی آئے گا وہ خبر ہوگی محذوف کیلئے اور خبر چونکہ مرفوع ہوتی ہے اسلئے وہ اسم مرفوع ہوگا جیسے الاکرام لہٰذا اس کی محذوف عبارت اس طرح ہے الذی صنعتہ (مبتدا) الاکرام (خبر)

(۲) ای شی کے معنی میں ہو تو اس صورت میں دو احتمال ہیں

(۱) صرف ما ای شی کے معنی میں ہو اور ذا زائد ہو۔

(۲) ما اور ذا دونوں مل کر ای شی کے معنی میں ہوں۔

بہر حال ان دونوں احتمالوں میں اسکی محذوف عبارت اسطرح ہوگی ای شی صنعت تو اسکے جواب میں جو لفظ استعمال ہوگا وہ فعل محذوف کیلئے مفعول ہوگا اور مفعول چونکہ منصوب ہوتا ہے اسلئے مصنفؒ نے کہا کہ اسکا جواب منصوب ہوگا جیسے ماذا صنعتَ کے جواب میں الاکرام منصوب پڑھیں تو تقدیری عبارت یوں ہوگی صنعت الاکرامَ

اسماء الافعال ما کان بمعنی الامر والماضی

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی چوتھی قسم اسمائے افعال کو بیان فرما رہے ہیں

اسم فعل کی تعریف:۔ اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو امر یا ماضی کے معنی میں ہو

سوال:۔ مصنفؒ نے تعریف میں امر کو ماضی سے مقدم کیوں کیا؟

جواب:۔ کیونکہ اسمائے افعال امر کے معنی میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں اسوجہ سے امر کو ماضی پر مقدم کیا۔

وجہ تشبیہ:۔ کیونکہ امر اور ماضی مبنی اصل ہیں اور اسماء افعال میں امر اور ماضی کا معنی پایا جاتا ہے اس وجہ سے اسمائے افعال مبنی ہیں۔

امر کی مثال:۔ روید زیدا ای امہل زیدا

ماضی کی مثال:۔ **هیهات زید ای بعد زید**

وفعال بمعنی الامر من الثلا ثی

اسمائے افعال کی دو قسمیں ہیں

(۱) سماعی جو فعال کے وزن پر نہ ہو

(۲) قیاسی جو فعال کے وزن پر ہو

فعال کے وزن پر چار قسم کے اسماء آتے ہیں

(۱) وہ فعال جو امر کے معنی میں ہو جیسے نزال بمعنی انزل، تراک بمعنی اترک، یہ امر کے معنی میں ہونے کی وجہ سے مبنی اصل کے مشابہ ہے اسلئے مبنی ہے۔

(۲) وہ فعال جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو جیسے فجار بمعنی **الفجور یا الفجرة**

(۳) وہ فعال جو مؤنث کی صفت ہو جیسے یافساق بمعنی **یا فاسقة**

نوٹ:۔ تیسری اور دوسری قسم پہلی قسم کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے عدل اور وزن میں اسلئے یہ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے یعنی جس طرح **نزال انزل** سے معدول ہو کر آیا ہے اسی طرح **فجار الفجور** سے اور **فساق فاسقة** سے معدول ہو کر آیا ہے اور جس طرح **نزال فعال** کے وزن پر ہے اسی طرح فجار اور فساق بھی فعال کے وزن پر ہیں۔

(۴) وہ فعال جو علم ہو مؤنث کیلئے، اسکی پھر دو قسمیں ہیں

(۱) ذوات الرا ہو یعنی جسکے آخر میں را ہو

(۲) غیر ذوات الرا ہو

ذوات الرا کی مثال: حضار (ستارے کا نام) یہ حجازیین اور اکثر بنو تمیم کے نزدیک مبنی ہے البتہ بعض بنو تمیم اسکو معرب کہتے ہیں۔

غیر ذوات الرا کی مثال: قطام، غلاب (دونوں عورتوں کے نام) یہ حجازیین کے نزدیک مبنی ہے

اور بنو تمیم کے نزدیک معرب۔ حجازیین اسکو مبنی اسلئے قرار دیتے ہیں کہ اسکی عدل اور وزن میں فعال بمعنی امر کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ قطام ،قاطمة سے معدول ہے۔

الاصوات کل لفظ حکی به صوت او صوت به البهائم

مبنی غیر اصل کی پانچویں قسم الاصوات ہے۔

اصوات، صوت کی جمع ہے بمعنی آواز

نحویوں کے نزدیک اصوات کی تعریف یہ ہے کہ کل لفظ حکی به صوت او صوّت به البهائم

ہر وہ لفظ جس کے ذریعے کسی کی آواز کو نقل کیا جائے یا کسی جانور کو آواز دی جائے۔

اصوات کی کل دو قسمیں ہیں

وجہ حصر:۔ صوت منقولہ ہوگی یا غیر منقولہ، اگر منقولہ ہو تو اسکی دو قسمیں ہیں

(۱) مصدر اس کو لازم ہوگا یعنی صوت صرف مصدر کی طرف منقول ہو جیسے واھا تعجب کیلئے

(۲) مصدر اسکو لازم نہ ہو یعنی صوت مصدر کی طرف منقول ہو اور پھر آگے فعل میں استعمال ہو جیسے صه یہ صوت سے سکوت مصدر کیطرف منقول ہوئی ہے پھر سکوت مصدر سے اسکت فعل امر میں استعمال ہوئی

اور اگر صوت غیر منقولہ ہو پھر اسکی تین قسمیں ہیں۔

(۱) انسان پر کسی چیز کے لاحق ہونے کی وجہ سے یہ صوت واقع ہو جیسے ندامت اور تعجب کی حالت میں وَیْ وَخْ کہنا

(۲) کسی جانور کو آواز دے جیسے غاق۔

(۳) انسان کسی دوسرے کی حکایت کر رہا ہو یعنی صوت نقل کر رہا ہو جیسے نَخٌ ،نَخٌ

اعتراض:۔ مصنفؒ نے آخری دو کو ذکر کیا ہے اور پہلی تین کو چھوڑ دیا؟

جواب:۔ پہلی قسم کا حکم مصدر والا ہے لہذا یہ مصدر میں داخل ہے دوسری قسم اسمائے افعال میں سے ہے اور اسمائے افعال کی بحث گزر چکی ہے تیسری قسم کو اس لئے چھوڑا کہ جب آخری دو قسمیں مبنی ہیں تو تیسری قسم بطریق اولی مبنی ہوگی اسلئے کہ آخری دو کا تعلق غیر سے ہوتا ہے جبکہ تیسری قسم میں غیر سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اپنی آواز ہوتی ہے۔

اعتراض:۔ اصوات مبنی کیوں ہیں؟

جواب:۔ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اور اگر کہیں ترکیب میں واقع ہوں تو حکایتاً مبنی ہوتے ہیں جیسے **قال زید غاق**

اعتراض:۔ اصوات اسماء نہیں لیکن پھر بھی ان کو اسماء کی بحث میں ذکر کیا ہے کیوں؟

جواب:۔ معرب، مبنی ہونے اور مرفوع، منصوب ہونے کے اعتبار سے چونکہ یہ اسماء کیطرح ہیں اسلئے انکو اسماء میں ذکر کیا۔

المرکبات کل اسم من کلمتین لیس بینهما نسبة

یہاں سے مصنف ؒ مبنی غیر اصل کی چھٹی قسم مرکبات کو بیان فرما رہے ہوں۔

مرکبات کی تعریف: **کل اسم من کلمتین لیس بینهما نسبة**

یعنی ہر وہ اسم جو دو کلموں سے مرکب ہو اور انکے درمیان نسبت نہ ہو

اعتراض:۔ آپکی تعریف جامع نہیں اسلئے کہ اس سے سیبوے جیسی مثالیں خارج ہوگئی کیونکہ اسمیں پہلا جز کلمہ تو ہے لیکن دوسرا جز کلمہ نہیں؟

جواب:۔ ہماری تعریف میں ایک قید اور بھی ہے وہ یہ کہ وہ دونوں حقیقتاً کلمے ہوں یا حکماً دو کلمے ہوں، تو سیبوے میں اگر چہ حقیقتاً دو کلمے نہیں لیکن حکماً دو کلمے ہیں۔

فوائد قیود:۔ مصنف ؒ نے تعریف میں کل اسم کہہ کر ان مرکبات کو خارج کر دیا جو فعل سے مرکب

ہوکر آئیں جیسے تابّط شر

لیس بینھما نسبة سے مرکب اسنادی کوخارج کردیا۔

اگر دو کلموں میں سے ثانی حرف کو متضمن ہوتو وہ مبنی ہوگا جیسے خمسة عشر اصل میں خمسة وعشر تھا واو کو حذف کر دیا تو یہ مبنی ہوگا

اعتراض:۔ جزء ثانی تو حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے تو اول کیوں مبنی ہے؟ اس پر اعراب کو جاری کرنا چاہے۔

جواب:۔ اگر ہم جزء اول پر اعراب جاری کریں تو درمیان کلمہ میں اعراب کا جاری ہونا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ واو کو حذف کرنے کے بعد اسکے دونوں کلمے ایک ہوگئے ہیں۔ اثنی عشر کا پہلا جز مبنی نہیں کیونکہ سقوط نون میں اسکی مشابہت ہے مضاف کے ساتھ یعنی جس طرح مضاف سے نون گر جاتا ہے اسی طرح یہاں اثنان سے بھی نون گر گیا ہے۔

اعتراض:۔ اثنان سے نون کیوں گر گیا؟

جواب:۔ اسلئے کہ نون انفصال چاہتا ہے جبکہ ہمارا مقصد اتصال ہے (اس وجہ سے ہم نے درمیان سے واو بھی گرادی ہے) اسلئے نون کو گرادیا۔

اور اگر جزء ثانی حرف کو متضمن نہ ہوتو اسمیں تین لغات ہیں

(۱) جزء اول مبنی بر فتحہ اور جزء ثانی معرب غیر منصرف جیسے جاء نی بعلَبكُ، رایت بعلَبكَ، مررت ببعلَبكَ

(۲) جزء اول معرب منصرف جزء ثانی معرب غیر منصرف اور جزء اول مضاف ہوگا ثانی کی طرف جیسے جاء نی بعلُبكُ، رایت بعلَبكَ مررت ببعلِبكَ اس تیسری مثال میں جزء ثانی چونکہ مضاف الیہ ہے اور غیر منصرف کی حالت جری فتحہ لفظی کے ساتھ آتی ہے اسلئے اس پر بھی فتحہ ہے

(۳) جزء اول معرب منصرف جزء ثانی بھی معرب منصرف ان میں بھی نسبت ترکیب اضافی ہو جیسے جاء نی بعلُبكٍ ،رایت بعلَبكٍ ،مررت ببعلِبكٍ.

نوٹ:۔ ان تمام صورتوں میں پہلی صورت افصح ہے جو کتاب میں مذکور ہے

الکنایات کم وکذا للعدد

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی ساتویں قسم بیان فرما رہے ہیں ۔

کنایات یہ کنایہ کی جمع ہے یہ صریح کی ضد ہے۔

نحاۃ کی اصطلاح میں کنایہ کی تعریف یہ ہے۔ما یعبر عن شی معین بلفظ غیر صریح بغرض من الاغراض

ترجمہ:۔ کنایہ وہ لفظ ہے جس سے کسی شی معین کو کسی غرض سے ایسے لفظ کے ذریعے تعبیر کیا جائے جو صریح نہ ہو۔

یہاں کنایہ سے معنی مصدری مراد نہیں بلکہ وہ لفظ مراد ہے جسکے ذریعے کنایہ کیا جائے

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اسمائے کنایات مبنی میں سے ہے لیکن لفظ فلان اسمائے کنایات میں سے تو ہے لیکن مبنی نہیں؟ جیسے جاء نی فلانٌ، رایت فلاناً، مررت بفلانٍ

جواب:۔ یہاں جمیع کنایات مراد نہیں بلکہ بعض کنایات مراد ہیں اور وہ یہ چار ہیں۔

(۱) کم (۲) کذا (۳) کیت (۴) ذیت

اعتراض:۔ جب بعض کنایات مراد ہیں تو بعض الکنایات کیوں نہیں کہا؟

جواب:۔ نحاۃ کا تقریباً اس پر اتفاق ہے جب مبنیات میں کنایات کہا جاتا ہے تو اس سے یہی چار اسماء مراد ہوتے ہیں۔ یہ چونکہ تمام نحاۃ میں مشہور ہے اسلئے بعض الکنایات کہنے کی ضرورت نہیں۔

آگے مصنفؒ اسمائے کنایات کی تقسیم فرمارہے ہیں اسمائے کنایات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) بعض عدد سے کنایہ ہیں جیسے کم اور کذا

(۲) بعض حدیث سے جیسے کیت، زیت

پھر کم کی دو قسمیں ہیں

(۱) استفہامیہ (۲) خبریہ

کم استفہامیہ سوال کیلئے آتا ہے اور کم خبریہ خبر دینے کیلئے آتا ہے

سوال:۔ کنایات مبنی کیوں ہیں؟

جواب:۔ (۱) کم استفہامیہ شبہ وضعی کی وجہ سے مبنی ہے یعنی کم کی وضع حروف کی طرح ہے یعنی اس میں صرف دو حرف ہیں جیسے بعض حروف میں دو حرف ہوتے ہیں جیسے من، فی وغیرہ

(۲) کم استفہامیہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور حروف چونکہ مبنی اصل ہیں اسلئے ان کی مشابہت کی وجہ سے کم استفہامیہ بھی مبنی ہے اور کم خبریہ اسلئے مبنی ہے کہ اسکی وضع بھی حروف کی طرح ہے یا اسلئے کہ یہ کم استفہامیہ پر محمول ہے۔

کذا اسلئے مبنی ہے کہ اسمیں اصل ذا اسم اشارہ ہے اس پر کاف حرف تشبیہ داخل ہوگیا ہے اور یہ پورا کلمہ کم کے معنی میں ہے لہذا ذا اسم اشارہ اپنی اصل کی وجہ سے مبنی ہی رہےگا۔

اعتراض:۔ زید جو زا، یاء، دال حروف سے مرکب ہے اور حروف مبنی اصل ہیں لہذا زید کو بھی مبنی ہونا چاہیے حالانکہ زید معرب ہے؟

جواب:۔ یہ پہلے حروف تھے اور اب اسم بن گیا ہے بخلاف کذا کے وہ پہلے بھی اسم تھا اور اب بھی اسم ہے لہذا آپ کا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

کیت اور زیت یہ حدیث سے کنایہ ہیں اور یہ مبنی اسلئے ہیں کہ یہ جملہ کی جگہ پر واقع ہوتے ہیں

اورعلامہ زمخشری کے نزدیک جملہ من حیث الجملہ مبنی ہوتا ہے اوردوسرے نحاۃ کے نزدیک مبنی کے حکم میں ہوتا ہے بہرحال کچھ بھی ہو چونکہ یہ جملہ کی جگہ پر واقع ہوتے ہیں اسلئے مبنی ہیں۔

فكم الاستفهامية مميزها منصوب

کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کم رجلا عندك اورکم خبریہ کی تمیز مفرد مجرور بھی ہوتی ہےاور جمع مجرور بھی جیسے کم رجل عندی ، کم رجال عندی

وتدخل من فيهما

کم استفہامیہ اور خبریہ دونوں کی تمیز پر من بھی داخل ہوتا ہے جیسے کم من رجل ضربتَ ، کم من قرية اهلكنا شارح رضیؒ فرماتے ہیں کہ کم خبریہ کی تمیز پر من داخل ہوتا ہے لیکن کم استفامیہ کی تمیز پر من داخل ہونا درست نہیں البتہ دوسرے نحاۃ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ سل بنی اسرآئیل کم اٰتینا هم من آية بينة میں کم استفہامیہ بھی بن سکتا ہےاورکم خبریہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ کم استفہامیہ کی تمیز پر بھی من داخل ہوسکتا ہے کیونکہ یہاں تمیز پر من داخل ہے۔

ولهما صدر الكلام

کم استفہامیہ ہو یا خبریہ دونوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور یہ اس لئے کہ کم استفہامیہ میں استفہام کے معنی پائے جاتے ہیں اور استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے تاکہ شروع میں ہی یہ معلوم ہوجائے کہ یہ کلام کی کونسی قسم ہےاورکم خبریہ بھی انشاء تکثیر پر دلالت کرتا ہےاور یہ بھی کلام کی ایک قسم ہے اسلئے یہ بھی صدارت کلام کو چاہتا ہے تاکہ ابتدا میں ہی معلوم ہوجائے کہ کلام کس قسم کا ہے

وكلاهما يقع مرفوعا

کم استفہامیہ اور خبریہ میں سے ہر ایک محلا مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے ہیں۔

اعتراض:۔ استفہامیہ اور خبریہ دونوں مؤنث ہیں تو کلتاھما کیوں نہیں کہا؟

جواب:۔ دونوں کو نوع کی تاویل کر کے **کلاھما** لایا ہے یعنی اصل عبارت **کلا ھذین النوعین** ہے۔

فکل ما بعده فعل غیر مشتغل عنه

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ کم استفہامیہ اور خبریہ کہاں مرفوع ہوتے ہیں اور کہاں منصوب اور کہاں مجرور ہوتے ہیں۔

منصوب: ہروہ کم جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے ماقبل (یعنی کم) سے اعراض نہ کررہا ہو (بلکہ اس میں عمل کررہا ہو) تو وہ منصوب ہوگا علی حسب العوامل یعنی اگر فعل مفعول مطلق کا تقاضہ کرے یا ظرف کا یا مفعول بہ کا تو یہ بھی اسی طرح ہونگے۔

کم استفہامیہ میں مفعول مطلق کی مثال: **کم ضربةً ضربتَ**

کم استفہامیہ میں مفعول بہ کی مثال: **کم رجلا ضربتَ**

کم استفہامیہ میں مفعول فیہ کی مثال: **کم یوما صمتَ فیه**

کم خبریہ میں مفعول مطلق کی مثال: **کم ضربةٍ ضربتُ**

کم خبریہ میں مفعول بہ کی مثال: **کم غلامٍ ملکتُ**

کم خبریہ میں مفعول فیہ کی مثال: **کم یومٍ صمتُ فیه**

مجرور: جہاں کم پر حرف جر داخل ہو یا کم سے پہلے مضاف ہو تو کم محلا مجرور ہوگا

جیسے کم استفہامیہ کی مثال: **بکم درهما اشتریتَ، غلام کم رجلا اشتریتَ.**

کم خبریہ کی مثال: **بکم درهمٍ اشتریتُ، غلام کم رجلٍ ملکتُ**

اعتراض:۔ مذکورہ مثالوں میں حرف جر اور مضاف کی صورت میں کم سے صدارت کلام فوت

ہوگی حالانکہ آپ نے کہا تھا کہ کم کیلئے صدارت کلام کا ہونا ضروری ہے؟

جواب:۔ (۱) جار مجرور میں شدت اتصال کی وجہ سے کلمہ واحدہ کے حکم میں ہیں اور یہ صدارت کے منافی نہیں ہے۔

جواب:۔ (۲) اگر ہم صدارت کلام کا اعتبار کریں تو اس صورت میں مجرور کا جار سے مقدم ہونا لازم آئیگا اور یہ صحیح نہیں اس مجبوری کی بنا پر ہم نے صدارت کلام کو فوت کر دیا یعنی مذکورہ صورت میں دو خرابیوں میں سے ایک لازم آرہی تھی یا تو صدارت کلام فوت ہو جاتا اور یا مجرور کا مقدم ہونا لازم آتا تو صدارت کلام کا فوت ہونا بہتر ہے اس سے کہ مجرور جار سے مقدم ہو۔

مرفوع:۔ اگر مذکورہ دونوں صورتیں (منصوب اور مجرور) نہ ہوں تو کم مرفوع ہوگا کبھی مبتدا ہونے کی وجہ سے اور کبھی خبر کی وجہ سے یعنی اگر دوسرا جز ظرف نہ ہو تو مرفوع ہوگا مبتدا ہونے کی وجہ سے جیسے کم رجلا اخوك یہاں کم رجلا مبتدا اور اخوک خبر ہے اور اگر دوسرا جز ظرف ہو تو خبر کی وجہ سے مرفوع ہوگا جیسے کم یوما سفرك اسمیں کم یوما خبر مقدم اور سفرک مبتدا مؤخر ہے۔

وكذلك اسماء الاستفهام والشرط

اسماء استفہام اور شرط کی ذات کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں

(۱) وہ اسماء جو استفہام اور شرط دونوں میں مشترک ہوں جیسے من، ما، ایّ، این، انّی، متی۔

(۲) صرف استفہام کیلئے ہوں جیسے کیف، ایان

(۳) صرف شرط کیلئے ہوں جیسے اذا

اور وجوہ اعراب کے اعتبار سے ان اسماء کی چار قسمیں ہیں

وجہ حصر:۔ یہ اسماء ظرف ہونگے یا نہیں اگر ظرف ہوں تو دو حال سے خالی نہیں شرط کے معنی کو

متضمن ہونگے یا استفہام کے معنی کو اگر ظرف اور استفہام کے معنی کو متضمن ہوں تو یہ پانچ اسماء ہیں۔ این ،انّی ،متی ، کیف، ایان یہ کبھی مرفوع ہوتے ہیں کبھی منصوب اور کبھی مجرور۔
مجرور جیسے من این انت، منصوب جیسے این جلست اور یہ مرفوع بھی ہوتے ہیں بنابر خبریت کے جیسے این زید

اور اگر ظرف شرط کے معنی کو متضمن ہو جیسے اذا، تو اسمیں دو طرح کے اعراب جاری ہوتے ہیں
(۱) جر جیسے اٰتیتك فی اذا طلعت الشمس (۲) نصب جیسے اٰتیتك اذا طلعت الشمس

اگر وہ اسماء ظروف نہ ہوں تو پھر بھی دو حال سے خالی نہیں لازم الاضافت ہونگے یا نہیں، اگر لازم الاضافت ہوں جیسے ایّ تو اس پر چار طرح کے اعراب جاری ہونگے۔
(۱) نصب جیسے ایُّهم لقیت (۲) جر جیسے بایِّهم مررت (۳) مرفوع بنابر مبتدا جبکہ خبر جار مجرور ہو جیسے ایُّهم فی الدار (۴) مرفوع بنابر خبر جیسے ایُّهم اخوك

اور اگر وہ اسماء لازم الاضافت نہ ہوں جیسے من، ما تو اس پر تین قسم کے اعراب جاری ہونگے

(۱) جر جیسے بمن مررت، بما مررت

(۲) نصب جیسے من ضربت، ما اشتریت

(۳) رفع بنابر خبریت جیسے من نبیك ،ما دینك

اور اگر من، ما شرطیہ ہوں تو ان پر بھی یہی تینوں اعراب جاری ہونگے

(۱) جر، بمن تمرُرْ امرُرْ، بما تضربْ اضربْ

(۲) نصب من تضربْ اضربْ ،ما تشتری اشتری

(۳) رفع جیسے من ضربته ضربته ،ما تشتریه اشتریه

....

وفی مثل کم عمة لك یا جریر

کــم عــمة الخ اوراس جیسی مثالوں میں تین وجہیں پڑھنا جائز ہے یہ فرزدق کے ایک شعر کا ٹکڑا ہے جس میں اس نے جریر کو مخاطب کیا ہے۔ پورا شعر اس طرح ہے

کم عمة لك یا جریر و خالة :: فدعاء قد حلبت علی عشاری

ترجمہ: اے جریر تمھاری کتنی پھوپھیاں اور خالائیں ایسی ہیں جنکے ہاتھ ٹیڑے ہیں جو میری دس ماہ کی حاملہ اونٹیوں کا دودھ دوہتی ہیں۔

سوال:۔ ان جیسی مثالوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ ان جیسی مثالوں سے مراد ہر وہ مثال جہاں کم میں دو احتمال ہوں استفہامیہ اور خبریہ اور تمیز میں بھی دو احتمال ہوں محذوف ہو یا مذکور۔

اس عبارت (وفی مثل کم) میں دو احتمال ہیں

(۱) کم میں تین وجہیں جائز ہیں

(۲) کم کی تمیز میں تین وجہیں جائز ہیں۔

کم میں تین وجہیں یہ ہیں۔(۱) مرفوع: یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا چاہے کم استفہامیہ ہو یا خبریہ

(۲) نصب علی الظرفیة: یعنی ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہوگا چاہے کم استفہامیہ ہو یا خبریہ لیکن اس صورت میں اسکی تمیز محذوف ہوگی جو کہ مرة ہے (۳) نصب علی المصدریة: یعنی مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا چاہے کم استفہامیہ ہو یا خبریہ اس صورت میں بھی کم کی تمیز مصدر محذوف ہوگی (ان کی مثالیں کم کے اعراب کے شروع میں گزری ہیں دوبارہ دیکھیں)

(۲) دوسرا احتمال یہ تھا کہ کم کی تمیز میں تین وجہیں جائز ہوں وہ اس طرح کہ

(۱) مرفوع، اس صورت میں یہ مبتدا ہوگا اور بعد والا فعل خبر چاہے کم استفہامیة ہو یا خبریہ لیکن

اس صورت میں یہ اسم تمیز نہیں ہوگا بلکہ تمیز محذوف ہوگی اور اسکو تمیز کہنا مجاز ہے۔
(۲) منصوب، کم استفہامیہ کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا
(۳) مجرور، کم خبریہ کی تمیز ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا۔

وقد يحذف في مثل كم مالك وكم ضربت

مثل سے مراد ہر وہ مثال ہے جہاں تمیز کے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو۔ یہاں ان دونوں مثالوں میں قرینہ حالیہ موجود ہے پہلی مثال میں جب آدمی مال کے بارے میں سوال کرے یا خبر دے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ مال کی کمیت معلوم کرنا چاہتا ہے اور عرف میں مال سے درھم اور دینار مراد ہوتے ہیں لہذا التقدیری عبارت یہ ہوگی۔ استفہامیہ کی مثال: کم درهما مالك ،خبریہ کی مثال: کم درهم مالك اور دوسری مثال میں جب نفس ضرب کا علم ہونے کے بعد سائل سوال کرتا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ تعداد کے بارے میں سوال کر رہا ہے تو اس صورت میں مثال ثانی کی تقدیری عبارت یوں ہوگی۔

استفہامیہ کی مثال: كم مرةً ضربت یا كم ضربةً ضربت
خبریہ کی مثال: كم مرةٍ ضربت یا كم ضربة ضربت

الظروف منها ما قطع عن الاضافة

یہاں سے مصنفؒ مبنی غیر اصل کی آخری قسم ظروف کو بیان فرما رہے ہیں۔ظروف کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان ظروف کی ہے جو مقطوع عن الاضافت ہوں یعنی مضاف الیہ مذکور نہ ہو جیسے قبل، بعد وغیرہ۔

قبل، بعد کی تین حالتیں ہیں دو حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں یہ مبنی ہوتے ہیں۔
وجہ حصر: قبل اور بعد کا مضاف الیہ مذکور ہوگا یا محذوف اگر مضاف الیہ مذکور ہو تو یہ معرب اگر مضاف الیہ محذوف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو محذوف نسیا منسیا ہوگا یا محذوف منوی۔ اگر

محذوف نسیا منسیا ہو تو پھر بھی معرب جیسے رب بعد کان خیرا من قبلٍ اگر محذوف منوی ہو تو پھر یہ مبنی ہونگے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے لله الامر من قبلُ ومن بعدُ اس صورت میں ان ظروف کو غایات بھی کہتے ہیں کیونکہ مضاف الیہ کے محذوف ہونے کی وجہ مضاف (یعنی قبل ،بعد) کلام کی غایت اور انتہاء ہوتے ہیں۔

مبنی ہونے کی وجہ: تیسری صورت میں قبل ،بعد شبہ افتقاری کی وجہ سے مبنی ہوتے ہیں یعنی جس طرح حروف محتاج ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی اپنے معنی دینے میں مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

وما اجری مجراہ لا غیر ولیس غیر

لا غیر ،لیس غیر اور حسب مضاف الیہ کے محذوف ہونے میں قبل اور بعد کے قائم مقام ہیں لہذا یہ بھی مبنی ہیں جیسے جاء نی زید لیس غیر ،لا غیر ،حسب

نوٹ:۔ اس صورت میں حسب فقط کے معنی میں ہوگا۔ لیس غیر اور لا غیر قبل و بعد کے قائم مقام اسلئے ہیں کہ غیر میں شدت ابہام کی وجہ سے اسکی غایات کے ساتھ مشابہت ہے اور حسب کثرت استعمال اور شدت نکارت میں غیر کے مشابہ ہے کیونکہ حسب باوجود اضافت کے معرفہ نہیں ہوتا جیسے غیر اضافت کے باوجود معرفہ نہیں ہوتا

ومنها حیث ولا یضاف الا الی الجملة

ظروف مبنیہ میں سے ایک حیث بھی ہے اور یہ مکان کیلئے آتا ہے

امام اخفشؒ کا اختلاف: امام اخفش فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اجلس حیث زید جالس کا مطلب ہے کہ اجلس فی کل زمان جلس زید فیه حیث کا اکثر اور زیادہ استعمال یہ ہے کہ یہ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے آگے جملہ عام ہے چاہے اسمیہ ہو یا فعلیہ جملہ اسمیہ کی مثال: قمت حیث زید قائم جملہ فعلیہ کی

مثال: قمت حیث قام زید

لیکن کبھی کبھی اس کا مضاف الیہ مفرد بھی ہوتا ہے جیسے

اما تری حیث سهیل طالعا :: نجم یضی کا لشهاب ساطعا

یہاں حیث مضاف ہے سہیل کی طرف جو کہ مفرد ہے

حیث کی مبنی ہونے کی وجہ: یہ شبہ افتقاری کی وجہ سے مبنی ہے کیونکہ جملہ بذات خود مضاف الیہ نہیں ہوتا بلکہ جملہ سے حاصل شدہ مصدر مضاف الیہ ہوتا ہے تو حیث کی اضافت جملہ کی طرف ایسی ہے گویا مضاف الیہ ہے ہی نہیں بلکہ محذوف ہے اس طرح اس کی مشابہت قبل اور بعد کے ساتھ ہو جاتی ہے

ومنها اذا وهی للمستقبل

ظروف مبنیہ میں سے ایک اذا بھی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) زمانیہ (۲) مکانیہ

اگر اذا زمانیہ ہو تو یہ مستقبل کیلئے آتا ہے اگر ماضی پر داخل ہو تو اس کو بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اسلئے کہ اذا کو اصل میں ایسے مستقبل کیلئے وضع کیا گیا ہے جس کا وقوع یقینی ہو

مثالیں: اذا طلعت الشمس ،اذا الشمس کورت

کبھی کبھی اذا ماضی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے حتی اذا بلغ بین السدین اور حتی اذا جعله نارا. اذا میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اس شرط کے معنی کی رعایت کر کے اذا کے بعد فعل لانا اولیٰ ہے اگر چہ اسم بھی جائز ہے

فائدہ:۔ جو حروف شرط کیلئے ہی وضع ہوں ان کے بعد فعل لانا ضروری ہوتا ہے اور اذا چونکہ شرط کیلئے وضع نہیں بلکہ اس کی وضع ظرف کیلئے ہے البتہ شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اسلئے اسکے بعد فعل لانا مختار ہوگا واجب نہیں ہوگا کیونکہ واجب صرف ان حروف کے بعد ہے جو وضع ہی شرط

کیلئے ہوں۔

شرط کی تعریف: **ترتب مضمون جملة علی جملة اخری**

یعنی ایک جملہ کے مضمون کو دوسرے جملے پر موقوف کرنا جیسے اگر محنت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے، تو کامیابی کو محنت پر موقوف کیا ہے اسی کو شرط کہتے ہیں۔

اذا کے مبنی ہونے کی وجہ: (۱) اذا میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں تو حروف شرط کیساتھ مشابہت ہوگئی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جیسے حیث مضاف ہوتا ہے اور اسکا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے اسی طرح اذا بھی مضاف ہوتا ہے اور اسکا مضاف الیہ مصدر محذوف ہوتا ہے لہذا شبہ افتقاری کی وجہ سے یہ بھی مبنی ہے۔

وقد تكون للمفاجاة فيلزم المبتدا بعدها

اذا کبھی مفاجاۃ کیلئے بھی آتا ہے اس وقت اس کے بعد اسم اور فعل دونوں لا سکتے ہیں لیکن اکثر اسم یعنی مبتدا آتا ہے تاکہ اذا مفاجاتیہ اور شرطیہ میں فرق ہو جائے جیسے **خرجت فا ذا السبع ای واقف**

ومنها اذ للماضي و يقع بعدها الجملتان

ظروف مبنیہ میں سے ایک اذ بھی ہے یہ ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **واذ يمكر بك الذين كفروا** اس صورت میں اسکے بعد دو جملے ہوتے ہیں یعنی جملہ اسمیہ اور فعلیہ پھر فعلیہ عام ہے چاہے ماضیہ ہو یا مستقبلہ تینوں کی مثال اللہ کے اس کلام میں موجود ہے **اذ اخرجه الذين كفروا ثاني اثنين اذ هما في الغار اذ يقول**

اذ کبھی کبھی مجازاً مستقبل کا معنی بھی دیتا ہے جیسے **اذ قال الله يا عيسى ابن مريم ءأنت قلت** اور **فسوف يعلمون اذ الا غلال في اعناقهم**

اور اذ کبھی کبھی مفاجات کیلئے بھی آتا ہے لیکن بہت کم استعمال ہوتا ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے

اس کوذکر بھی نہیں کیا ہے جیسے خرجت فاذ زید قائم

ومنها این وانی للمکان استفهاما وشرطا

ظروف مبنیہ میں سے این اورانی بھی ہیں یہ مکان کیلئے استعمال ہوتے ہیں استفہام کے طور پر بھی اور شرط کے طور پر بھی۔

استفہام کی مثال: این زید ،انی زید (زید کہاں ہے)

شرط کی مثال: این ،انی تجلس اجلس (جہاں تو بیٹھے گا وہاں میں بیٹھوں گا)

اورانی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ کا فرمان ہے فاتوا حرثکم انی شئتم ای کیف شئتم اور کبھی کبھی متی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے انی القتال ای متی القتال

این اورانی کے مبنی ہونے کی وجہ: یہ دونوں اسلئے مبنی ہیں کہ ان دونوں میں حرف استفہام اور حرف شرط کے معنی پائے جاتے ہیں۔

متی بھی ظروف زمانیہ میں سے ہے اور یہ شرط اور استفہام دونوں کیلئے آتا ہے جیسے شرط کی مثال: متی تخرجُ اخرجُ اور استفہام کی مثال :متی القتال

متی کی مبنی ہونے کی وجہ: متی بھی حرف استفہام اور حرف شرط کے معنی کو متضمن ہے اسلئے یہ بھی مبنی ہے

ایان بھی ظروف زمانیہ میں سے ہے اور یہ صرف استفہام کیلئے آتا ہے شرط کیلئے نہیں آتا ہے جیسے ایان یوم الدین

ایان کے مبنی ہونے کی وجہ: ایان حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اسلئے مبنی ہے ۔

متی اور ایان میں فرق: (۱) ایان امور عظام کیلئے آتا ہے جبکہ متی عام ہے سب کیلئے آتا ہے

لہذا ایان یوم قیام زید نہیں کہہ سکتے اور متی یوم قیام زید کہہ سکتے ہیں (۲) ایان کے بعد جملہ مستقبلہ ہوتا ہے اور متی عام ہے مستقبلہ اور ماضیہ دونوں ہوتے ہیں لہذا ایان قدم الحاج نہیں کہہ سکتے اور متی قدم الحاج کہنا جائز ہے

کیف حال کے استفہام کیلئے آتا ہے حال سے مراد صفت ہے زمانہ حال نہیں پس کیف حالك کا معنی ہے علی ای صفة انت ای صحیح ام سقیم

اعتراض:۔ یہ بحث ظروف کی ہے کیف ظروف میں سے نہیں پھر اس کو یہاں کیوں ذکر کیا؟

جواب:۔ اخفش کے نزدیک یہ بھی ظرف ہے اور سیبوے کے نزدیک اگر چہ ظرف نہیں لیکن قائم مقام ظرف میں سے ہے۔

سوال:۔ یہ قائم مقام کس طرح ہے؟

جواب:۔ اس طرح کہ جار مجرور اور ظرف آپس میں متقارب ہیں اور کیف اور ظرف دونوں ماؤل بہ جار مجرور ہوتے ہیں جیسے کیف زید کا معنی ہے علی ای حال زید اور صمت یوم الجمعة کا معنی ہے صمت فی یوم الجمعة لہذا کیف قائم مقام ظرف ہوا۔

کیف کی مبنی ہونے کی وجہ: کیف حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے اسلئے یہ مبنی ہے

ومذ ومنذ بمعنی اول المدة فیلیهما المفردة المعرفة

ظروف مبنیہ میں سے مذ و منذ بھی ہیں اور یہ دو معنوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں

(۱) اول مدت کیلئے (۲) جمیع مدت کیلئے

اول مدت کی صورت میں انکے بعد مفرد معرفہ ہوگا جیسے ما رایته مذ ومنذ یوم الجمعة ای اول مدة زمان عدم رؤیته یوم الجمعة ۔ یہاں مفرد، تثنیہ جمع کے مقابلے میں ہے یعنی مفرد ہوگا تثنیہ اور جمع نہیں ہوگا۔

اور جمیع مدت کی صورت میں ان کے بعد مقصود بالعدد ہوگا جیسے **ما رایته مذ ومنذ یومان ای جمیع اجزاء عدم رؤیته یومان** یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی کل مدت دو دن ہے۔

مذ ومنذ میں اصل قانون تو یہی ہے کہ یہ اول مدت اور جمیع مدت کیلئے استعمال ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی یہ عام ہوتے ہیں اور ان کے بعد مصدر، فعل، اَنَّ اور اَنْ مخففہ بھی آتا ہے اور کبھی جملہ اسمیہ بھی آتا ہے لیکن بہت کم، اسی لئے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

مصدر کی مثال: **ماخرجت مذ و منذ ذهابك**

فعل کی مثال: **ما خرجت مذ ومنذ ذهبت**

ان کی مثال: **ما خرجت مذ ومنذ اَنّك ذاهب**

ان مخففہ کی مثال: **ما خرجت مذ ومنذ اَنْ ذهبت**

جملہ اسمیہ کی مثال: **ما خرجت مذ ومنذ زيد مسافر**

البتہ ان تمام صورتوں میں ان کے بعد لفظ زمان مضاف محذوف ہوگا جیسے **ما خرجت مذ ذهابك ای زمان ذهابك**

وهو مبتدا وخبره ما بعد ه خلافا للزجاج

مذ اور منذ ترکیب میں کیا واقع ہونگے اسمیں جمہور اور امام زجاج کا اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک مذ ومنذ مبتدا ہیں اور بعد والا اسکی خبر جبکہ امام زجاج کے نزدیک مذ ومنذ خبر مقدم ہیں اور بعد والا مبتدا ہوگا۔

مبنی ہونے کی وجہ: منذ ومذ کی اس مذ اور منذ کیساتھ وضعا مشابہت ہے جو حروف جارہ ہیں لہذا یہ شبہ وضعی کی وجہ سے مبنی ہیں۔

ومنها لدیٰ ولدن وقد جاء

ظروف مبنیہ میں سے لدی اور لدن بھی ہیں یہ دونوں عند کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

عند،لدیٰ اورلدن میں فرق: لدی،لدن اس وقت استعمال ہوتے ہیں جب مال انسان کے پاس اس وقت موجود ہواور عند عام ہے چاہے مال موجود ہو یا کسی اور جگہ محفوظ ہولہذا اگر کسی کے گھر میں مال موجود ہولیکن فی الحال جیب میں نہ ہو تو **عندی عشرون درهما** کہہ سکتا ہے لیکن **لدی عشرون درهما** نہیں کہہ سکتا۔

لدن میں دوسری لغات: لدن میں اسکے علاوہ چھ لغات اور بھی ہیں (۱) لَدْنِ (۲) لَدِنْ (۳) لُدْنِ (۴) لَدْ (۵) لُدْ (۶) لَدُ

مبنی ہونے کی وجہ: اسمیں کئی لغات ہیں بعض کی وضع حروف کی طرح ہے مثلاً لَدْ، لُدْ، تو وضع کے اعتبار سے یہ حروف کیساتھ مشابہ ہو گئے لہذا اشبہ وضعی کی وجہ سے مبنی ہیں اور باقی پہلی تین لغات کو اس پر محمول کر دیا ہے۔

ومنها قط للماضی المنفی

ظروف زمانیہ میں سے ایک قط بھی ہے یہ ماضی منفی استغراق کیلئے آتا ہے جیسے **ما رأيته قط** (میں نے اسکو کبھی بھی نہیں دیکھا)

قط میں اسکے علاوہ چار لغات اور بھی ہیں۔ قُطُّ، قُطً، قَطْ، قُطْ

وجہ مبنی: (۱) اگر یہ مشدد نہ ہو جیسے قَطْ اور قُطْ تو دوحرفی ہونے کی وجہ سے وضع کے اعتبار سے حروف کیساتھ مشابہت ہے اسلئے مبنی ہے اور باقی مشدد کو اس پر محمول کیا گیا ہے (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ قط کو عوض پر محمول کر کے مبنی کر دیا ہے کیونکہ دونوں فعل کی نفی کیلئے آتے ہیں۔ اور عوض کے مبنی ہونے کی وجہ عوض کے تحت آرہی ہے۔

وعوض للمستقبل المنفی

ظروف زمانیہ میں سے ایک عوض بھی ہے یہ مستقبل میں نفی کے استغراق کیلئے آتا ہے جیسے **لا اضربك عوض** (میں تمہیں آئندہ کبھی نہیں ماروں گا)

اسمیں کل تین لغات ہیں عَوضُ ،عَوضَ ،عَوضِ

وجہ بنی: یہ مقطوع عن الاضافت ہوتا ہے اسکا مضاف الیہ قبل اور بعد کی طرح محذوف منوی ہوتا ہے لہذا قبل، بعد کیساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ بھی مبنی علی الضمہ ہوتا ہے۔

والظروف المضافة الى الجملة

یہاں سے مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کرر ہے ہیں

قاعدہ: وہ ظروف جو جملہ کی طرف مضاف ہوں یا ایسے اذ کی طرف مضاف ہوں جو مضاف ہو جملہ کی طرف یعنی وہ ظروف جو جملہ کی طرف بلا واسطہ مضاف ہوں یا بواسطہ اذ جملہ کی طرف مضاف ہوں تو ان ظروف کو مبنی اور معرب دونوں پڑھنا جائز ہے معرب تو اسلئے کہ یہ اصل میں اسماء ہیں اور اسم میں اصل یہ ہیکہ وہ معرب ہو اور مبنی اسلئے کہ یہ اپنے مضاف الیہ سے بنا اخذ کرتے ہیں یعنی مضاف الیہ سے مبنی والی صفت حاصل کرتے ہیں اور یہ مبنی علی الفتح ہونگے کیونکہ حرکات میں فتحہ اخف الحرکات ہے جیسے یومَ ینفع الصادقین ۔

وكذلك مثل وغير مع ما وأَنَّ وأَنْ

ایسے ہی لفظ مثل اور غیر جب لفظ ما یا اَنَّ اور اَنْ کیساتھ استعمال ہوں تو ان کو بھی معرب اور مبنی دونوں پڑھنا جائز ہے معرب تو اسلئے پڑھنا جائز ہے کہ یہ دونوں اسم ہیں اور اسم معرب ہوتا ہے اور مبنی اسلئے جائز ہے کہ اس صورت میں ان دونوں کی ان ظروف کیساتھ مشابہت ہوتی ہے جو جملہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں جیسے اذ اور حیث وغیرہ مثالیں ملاحظہ کریں۔

ما کیساتھ مستعمل کی مثال: قیامی مثل ما قام زید اوغیر ما قام زید

اَنْ کے ساتھ مستعمل کی مثال: قیامی مثل اَنْ تقوم او غیر اَنْ تقوم، اَنَّ کیساتھ مستعمل کی مثال قیامی مثل اَنَّك قائم او غیر اَنَّك قائم.

المعرفة والنكرة المعرفة ما وضع لشی بعینه

یہاں سے مصنفؒ معرفہ اور نکرہ کو بیان فرمارہے ہیں

معرفہ کی تعریف: ما وضع لشی بعینه

یعنی معرفہ ہر وہ اسم ہے جس کو شی معین کیلئے وضع کیا گیا ہو

فوائد قیود: اس تعریف میں لفظ ما جنس ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے وضع لشی بعینہ یہ فصل ہے اس سے نکرہ خارج ہو گیا کیونکہ اسکی وضع شی معین کیلئے نہیں ہوتی۔ معرفہ کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) مضمرات جیسے انا، نحن

(۲) اعلام جیسے زید، عمر، بکر

(۳،۴) مبہمات (اس سے مراد اسماء اشارات اور اسماء موصولات ہیں کیونکہ اسم اشارہ بغیر مشارالیہ کے اور اسم موصول بغیر صلہ کے مبہم ہوتا ہے) جیسے هذا، الذی، الذان، الذین وغیرہ

(۵) معرف باللام جیسے الرجل

(۶) پہلے پانچ میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو جیسے مضمرات کی مثال: غلامه علم کی مثال غلام زید، اسم اشارہ کی مثال: غلام هذا اسم موصول کی مثال: غلام الذی عندی معرف باللام کی مثال: غلام الوجل

اعتراض:۔ پانچویں اور چھٹی قسم میں ما عرف باللام والندا کہا (یعنی جس کو لام اور ندا کے ذریعے معرفہ بنایا گیا ہو) معرف باللام اور منادی کیوں نہیں کہا؟

جواب:۔ اسلئے کہ معرف باللام اور منادی کی تمام اقسام معرفہ نہیں بلکہ بعض اقسام نکرہ ہیں جیسے منادی جب نکرہ غیر معین ہو تو وہ نکرہ ہوتا ہے جیسے نابینا کا قول یا رجلا خذ بیدی اسی طرح معرف باللام میں اگر الف، لام زائد ہو تو وہ بھی نکرہ ہوتا ہے جیسے ولقد امر علی اللئیم یسبنی

العلم ما وضع لشي بعينه غير متناول غيره بوضع واحد

یہاں سے مصنفؒ علم کی تعریف کرر ہے ہیں۔

اعتراض:۔ معرفہ کی باقی اقسام میں سے کسی ایک کی بھی تعریف نہیں کی صرف علم کی تعریف کیوں کی؟

جواب:۔ باقی تمام کی تفصیل ماقبل گزر چکی ہے اور علم کی تفصیل نہیں گزری تھی اسلئے صرف اسکی تعریف کی ہے۔

علم کی تعریف: **العلم ما وضع لشي بعينه غير متناول غيره بوضع واحد**
یعنی علم اسکو کہتے ہیں جو کسی شی معین کیلئے وضع کیا گیا ہو اسکے علاوہ کسی اور کو شامل نہ ہو وضع واحد کیساتھ۔

فوائد قیود: اس تعریف میں لفظ ما جنس ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے **وضع لشي بعينه** یہ فصل اول ہے اس سے نکرہ خارج ہو گیا لیکن ابھی تک معرفہ اسمیں شامل ہے **غير متناول غيره** فصل ثانی ہے اس سے معرفہ کی تمام اقسام خارج ہو گئیں۔ **بوضع واحد** یہ قید احترازی نہیں بلکہ دفع شبہ کیلئے ہے شبہ یہ تھا کہ اس تعریف سے اسم مشترک خارج ہو گیا تو مصنفؒ نے وضع واحد کی قید لگا کر اسم مشترک کو داخل کر دیا کہ وہاں غیر کو شامل ہونا وضع واحد کی وجہ سے نہیں بلکہ اوضاع متعددہ کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً زید اگر کئی آدمیوں کا نام ہو۔

واعرفها المضمر المتكلم ثم المخاطب

معرفہ کی تمام اقسام میں سے سب سے زیادہ اعرف ضمیر متکلم ہے اسکے بعد ضمیر مخاطب اور اسکے بعد ضمیر غائب۔

....

النكره ما وضع لشي لا بعينه

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ نکرہ کی تعریف کررہے ہیں

تعریف: ما وضع لشی لا بعینه

یعنی نکرہ ہر وہ اسم ہے جس کو شی غیر معین کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

فوائد قیود: اس تعریف میں ما وضع لشئی جنس ہے معرفہ اور نکرہ دونوں کو شامل ہے غیر معین فصل ہے اس سے معرفہ خارج ہو جاتا ہے۔

اسماء العدد ما وضع لكمية احاد الاشيآء

یہاں سے مصنف اسماء عدد کی تفصیل کررہے ہیں اور اسکے بارے میں تین چیزیں قابل بیان ہیں

(۱) عدد کی تعریف (۲) عدد کی کیفیت (۳) معدود کی کیفیت

(۱) عدد کی تعریف:۔ ما وضع لكمية احاد الاشياء یعنی وہ لفظ جس کو اشیاء کے افراد کی کمیت بتانے کیلئے وضع کیا گیا ہو اسکو عدد کہتے ہیں۔

(۲) عدد کی کیفیت:۔ عدد کی کیفیت سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ کلام عرب میں ایک اور دو کیلئے علیحدہ سے کوئی لفظ استعمال نہیں ہوتا اگر کہیں استعمال ہو بھی جائے تو وہ تاکید کیلئے ہونگے جیسے قلم واحد ،قلمان اثنان ، یہاں قلم کے ساتھ واحد کی ضرورت نہیں کیونکہ قلم خود ایک پر دلالت کرتا ہے یہی حال قلمان کا ہے۔ کیفیت کے اعتبار سے عدد کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) واحد اور اثنان (۲) ثلث تا تسع (۳) لفظ عشر (۴) عشرون واخوتھا، مائۃ اور الف

(۱) واحد، اثنین یہ مفرد استعمال ہوں یا مرکب ہر حال میں اپنی تمیز کے موافق ہونگے یعنی تمیز مذکر تو یہ عدد بھی مذکر اور تمیز مؤنث تو عدد بھی مؤنث جیسے مفرد کی مثال: رجل واحد، امرأة واحدة، رجلا ن اثنان ،امرأتان اثنان

مرکب کی مثال: احد عشر رجلا، احد وعشرون رجلا، احدى وعشرون امرأة،

النا عشر رجلا، الثان وعشرون رجلا، النتا عشرة امرأة، والنتان وعشرون امرأة۔

(۲) ثلثہ سے لیکر تسعہ تک:۔ یہ ہمیشہ اپنی تمیز کے مخالف ہونگے یعنی اگر تمیز مذکر تو یہ مؤنث اور تمیز مؤنث تو یہ مذکر ہونگے چاہے مفرد استعمال ہوں یا مرکب جیسے مفرد کی مثال: ثلثة رجال، ثلث نسوة، اور مرکب کی مثال جیسے ثلثة عشر رجلا، ثلثة وعشرون رجلا، ثلث عشرة امرأة وغیرہ

(۳) عشرة یہ مفرد میں تمیز کے مخالف اور مرکب میں تمیز کے موافق ہوگا جیسے مفرد کی مثال: عشرة رجال، عشر نسوة مرکب کی مثال: احد عشر رجلا ،ثلث عشرة امراة وغیرہ

(۴) عشرون اور اسکے اخوات، مائہ ،الف:۔ یہ ہمیشہ ایک طرح استعمال ہوتے ہیں یعنی تذکیر وتانیث اور مفرد اور مرکب میں برابر استعمال ہوتے ہیں جیسے مفرد کی مثال: عشرون رجلا وامرأة ،مائة رجل وامرأة ،الف رجل وامرأة .

مرکب کی مثال: احد وعشرون رجلا ،احدی وعشرون امرأة وغیرہ۔

سوال:۔ ثلثہ سے تسعہ تک عدد کو تمیز کے مخالف کیوں لایا موافق کیوں نہیں لایا؟

جواب:۔ ثلثہ، اربعہ، خمسہ وغیرہ یہ سب جمع ہیں اور جمع مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے اسلئے مذکر کیلئے عدد مؤنث لایا اب اگر مؤنث کیلئے بھی عدد مؤنث لاتے تو مذکر اور مؤنث میں فرق معلوم نہ ہوتا اسلئے ہم نے مؤنث کیلئے عدد مذکر لایا۔

سوال:۔ مذکر کیلئے مذکر اور مؤنث کیلئے مؤنث کیوں نہیں لاتے؟

جواب:۔ مذکر کا حق پہلے ہوتا ہے جب ہم اسکو مؤنث دے چکے تھے تو پیچھے مؤنث رہ گئی تو

فرق بیان کرنے کیلئے مؤنث کو مذکر دے دیا۔

شارح رضی کی طرف سے دوسری وجہ:

اعداد میں اصل مؤنث ہے اسی لئے اگر عدد اکیلا استعمال ہو تو مؤنث استعمال ہوتا ہے اور اسماء میں اصل مذکر ہے اور مؤنث اسکی فرع ہے تو اصل کو اصل دیا اور فرع کو فرع دیا یعنی مذکر کیلئے مؤنث عدد لایا اور مؤنث کیلئے مذکر عدد لایا۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ اعداد میں اصل مؤنث ہے اسکی کیا دلیل ہے؟

جواب:۔ دلیل یہ ہے کہ اعداد جب مطلق استعمال ہوتے ہیں گنتی وغیرہ میں تو وہ مؤنث استعمال ہوتے ہیں جیسے ثلثة ،اربعة ،خمسة وغیرہ۔

وتميم تكسير الشين فى المؤنث

اہل تمیم عشرۃ کی شین کو مؤنث میں کسرہ دے کر عشِرۃ پڑھتے ہیں کیونکہ احدی عشرۃ اور اثنتا عشرۃ میں چار اور ثلث عشرۃ سے تسع عشرۃ تک پانچ فتحات کا جمع ہونا لازم آتا ہے اور اہل حجاز اس کو کبھی فتحہ اور کبھی سکون کیساتھ پڑھتے ہیں اور یہی افصح ہے کیونکہ فتح اخف اور کسرہ اثقل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد احد عشَر کو کبا میں عشر فتحہ کیساتھ اور وقطعنا هم اثنتى عشْرة میں سکون کے ساتھ وارد ہے۔

ثم بالعطف بلفظ ما تقدم الى تسعة وتسعين

احد عشر سے تسعۃ عشر تک مرکب بغیر عطف کے استعمال ہوتا ہے لیکن احد وعشرون سے لیکر تسعۃ وتسعون تک حرف عطف کیساتھ استعمال ہوگا حرف عطف سے پہلے چھوٹا عدد لائیں گے اور حرف عطف کے بعد عشرون اور اسکے دوسرے اخوات کو لائیں گے۔

مائۃ اور الف میں سب سے پہلے چھوٹا عدد پھر عشرون واخواتہا اور آخر میں بڑا عدد یعنی مائۃ اور الف ذکر کریں گے لیکن ان دونوں کو سب سے مقدم بھی کر سکتے ہیں جیسے الف و مـائة واحد و

عشرون رجلا اور احد وعشرون ومائة رجلا

فائدہ: مائۃ اور الف کے ساتھ واحد اثنان، ثلثۃ تا تسع اسی طرح مرکب اعداد میں احد عشر، ثلثۃ وعشرون وغیرہ ملانا ہو تو اسمیں تذکیر و تانیث کا وہی حکم ہے جو مائۃ اور الف سے پہلے کا تھا۔

وفی ثمانی عشرة فتح الياء

ثمانی عشرۃ میں یاء پر فتحہ پڑھنا اولی ہے لیکن سکون پڑھنا بھی جائز ہے اسی طرح یا کو حذف کر کے نون پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ کسرہ یاء کے حذف ہونے پر دلالت کرتی ہے لیکن یاء کو حذف کر کے نون پر فتحہ پڑھنا شاذ ہے اسلئے یہاں حذف یاء پر کوئی دلیل نہیں۔

ومميز الثلثة الى العشرة مخفوض مجموع لفظا او معنى

یہاں سے مصنفؒ معدود کی کیفیت بیان فرما رہے ہیں تمیز کے اعتبار سے معدود کی تین قسمیں ہیں

(۱) تین سے دس تک (۲) گیارہ سے ننانوے تک (۳) مائۃ اور الف

تفصیل اسکی یہ ہے

(۱) تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور ہوگی اور جمع چاہے لفظوں میں ہو جیسے ثلثة رجال، ثلث نسوة یا صرف معنوی جمع ہو جیسے ثلثة رهط یہاں رھط اگرچہ لفظوں میں جمع نہیں لیکن معنوی جمع ہے کیونکہ یہ اسم جمع ہے۔

البتہ اگر ثلثۃ سے تسعۃ تک کی تمیز مائۃ واقع ہو تو یہ مفرد استعمال ہوگا جمع نہیں اور یہ اسلئے کہ مائۃ کی دو طرح کی جمع آتی ہے ایک جمع مذکر سالم کی طرح مئون اور ایک جمع مؤنث سالم مئات۔ مئون اسلئے درست نہیں کہ اس صورت میں عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف لازم آتی ہے اور اہل لسان اس کو جائز نہیں سمجھتے جیسے ثلاثة مسلمين، لہذا ثلاثة مئين درست نہیں ہوا اور مئات اسلئے درست نہیں کہ عشرون اور اس کے اخوات پہلے سے جمع مذکر سالم کی طرح مستعمل ہیں جیسے عشرون رجلا، خمسون رجلا، اب صرف مائۃ کو اس کے خلاف لائیں تو

مناسب نہیں ہوگا اس لئے ثلاثۃ کی تمیز مائۃ مفرد آئے گی۔

(۲) گیارہ سے لیکرننانوے تک کی تمیز مفرد منصوب ہوگی جیسے احد عشر کو کبا

(۳) مائۃ مفرد ہو یا تثنیہ اسی طرح الف مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع تو ان تمام کی تمیز مفرد مجرور ہوگی جیسے مائۃ والف رجل ،مائتا والفا رجل ،ثلاثۃ الاف رجل

سوال:۔ تین سے لیکر دس تک کی تمیز جمع اور مجرور کیوں لائی جاتی ہے؟

جواب:۔ یہ اعداد ثلثۃ، اربعۃ، خمسۃ الی تسعۃ جمع قلت پر دلالت کرتے ہیں اسلئے انکی تمیز بھی جمع لائی تا کہ عدد اور معدود میں موافقت ہو جائے اور مجرور اسلئے کہ یہاں تمیز مضاف الیہ واقع ہو رہی ہے یعنی عدد کی معدود کی طرف اضافت کر دی گئی ہے۔

سوال:۔ یہاں عدد کی معدود کی طرف اضافت کیوں کرتے ہیں؟

جواب:۔ تخفیف کیلئے تا کہ عدد سے تنوین اور قائم مقام تنوین حذف ہو جائے۔

سوال:۔ تخفیف کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:۔ عدد اقل چونکہ کلام عرب میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے اور کثرت تخفیف کا تقاضہ کرتا ہے اس وجہ سے یہاں تخفیف کر دی گئی ہے

سوال:۔ دس سے لیکر سو تک کی تمیز منصوب اور مفرد کیوں ہوتی ہے؟

جواب:۔ منصوب اسلئے کہ تمیز میں اصل یہ ہے کہ وہ منصوب ہو جب تک کوئی مانع نہ ہو اور یہاں نصب سے کوئی چیز مانع نہیں اسلئے منصوب ہوتی ہے اور مفرد اسلئے کہ یہ الفاظ خود جمع پر دلالت کرتے ہیں (کیونکہ دس سے اوپر جمع کثرت ہے) اسلئے تمیز کو جمع لانے کی ضرورت نہیں رہی تو ہم نے اسکو مفرد لایا۔

سوال:۔ مائۃ اور الف کی تمیز مفرد مجرور کیوں ہوتی ہے؟

جواب:۔ اسلئے کہ ان الفاظ کی لفظا مشابہت ہے ثلثۃ تا تسعۃ تک کے اعداد سے اور معنا مشابہت ہے احد عشرۃ تا تسعۃ وتسعون تک کے اعداد سے اور یہ مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح لفظ ثلثہ، اربعہ، خمسہ عشرہ عدد میں اکیلے استعمال ہوتے ہیں ایسا ہی یہ الفاظ بھی علیحدہ علیحدہ استعمال ہوتے ہیں اور انکی تمیز چونکہ مجرور ہوتی ہے تو ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مائۃ اور الف کی تمیز بھی مجرور لائی اور احد عشر الی تسعۃ وتسعون سے مشابہت اس طور پر ہے کہ جیسے یہ الفاظ جمع کثرت پر دلالت کرتے ہیں ایسے ہی مائۃ اور الف بھی جمع کثرت پر دلالت کرتے ہیں تو ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تمیز کو مفرد لایا کیونکہ ان الفاظ کی تمیز مفرد آتی ہے۔

سوال:۔ آپ نے الف کی مفرد، تثنیہ، جمع تینوں صورتوں کو ذکر کیا ہے اور مائۃ کی صرف دو صورتوں کا ذکر کیا ہے تیسری صورت جب مائۃ جمع ہو تو اسکی تمیز کا حکم کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب:۔ الف کا لفظ مفرد، تثنیہ، جمع تینوں طرح استعمال ہوتا ہے لیکن مائۃ کا لفظ مفرد اور تثنیہ تو استعمال ہوتا ہے لیکن جمع کا استعمال تمیز کے ساتھ نہیں ہوتا لہذا ثلثۃ الاف رجل کہا جاتا ہے لیکن ثلثۃ مات رجل نہیں کہا جاتا۔

واذا كان المعدود مؤنثا واللفظ مذكر

یہاں سے مصنفؒ لفظ مشترک کا قاعدہ بیان کر رہے ہیں یعنی کبھی ایک لفظ خود مذکر ہوتا ہے لیکن ان کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے جیسے شخص کا لفظ مذکر ہے لیکن یہ مذکر اور مؤنث دونوں میں استعمال ہوتا ہے ایسے ہی کبھی لفظ مؤنث ہوتا ہے لیکن استعمال دونوں میں ہوتا ہے جیسے نفس کا لفظ یہ خود مؤنث ہے لیکن استعمال دونوں میں ہوتا ہے۔

اب مصنفؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر شخص تمیز واقع ہو اور اس سے مراد عورت ہو تو لفظ کا اعتبار کر کے عدد کو مؤنث لانا بھی جائز ہے اور معنیٰ کا اعتبار کر کے مذکر لانا بھی جائز ہے (کیونکہ تمیز مذکر ہو تو عدد مؤنث اور تمیز مؤنث ہو تو عدد مذکر آتا ہے) لہذا ثلثة اشخاص اور ثلث اشخاص

دونوں جائز ہے اسی طرح نفس سے جب مراد مرد ہو تو ثلث انفس اور ثلثة انفس دونوں جائز ہے۔

ولا یمیز واحد واثنان استغناء بلفظ التمیز

کلام عرب میں واحد اور تثنیہ کی تمیز نہیں آتی کیونکہ تمیز ابہام کو دور کرنے کیلئے آتی ہے اور واحد، تثنیہ میں ابہام نہیں ہوتا کیونکہ نص سے مقصود بالعدد حاصل ہو جاتا ہے یعنی مثلاً رجل کا لفظ جہاں اس پر دلالت کرتا ہے رجل کا معنی مرد ہے عورت نہیں ساتھ ہی اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مرد ایک ہے اس سے زیادہ نہیں یہی حالت رجلان کی بھی ہے۔ کتاب میں اسکی وجہ لکھی ہے لا فادته النص المقصود بالعدد اسکا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو جس مقصد کیلئے تمیز بنا کر آپ لانا چاہتے ہیں وہ مقصد ویسے ہی حاصل ہو جاتا ہے مثلاً اگر آپ تین مرد کہنا چاہیں تو تین کا عدد ذکر کر کے آگے مرد کو بطور تمیز ذکر کریں گے تاکہ مطلب واضح ہو جیسے ثلثة رجال اس قاعدے کی رو سے آپ اگر دو مرد کہنا چاہیں تو یوں کہنا چاہیے اثنان رجال وغیرہ لیکن یہاں اسکی ضرورت نہیں۔ اسلئے کہ اس مثال میں جو آپ نے اثنان کے بعد رجال کو بطور تمیز کے ذکر کیا ہے اس کو بصورت تثنیہ ذکر کرنے سے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے چنانچہ جب آپ رجلان کہیں گے تو اس سے جیسے یہ معنی حاصل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہیں عورت نہیں ایسے ہی عدد بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو ہیں کم یا زیادہ نہیں۔

تقول فی المفرد من المعتدد باعتبار تصییره

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ کبھی کبھی عدد کو اسم فاعل کے طور پر استعمال کرتے ہیں جیسے ثلثة سے ثالث

پھر اسکی دو صورتیں ہیں

(۱) تصییر (۲) حال

وجہ حصر: وہ عدد جس کو اسم فاعل کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے اس کی اضافت یا اپنے ماتحت کی طرف ہوگی یا اسکے علاوہ کی طرف (یعنی اپنے مساوی یا مافوق کی طرف) اگر اپنے ماتحت کی طرف ہوتو اسے تصییر کہتے ہیں جیسے ثانی الواحد، ثانیة الواحد اور اگر مساوی یا مافوق کی طرف ہوتو اسے حال کہتے ہیں جیسے ثانی الاثنین، ثانی الثلث۔

تصییر اور حال میں فرق:

تصییر اور حال میں تین فرق ہیں

(۱) تصییر دو سے شروع ہوتی ہے اور حال ایک سے شروع ہوتا ہے

(۲) تصییر دس تک ہوتی ہے اور حال دس سے زائد بھی ہوتا ہے

(۳) تصییر میں عدد کی اضافت ماتحت کیطرف ہوتی ہے اور حال میں عدد کی اضافت مساوی یا مافوق کی طرف ہوتی ہے۔

فائدہ: اسم فاعل بناتے ہوئے تذکیر وتانیث کا اعتبار کریں گے یعنی مذکر عدد سے اسم فاعل بھی مذکر ہوگا اور مؤنث سے مؤنث ہوگا۔

اعتراض:۔ تصییر ایک سے شروع کیوں نہیں ہوتی؟

جواب:۔ اسلئے کہ تصییر میں أزید کی اضافت انقص کی طرف ہوتی ہے اور یہ اس صورت میں ہو سکتی ہے جب دو سے شروع کیا جائے اسلئے کہ دو سے انقص عدد موجود ہے جو کہ ایک ہے بخلاف ایک کے کہ اس سے انقص عدد کوئی نہیں کیونکہ ایک سے نیچے عدد نہیں صفر ہے۔

حال میں عشرہ سے اوپر احد عشر وغیرہ سے جب اسم فاعل بنائیں گے تو جز اول بھی تمیز کے مطابق ہوگی یعنی عدد میں تو عشرہ سے اوپر جز اول تمیز کے مخالف ہوتی ہے لیکن اسم فاعل بنانے کی صورت میں جز اول بھی اسی کے موافق ہوگی جیسے مذکر کیلئے حادی عشر اور مؤنث کیلئے حادیة عشرة

وتقول حادی عشر احد عشر علی الثانی خاصه

خاصہ کا مطلب یہ ہے کہ عشرہ سے اوپر اسم فاعل بنانا یہ صرف حال میں ہوتا ہے تصییر میں نہیں ہوتی۔

حال میں حادی عشر احد عشر سے صرف حادی عشر بھی کہہ سکتے ہیں لیکن اس صورت میں یہ معرب ہو گا۔

اسلئے کہ پہلے حادی اس وجہ سے مبنی تھا کہ یہ حرف کو متضمن تھا لیکن جزء ثانی کو جب حذف کر دیا تو جزء اول حادی اب حرف کو متضمن نہیں رہا لہذا مبنی ہونے کی علت موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب معرب ہوگا البتہ جزء ثانی احد عشر اسی طرح مبنی ہوگا جیسے اضافت سے پہلا تھا۔

المذکر والمؤنث ،المؤنث ما فیه علا مة التانیث لفظا او تقدیرا

یہاں سے مصنفؒ اسم کی باعتبار تذکیر و تانیث کے تقسیم فرما رہے ہیں۔

مؤنث کی تعریف: مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث ہو چاہے لفظا ہو یا تقدیرا

اعتراض:۔ مصنفؒ نے اجمال میں مذکر کو مقدم کیا تھا لیکن اب تفصیل میں مؤنث کو کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ اجمال میں مذکر کو اسلئے مقدم کیا کہ مذکر اشرف ہے مؤنث سے اور تفصیل میں مؤنث کو مقدم اسلئے کیا کہ اسکی تعریف وجودی ہے اور مذکر کی تعریف عدمی ہے اور تعریف وجودی مقدم ہوتی ہے تعریف عدمی سے اس وجہ سے مقدم کیا

تانیث کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) تقدیری، تانیث لفظی اسے کہتے ہیں کہ جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو اور تقدیری اسے کہتے ہیں کہ جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود نہ ہو جیسے نفس، عین وغیرہ

پھر لفظی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی (۲) حکمی

حکمی کا مطلب یہ ہے کہ وہ لفظ حقیقت میں علامت تانیث نہیں لیکن حکما تانیث کے قائم مقام مان لیا گیا ہے جیسے مؤنث رباعی میں چوتھا حرف علامت تانیث کے قائم مقام قرار دیا ہے جیسے عقرب

اور تانیث حقیقی اسے کہتے ہیں جسمیں علامت حقیقۃ لفظوں میں موجود ہو

پھر تانیث حقیقی تین صورتوں میں پائی جاتی ہے ۔

(۱) تاء کیساتھ جیسے طلحة

(۲) الف مقصورہ کیساتھ جیسے حبلیٰ

(۳) الف ممدودہ کیساتھ جیسے حمرآء

معنی کے اعتبار سے تانیث کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) حقیقی (۲) لفظی

مؤنث حقیقی: مؤنث حقیقی اسے کہتے ہیں جسکے مقابلے میں جاندار مذکر ہو۔ پھر تانیث حقیقی عام ہے چاہے اسمیں علامت تانیث ہو جیسے امرأۃ کے مقابل میں رجل اور ناقة کے مقابلے میں جمل یا علامت تانیث موجود نہ ہو جیسے اتان (گدھی) کے مقابلے میں حمار (گدھا)

مؤنث لفظی: مؤنث لفظی اسے کہتے ہیں جسکے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو چاہے اس مؤنث میں علامت تانیث موجود ہو یا نہ ہو جیسے عین ،ظلمة

اعتراض:۔ مصنفؒ نے مؤنث حقیقی اور لفظی کی دو، دو مثالیں کیوں دیں ہیں؟

جواب:۔ مؤنث حقیقی میں دو مثالیں اسلئے دی ہیں کیونکہ مؤنث حقیقی وہ ہوتی ہے جس کے مقابلے میں حیوان مذکر ہو۔

اور حیوان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) انسان (۲) جانور

اسلئے مصنفؒ نے ان دونوں قسموں کی مثالیں علیحدہ علیحدہ بیان فرمائیں ہیں اور لفظی میں دو مثالیں اسلئے بیان کی ہیں چونکہ مؤنث لفظی کی تعریف میں دو چیزیں تھیں (۱) جس کے مقابلے میں مذکر نہ ہو جیسے عین (۲) مذکر تو ہو لیکن حیوان نہ ہو جیسے ظلمة کہ اسکے مقابلے میں نور مذکر تو ہے لیکن حیوان نہیں تو یہ چیزیں بیان کرنے کیلئے مصنفؒ نے دو مثالیں دی ہیں۔

واذا اسند الفعل اليه فالتاء

یہاں سے مصنفؒ فعل کو تانیث کی طرف اسناد کرنے کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں یعنی فاعل اگر مؤنث ہو تو فعل کو مذکر لائیں یا مؤنث۔

اسکی تین صورتیں بنتی ہیں۔

(۱) فعل کو مؤنث لانا واجب ہے

(۲) مذکر اور مؤنث دونوں جائز

(۳) مؤنث واجب لیکن واحدہ مؤنثہ اور جمع مؤنث کا صیغہ دونوں جائز۔

تفصیل

(۱) دو صورتوں میں فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔

❶ فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور فاعل کے درمیان فصل نہ ہو جیسے **ضربت هند**

❷ فاعل مؤنث کی ضمیر ہو (چاہے مؤنث حقیقی ہو یا لفظی) جیسے **هند ضربت، الشمس طلعت**

(۲) چار صورتوں میں فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں لانا جائز ہے

❶ فاعل مؤنث حقیقی ہو لیکن فعل اور فاعل کے درمیان فصل ہو جیسے **ضربت اليوم هند، ضرب اليوم هند**

❷ فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو جیسے **طلعت الشمس ،طلع الشمس**

③ فاعل اسم ظاہر غیر جمع مذکر سالم ہو (غیر جمع مذکر سالم سے مراد یہ ہے کہ مذکر مکسر ہو) جیسے **قال الرجال، قالت الرجال** (یا مؤنث سالم ہو جیسے) **قال المسلمات ،قالت المسلمات** (یا مؤنث مکسر ہو جیسے) **قال النسوة ، قالت النسوة**

④ فاعل جمع مذکر مکسر کی ضمیر ہو جیسے **الرجال جاء ت ،الرجال جاء وا**

(۳) ایک صورت میں فعل کو واحدہ مؤنثہ اور جمع مؤنث دونوں کا صیغہ لانا جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ فاعل غیر ذوی العقول کی ضمیر ہو، چاہے حقیقتاً غیر ذوی العقول ہو یا حکماً (حکماً غیر ذوالعقول سے عورتیں مراد ہیں کیونکہ ناقص العقل ہونے کی وجہ سے انھیں حکماً غیر ذوی العقول قرار دیا گیا ہے)

حقیقتاً غیر ذوی العقول کی مثال: **الایام خلت ،الایام خلون**

حکماً غیر ذوی العقول کی مثال: **النساء فعلت ،النساء فعلن**

المثنى ما لحق آخره الف اويا ء مفتوح

یہاں سے مصنفؒ باعتبار مفرد، تثنیہ، جمع کے اسم کی تقسیم کر رہے ہیں ان میں سے پہلے تثنیہ کو بیان کیا۔

تثنیہ کی تعریف: مالحق آخره الف او ياء مفتوح ما قبلها ونون مكسورة

یعنی تثنیہ اس اسم کو کہتے ہیں جسکے مفرد کے آخر میں الف اور نون مکسورہ لگایا جائے یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لگایا جائے۔ تثنیہ بنانے کیلئے مفرد کے آخر میں یہ اضافہ اسلئے کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسکے مفرد کیساتھ اسی کی جنس میں سے اسکا ہم مثل ایک اور بھی ہے۔ مثلاً جب آپ نے رجل کے آخر میں الف اور نون لگا دیا تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رجل کے ساتھ ایک اور اسی جنس کا فرد ہے (یعنی دو آدمی ہیں) اور دوسرا اسی جنس کا ہے کسی اور کا نہیں۔ لہذا رجلان دو چیزوں پر دلالت کرتا ہے ایک یہ کہ دو کے عدد پر کہ افراد دو ہیں اس سے کم یا زیادہ نہیں

دوسرا یہ کہ وہ دونوں ایک جنس کے ہیں الگ، الگ نہیں۔

فائدہ: تثنیہ کی تعریف میں ما عام ہے اسمیں تثنیہ کلا، کلتا، اثنان، اثنتان سب شامل تھے لحق آخره فصل اول ہے اس سے کلا، کلتا، اثنان، اثنتان وغیرہ سب خارج ہو گئے کیونکہ ان کے مفرد ہی نہیں کہ اسکے آخر میں الف اور نون ملحق کیا جائے۔

فالمقصور ان كانت الفه عن واو وهو ثلاثي

یہاں مصنفؒ تثنیہ بنانے کی صورتیں بیان کرر ہے ہیں۔ جس اسم کی آپ تثنیہ بنانا چاہتے ہیں اس کی تین صورتیں ہیں یا وہ اسم (۱) صحیح ہوگا (اور نحاۃ کے ہاں صحیح اسے کہتے ہیں جس کا آخری حرف صحیح ہو)۔ یا (۲) الف مقصورہ۔ یا (۳) الف ممدودہ

(۱) اسم صحیح سے تثنیہ بنانے کے لئے حالت رفعی میں الف اور نون مکسورہ لگاتے ہیں اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لگاتے ہیں جیسے رجل سے رجلان رجلین

(۲) اگر اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو اس کی چار صورتیں بنتی ہیں تین صورتوں میں الف کو یا سے تبدیل کیا جاتا ہے اور ایک صورت میں واؤ سے۔ وجہ حصر یہ ہے الف مقصورہ دو حال سے خالی نہیں اصلی ہوگا یا مبدّل یعنی کسی سے تبدیل ہو کر آیا ہوگا اگر مبدل ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ یا سے تبدیل ہو کر آیا ہوگا یا واؤ سے، اگر واؤ سے تبدیل ہو کر آیا ہے تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا یہ غیر ثلاثی ہوگا یا ثلاثی۔ ان میں پہلی تین صورتوں میں الف مقصورہ کو یا سے تبدیل کیا جائے گا اور آخری میں واؤ سے۔

مثالوں کے لیے نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

رباعی: اعلیٰ، اعلیان، اعلیین   عصیٰ، عصوان، عصوین

خماسی: مصطفیٰ، مصطفیان، مصطفیین

(۳) اوراگراسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو پھر اس کی تین حالتیں ہیں (۱) اصلی ہوگا (۲) تانیث کے لئے ہوگا (۳) یا اس کے علاوہ ہوگا۔

اگر اصلیہ ہو تو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ کو برقرار رکھیں گے جیسے قراء سے قراءان، اوراگر تانیث کے لئے ہو تو اس کو واؤ سے تبدیل کردیں گے جیسے حمراء سے حمراوان، اوراگر اس کے علاوہ ہو یعنی الف الحاق کے لئے ہو جیسے علباء یا واؤ سے مبدّل ہو جیسے کساء یا یاء سے مبدّل ہو جیسے رداء تو ان تینوں صورتوں میں اس ہمزہ کو برقرار رکھنا اور اس کو واؤ سے تبدیل کرنا دونوں صحیح ہیں جیسے

علباء	سے	علباءان	علباوان
کساء	سے	کساءان	کساوان
رداء	سے	رداءان	رداوان

ويحذف نونه للاضافة

اگر تثنیہ کی اضافت کریں کسی دوسرے کی طرف تو اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر جاتا ہے اسلئے کہ نون تثنیہ اور نون جمع اور تنوین یہ تمام اسم کے تام ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اسم تام انفصال کو چاہتا ہے اور اضافت اتصال کو چاہتی ہے اسلئے اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ کو گرادیں گے۔

وحذفت تاء التانيث في خصيان واليان

خصية اور الية سے تثنیہ بناتے وقت اس کی تاء کو باقی رکھنا اور اس کو حذف کرنا دونوں صحیح ہیں۔ ویسے تو قانون یہ ہے کہ تثنیہ بناتے وقت مفرد کے آخر میں الف ونون لگاتے ہیں اور ان کے مفرد میں تاء ہے تو قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اس تاء کو باقی رکھا جائے لیکن ہم اس تاء کو شدت اتصال کی وجہ سے حذف کرتے ہیں یعنی خصيتين اور اليتين میں سے ہر ایک کا آپس میں شدت اتصال ہے یعنی ہر شخص کے لازماً دو خصیے ہوتے ہیں اور دو الیے ہوتے ہیں اس اتصال کی وجہ سے گویا مفرد ہو گئے اور تاء تانیث کلمے کے درمیان نہیں آتی لہٰذا اس کو خصيان ،اليان اور خصيتان اور اليتان دونوں پڑھنا صحیح ہے۔

المجموع ما دل على احاد مقصودة بحروف مفرده

مصنفؒ تثنیہ کو بیان کرنے کے بعد جمع کو بیان فرمار ہے ہیں اس میں تین چیزیں بیان کی جائیں گی۔

۱) جمع کی تعریف ۲) بنانے کا طریقہ ۳)اور کیفیت

۱) جمع کی تعریف:۔ **مادل على احاد مقصودة بحروف مفرده بتغير ما**

یعنی جمع وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر دلالت کرے اپنے مفرد کے حروف میں تبدیلی کے ساتھ۔ یعنی جمع کو اس کے مفرد کے حروف میں تبدیلی کر کے بنایا جاتا ہے پھر یہ تبدیلی کبھی حقیقتاً ہوتی ہے

اور کبھی حکماً۔ حکما کی مثال جیسے فلك ہے اس کا مفرد بھی فلك ہے لیکن مفرد قُفْلٌ کے وزن پر اور جمع اُسُــــدٌ کے وزن پر۔ حقیقتاً تبدیلی کی کئی صورتیں ہیں کبھی یہ تبدیلی حروف کی زیادتی کی صورت میں ہوگی جیسے رجل سے رجـال ، مسلمة سے مسلمات اور مسـلم سے مسلمون ۔کبھی حروف کی کمی کے ساتھ جیسے حمار سے حـمرٌ ، کتاب سے کتبٌ اور کبھی حرکات وسکنات میں تبدیلی سے جیسے نَذَر کی جمع نُذُر اَسَد کی جمع اُسُد وغیرہ

فوائد قیود:۔ جمع کی تعریف میں مـادل علی احاد جنس ہے اس میں جمع، اسم جمع، جنس، اسم جنس، سب شامل ہیں اور مـقـصودة یہ فصل ہے اس سے اسم جنس خارج ہوگیا اور بـحـروف مفردہ سے اسم جمع بھی خارج ہوگیا (ان کی تعریفات آگے آئیں گی انشاءاللہ)

فنحو تمر و رکب لیس بجمع علی الاصح

تـمـر اور ر کـب کے بارے میں صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں جمع نہیں بلکہ اول اسم جنس اور ثانی اسم جمع ہے یہ سمجھنے سے پہلے جنس، اسم جنس، جمع، اسم جمع کو سمجھنا ضروری ہے۔

جنس کی تعریف:۔ ما یقع علی الکثیر و القلیل

یعنی جنس وہ ہے جس کا اطلاق قلیل وکثیر سب پر ہو جیسے تمر

اسم جنس کی تعریف:۔ مـا یـقـع عـلـی الواحد لا بالکثیر و بالکثیر بسبیل البدلیة لا بدفعة واحدة

یعنی اسم جنس وہ ہے جس کا اطلاق واحد پر ہو کثیر پر نہ ہو اگر کثیر پر ہو تو علی سبیل البدلیۃ ہو لیکن بدفعۃ واحدۃ نہ ہو جیسے رجـل اس کا اطلاق ایک پر ہوتا ہے لیکن علی سبیل البدلیۃ ہر شخص کو رجل کہا جا سکتا ہے۔

جمع کی تعریف:۔ ما یطلق علی الکثیر دفعة واحدة وله مفرد من لفظه

یعنی جمع وہ ہے جس کا اطلاق بیک وقت کثیر پر ہو اور اس کے اپنے الفاظ سے مفرد بھی ہو جیسے

رجال اس کا اپنے لفظ سے مفرد رجل آتا ہے اور اس کا کثیر پر بیک وقت اطلاق بھی ہوتا ہے۔

اسم جمع کی تعریف:۔ **ما یطلق علی الکثیر و لکن لیس له مفرد من لفظه**

یعنی جس کا اطلاق کثیر پر ہو لیکن اس کا اپنے لفظ سے مفرد نہ ہو جیسے **نفر، قوم، رھط، رکب**

اسم جنس اور اسم جمع میں فرق:

ان اسم الجنس یقع علی الواحد والاثنین وضعاوان اسم الجمع لا یکون کذالك

یعنی اسم جنس کا اطلاق واحد اور تثنیہ پر ہوتا ہے وضع کے اعتبار سے اور اسم جمع کا اطلاق واحد اور تثنیہ پر تو ہوتا ہے لیکن وضع کے اعتبار سے نہیں، یعنی اسم جنس کو واضع نے ابتداءً ہی واحد تثنیہ کیلئے وضع کیا ہے لیکن اسم جمع کا اطلاق اگرچہ واحد تثنیہ پر ہوتا ہے لیکن واضع نے ابتداءً ان کیلئے وضع نہیں کیا۔

اسم جنس اور اسم جمع کی اقسام

اسم جنس اور اسم جمع میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں

۱۔ انہی کے لفظ کا مفرد موجود ہو

۲۔ ان کا ہم لفظ مفرد نہ ہو۔ امثلہ ذیل ہیں

وہ اسم جنس جس کا ہم لفظ مفرد ہو جیسے **تمر و تمرۃ، نخل و نخلة، کلم و کلمة** اور جس کا مفرد نہ ہو جیسے **ابل**

وہ اسم جمع جس کا ہم لفظ مفرد ہو جیسے **جامل و جمل، باقر و بقر، راکب و رکب** اور وہ اسم جمع جس کا مفرد نہ ہو جیسے **غنم**

اب تک کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسم جنس اور اسم جمع میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ان میں دو صورتیں بالاتفاق جمع ہیں البتہ دو صورتوں میں اختلاف تھا تو مصنفؒ نے **لیس بجمع**

کہہ کر فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ جمع نہیں اور وہ دو "تمر" اور "رکب" ہیں

سوال:۔ تمر اور رکب سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ تمر سے ہر وہ اسم جنس مراد ہے جس میں اور اس کے واحد میں صرف تا سے فرق کیا جاتا ہو اور رکب سے ہر وہ اسم جمع مراد ہے جس کا ہم لفظ مفرد موجود ہو

مصنفؒ نے علی الاصح کہہ کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے سیبوے اخفش اور فراء کا۔

سیبوے کا مذہب: سیبوے کے نزدیک اسم جنس اور اسم جمع دونوں (چاہے ان کا ہم لفظ مفرد موجود ہو یا نہ ہو) کا حکم یہ ہے کہ وہ جمع شمار نہیں ہوتے۔ یہی مذہب مصنفؒ کے نزدیک راجح ہے لہٰذا تمر اور رکب بھی جمع نہیں اور وجہ یہ ہے کہ جمع کی دو قسمیں ہیں جمع قلت اور جمع کثرت تمر اور رکب جمع قلت نہیں ہو سکتے اس لئے کہ جمع قلت کے مخصوص اوزان ہیں اور یہ ان کے ہم وزن نہیں اور جمع کثرت بھی نہیں اس لئے کہ جمع کثرت کی جب تصغیر بنانی ہو تو پہلے اس کا مفرد لایا جاتا ہے اور پھر تصغیر لائی جاتی ہے جبکہ ان کا مفرد ہی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں نہ جمع قلت ہیں اور نہ جمع کثرت۔

اخفش کا مذہب:۔ اخفش کے نزدیک وہ اسم جنس جس کا ہم لفظ مفرد موجود ہو وہ جمع شمار ہوتی ہے اس کے علاوہ باقی تینوں صورتوں میں وہ جمع شمار نہیں ہوتی۔ تینوں صورتوں سے مراد اسم جمع کی دونوں صورتیں (مفرد ہو یا نہ ہو) اور اسم جمع کی ایک صورت (یعنی جس کا ہم لفظ مفرد موجود نہ ہو) ہے

فراء کا مذہب:۔ فراء کے نزدیک وہ اسم جنس اور اسم جمع جن کا ہم لفظ مفرد موجود ہو وہ تو جمع شمار ہوتے ہیں اور جن کا ہم لفظ مفرد موجود نہ ہو تو وہ جمع شمار نہیں ہوتی۔

وهو صحيح و مكسر فالصحيح لمذكر و لمؤنث

یہاں سے مصنفؒ جمع کی تعریف ذکر کر کے اس کے بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔

جمع کی دو قسمیں ہیں۔

① جمع صحیح: جس کو جمع سالم بھی کہا جاتا ہے۔

② جمع مکسر: جس کو جمع تکسیر بھی کہا جاتا ہے۔

پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مذکر ۲۔ مؤنث

جمع صحیح مذکر کی تعریف:۔ مالحق آخره واو مضموم ماقبلها او ياء مكسور ماقبلها و نون مفتوحةٌ

یعنی جمع مذکر سالم وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ کا اضافہ کیا جائے (حالت رفعی میں) اور یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ کا اضافہ کیا جائے (حالت نصبی و جری میں) جیسے **مسلم** سے **مسلمون ، مسلمين.**

یہ اضافہ اس لئے تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے مفرد کے ساتھ اسی کی جنس سے اس سے زیادہ اور بھی ہیں۔

اس کے مفرد سے زیادہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مفرد ایک ہے اور اس سے زیادہ کم از کم دو ہوتے ہیں ایک اور دو کو ملایا تو کل تین ہو گئے اور جمع کے بھی کم سے کم تین افراد ہوتے ہیں۔

اعتراض:۔ تثنیہ بنانے کی طریقے میں مصنفؒ نے ''من جنسہ'' کی قید لگائی تھی لیکن جمع بنانے کے طریقے میں یہ قید کیوں نہیں لگائی؟

جواب:۔ چونکہ ماقبل میں ایک مرتبہ تذکرہ ہو چکا تھا تو اسی پر محمول کرتے ہوئے مصنفؒ نے دوبارہ ذکر نہیں کیا۔

فان کان آخره یاء ماقبلها کسرة حذفت مثل قاضون

یہاں سے مصنفؒ جمع بنانے کا طریقہ بیان فرمار ہے ہیں۔

وجہ حصر: جس اسم کی جمع سالم بنانی ہو وہ اسم صحیح ہوگا یا اس کے آخر میں الف مقصورہ ہوگا یا ''یاء'' ہوگی۔ اگر وہ اسم صحیح ہوتو اس کے بنانے کا طریقہ تعریف میں گذر چکا ہے۔ اگر اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہوتو الف مقصورہ کو حذف کردیں گے اور ماقبل کے فتح کو باقی رکھیں گے تاکہ الف مقصورہ کے حذف ہونے پر دلالت کرے جیسے مصطفی سے مصطفَون۔اور اگر اسم کے آخر میں یاء ہو(چاہے وہ ملفوظ ہو یا غیر ملفوظ) تو یاء گر جائے گی۔ملفوظ کی مثال: قاضی سے قاضون۔اور غیر ملفوظ کی مثال: قاض سے قاضون۔

اعتراض:۔ قاض میں تو پہلے سے یاء گری ہوئی ہے تو جمع بناتے ہوئے کیسے یاء گرگئی؟

جواب:۔ اس کی جمع بناتے وقت محذوف شدہ یاء کو لاکر پھر جمع بنائی ہے اور یاء کو حذف کردیا ہے۔

اعتراض:۔ قاض میں یاء کو کیوں گرایا اور جمع بناتے وقت اس یاء کو کیوں واپس لائے؟

جواب:۔ قاض میں یاء تنوین اور یاء کے درمیان التقائے ساکنین کی وجہ سے گرگئی تھی اور جمع بناتے وقت چونکہ یہ علت ختم ہوگئی (یعنی التقائے ساکنین) تو ہم نے یاء کو واپس لایا اور پھر جمع بناتے وقت اس یاء کو گرادیا۔(قاض کی تعلیل صرف کی کتابوں میں دیکھ لیں)

مصطفون کی تعلیل: مصطفون اصل میں مصطفیون تھا یاء متحرک ماقبل مفتوح تھا تو اس کو الف سے تبدیل کردیا مصطفاون ہوا اور پھر الف اور واؤ کے درمیان التقائے ساکنین لازم آنے کی وجہ سے الف کو گرادیا تو مصطفون ہوگیا۔لیکن الف کے ماقبل کے فتح کو باقی رکھا تاکہ الف کے حذف ہونے پر دلالت کرے۔

فشرطه ان كان اسما فمذكر علم يعقل وان كان صفة فمذكر يعقل

یہاں سے مصنفؒ جمع سالم بنانے کی شرائط کو بیان فرمارہے ہیں۔

جس اسم کی آپ جمع مذکر سالم بنانا چاہتے ہیں وہ اسم دو حال سے خالی نہیں وہ علم ہوگا یا اسم صفت۔

اگر علم ہو تو اس کے لئے تین شرائط ہیں۔

۱۔ مذکر ہو، ۲۔ علم یعنی نام ہو، ۳۔ عاقل ہو

جیسے زید سے **الزیدون**، عمر سے **العمرون** ، قاسم سے **القاسمون** (کیونکہ علم کی جمع نہیں آتی اس وجہ سے الف لام لائے تاکہ اس کو علمیت سے نکال کر پھر اس کی جمع بنائیں)

اگر مذکورہ تین شرائط میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے تو اس سے جمع سالم نہیں آئے گی۔

احترازی مثالیں۔

جسمیں تینوں شرائط نہ ہوں جیسے **عیـن** یہ نہ مذکر ہے نہ علم اور نہ ذی عقل لہذا **عیـن** سے **عینون** نہیں کہہ سکتے۔

دو شرطیں نہ ہونے کی مثال: **امراۃ** یہ ذی عقل ہے لیکن مذکر اور علم نہیں۔

اور ایک شرط نہ ہونے کی مثال: جیسے **اعوج** (گھوڑے کا نام) یہ مذکر بھی ہے اور علم بھی لیکن ذی عقل نہیں اسوجہ سے اس سے بھی جمع سالم نہیں آئیگی

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ جو علم مذکر نہ ہو تو اس کی جمع سالم نہیں آتی حالانکہ اگر ہم **سلمی** اور **رقاء** کسی مرد کے نام رکھ دیں تو اسکی جمع واو اور نون کیساتھ آتی ہے باوجود یہ کہ یہ مذکر نہیں؟

جواب:۔ مذکر سے ہماری مراد یہ ہیکہ اس میں علامت تانیث ''تاء'' نہ ہو اور سلمی اور رقاء میں تاء نہیں اس لئے انکی جمع جمع مذکر سالم لاتے ہیں۔

(۲) اور اگر جس اسم سے آپ جمع بنانا چاہتے ہیں وہ علم نہ ہو بلکہ اسم صفت ہو تو اس کیلئے پانچ

شرائط ہیں۔

(۱) مذکر عاقل ہو

(۲) ایسا افعل کا وزن نہ ہو جسکی مونث فعلاء آتی ہو جیسے احمر (بروزن افعل) اس کی مونث حمراء آتی ہے (بروزن فعلاء) لہذا احمر سے احمرون نہیں کہہ سکتے

سوال:۔ یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ تا کہ اس افعل کیساتھ التباس لازم نہ آئے جسکی جمع واو اور نون کیساتھ آتی ہے۔ (اس سے مراد اسم تفضیل ہے) اب اگر ہم احمر کی جمع واو نون کیساتھ لائیں تو ان دونوں میں التباس لازم آئے گا تو التباس سے بچنے کیلئے ہم نے مذکورہ شرط لگائی۔

(۳) وہ اسم اس فعلان کے وزن پر نہ ہو جسکی موئث فعلی آتی ہے جیسے سکران اس کی موئث سکری آتی ہے اور یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ اس فعلان کیساتھ التباس لازم نہ آئے جسکی مونث فعلانۃ کے وزن پر آتی ہے کیونکہ اس فعلان کی جمع واونون کیساتھ آتی ہے تو اگر ہم اس فعلان (جسکی مونث فعلی آتی ہے) کی جمع بھی واو، نون کیساتھ لائیں تو التباس لازم آئے گا لہذا اس سے بچنے کے لئے مذکورہ شرط لگائی۔

(۴) وہ ایسا اسم نہ ہو جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے برابر ہو یعنی وہ ایسا اسم نہ ہو جو مذکر اور مؤنث دونوں کی صفت واقع ہوتا ہو جیسے جریح، اور صبور

یہ دونوں (مذکر اور مؤنث) میں برابر استعمال ہوتے ہیں لہذا اسکی جمع واو اور نون کیساتھ نہیں لا سکتے جیسے رجل جریح، صبور امراۃ جریح، صبور

سوال:۔ یہ مذکورہ شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اس لئے کہ اگر ایسے اسم صفت کی جمع واو اور نون کے ساتھ لائی گئی تو اس کا مذکر کے

ساتھ اختصاص لازم آئے گا جبکہ یہ اسم مذکر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مذکر اور مونث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے

(۵) اس اسم کے آخر میں تاء تانیث نہ ہو جیسے علامة یہ شرط اس لیے لگائی کہ اگر ہم علامة کی جمع واؤ اور نون کیساتھ لائیں تو اس میں دو علامتوں کا جمع ہونا لازم آئے گا ایک تاء جو کہ مونث کی علامت ہے اور دوسرا واؤ اور نون جو کہ مذکر کی علامت ہے تو اس قباحت سے بچنے کے لئے ہم نے مذکورہ شرط لگائی۔

اعتراض:۔ علامہ کے آخر سے تا حذف کر کے پھر اس کی جمع بناتے (یعنی علامون) تو اس صورت میں دو علامتوں کا اجتماع لازم نہ آتا؟

جواب:۔ اس صورت میں یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ علامة کی جمع ہے یا علام کی۔

وتحذف نونه بالاضافة

جمع مذکر کی جب اسم آخر کی طرف اضافت کی جائے تو اس اضافت کی وجہ سے نون گرا دیا جاتا ہے اس کی تفصیل ما قبل مثنی کی بحث میں گزر چکی ہے

وقد شذ نحو سنين وارضين

یہاں سے مصنفؒ ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا علم کی جمع مذکر سالم بنانے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مذکر ہو (یعنی تائے تانیث نہ ہو) تو ہم آپ کو ایسی جمع سالم دکھاتے ہیں جس کے مفرد میں تاء ہے جیسے سنون جمع سنة، ارضون جمع ارض، جرون جمع جرة، اذرون جمع اذر، قلون جمع قلة، ثبون جمع ثبة؟

جواب: یہ شاذ ہے

المونث ما لحق آخره الف وتاء

جمع مونث سالم اسے کہتے ہیں جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء بڑھایا جائے جیسے مسلمة سے مسلمات

وشرطه ان كان صفة وله مذكر

یہاں سے مصنف جمع مونث سالم بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں

جس اسم کی جمع مونث سالم بنانی ہو وہ دو حال سے خالی نہیں، وہ اسم محض ہوگا یا اسم صفتی۔ اگر اسم صفتی ہو تو دو حال سے خالی نہیں اس اسم مونث کا مذکر ہوگا یا نہیں، اگر اس کا مذکر ہو تو اس اسم مونث کی جمع مونث سالم بنانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے مفرد مذکر کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہو جیسے مسلمة کہ یہ اسم صفتی ہے اور ان کا مذکر مسلم ہے اور اس کی جمع مسلمون واو اور نون کے ساتھ آتی ہے لہذا مسلمة کی جمع مسلمات آئے گی اور اگر اس کے مقابلے میں مفرد مذکر نہ ہو تو اس کے لے شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں تاء ہو جیسے حائضة سے حائضات، حائضة اسم صفتی ہے اور اس کا مفرد مذکر نہیں آتا کیونکہ حیض عورت کیساتھ خاص ہے لیکن اس کے آخر میں چونکہ تاء موجود ہے اس لئے اسکی جمع الف اور تاء کیساتھ لائی گئی ہے اور اگر اس کے آخر میں تاء نہ ہو تو اس کی جمع الف اور تاء کیساتھ نہیں آئے گی جیسے حائض سے حوائض اور اگر اسم محض ہو (یعنی اسم صفتی نہ ہو) تو اس کی جمع مطلقا الف، تاء کیساتھ آئے گی مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے مفرد مذکر ہونے اور آخر میں تاء ہونے کی کوئی شرط نہیں جیسے طلحة سے طلحات، زينب سے زينبات

سوال:۔ حائض کی جمع حوائض کیوں لائے؟

جواب:۔ التباس سے بچنے کے لئے حوائض لائے یعنی حائضة کی جمع حائضات آتی ہے اگر حائض کی جمع بھی حائضات آئے تو معلوم نہ ہوتا کہ یہ کس کی جمع ہے۔

سوال:۔ حائض اور حائضۃ میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ حائضۃ اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الحال حیض کی حالت میں ہو اور حائض اسے کہتے ہیں جو حیض کے قابل ہو یعنی بالغہ عورت ہو۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اسم محض کی جمع الف اور تاء کیساتھ آتی ہے ہم آپکو ایسی مثالیں بتاتے ہیں کہ جو اسم محض ہے اس کے باوجود ان کی جمع الف اور تاء کیساتھ نہیں آتی جیسے نار، شمس، عین، عقرب یہ تمام اسماء مونث ہیں اور یہ اسماء صفات نہیں بلکہ محض اسماء ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کی جمع الف اور تاء کیساتھ نہیں آتی؟

جواب:۔ عبارت میں مطلقا کیساتھ ایک اور قید ملحوظ ہے وہ یہ ہے کہ من غیر اعتبار شروط المذکورۃ یعنی مذکورہ شرائط کا اعتبار کیے بغیر یعنی اگر وہ اسم صفتی نہ ہو تو اس کی جمع الف اور تاء کیساتھ لانا یہ سماع سے تعلق رکھتا ہے قیاس کا کوئی اعتبار نہیں اور سماعا چونکہ مذکورہ مثالوں کی جمع الف اور تاء کیساتھ نہیں آتی اسلئے ان کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں لائی جاتی۔

جمع التکسیر ما تغیر بناء واحد کرجال وافراس

ماقبل میں مصنفؒ نے جمع کی دو قسمیں بیان فرمائی تھیں: جمع صحیح، جمع تکسیر ان میں سے پہلی کا بیان ہو چکا ہے اب مصنفؒ جمع تکسیر کو بیان فرما رہے ہیں۔

جمع تکسیر کی تعریف:۔ جمع تکسیر اسے کہتے ہیں جس کے واحد کے وزن میں تبدیلی کی گئی ہو پھر یہ تبدیلی عام ہے چاہے حقیقۃ ہو جیسے رجل سے رجال یا حکما ہو (یعنی اعتباری فرق ہو) جیسے فلک کی جمع فلک ہی آتی ہے (اس کی باقی تفصیل ماقبل گزر چکی ہے)

اعتراض:۔ آپکی تعریف مانع عن دخول الغیر نہیں اس میں جمع سالم بھی شامل ہے کیونکہ جمع سالم میں بھی واحد کے وزن میں تبدیلی کیجاتی ہے جیسے مسلم سے مسلمون، مسلمۃ سے مسلمات

وغیرہ؟

جواب:۔ ہماری تعریف میں تبدیلی سے مراد واحد کے اصل امور داخلی (یعنی واحد کے حرکات وسکنات) میں تبدیلی ہے، جبکہ جمع سالم میں زائد حروف (یعنی جمع کے حروف) ملانے کی وجہ سے واحد کے وزن میں تبدیلی آتی ہے لہذا ہماری تعریف مانع عن دخول غیر ہے۔

اعتراض:۔ آپکی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ اس میں قاضون، مصطفون وغیرہ بھی شامل ہیں اس لئے کہ ان کے مفرد میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے باوجود یہ کہ یہ جمع صحیح کے صیغے ہیں نہ کہ جمع تکسیر کے؟

جواب:۔ (۱) اگر جمع تکسیر کے حصول کے لئے مفرد میں تبدیلی ہوتو وہ جمع تکسیر ہے اور اگر جمع کے حصول کے لئے مفرد میں تبدیلی نہ ہو بلکہ جمع بناتے ہوئے یا جمع بنانے کے بعد کسی صرفی قاعدہ کی وجہ سے تبدیلی ہوتو اس کا اعتبار نہیں اور یہاں صرفی قاعدہ کی وجہ سے تبدیلی آئی ہے اس لئے جمع تکسیر نہیں۔

جواب:۔ (۲) جمع سالم اور جمع تکسیر دونوں میں تغیر کی قید ملحوظ ہے لیکن جمع سالم میں اس طرح کہ واحد کے آخر میں واو اور نون یا الف اور تاء کے ذریعے تبدیلی لائی گئی ہو اور جمع تکسیر میں اس طرح کہ اس جمع سالم کے علاوہ اور کسی طرح تبدیلی لائی گئی ہو اور یہاں چونکہ تبدیلی واؤ اور نون کے ساتھ ہے اسلئے یہ جمع سالم ہے تکسیر نہیں (یہ جامع جواب ہے)

جمع القلة افعل وافعلة

معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں

(۱) قلت (۲) کثرت

جمع قلت کا اطلاق تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے اور جمع کثرت کا تین سے یا گیارہ سے لے کر

مالانھایۃ لہ تک۔

جمع قلت کے اوزان:

(۱) اَفۡعُل جیسے اَقۡلُب ، قلب کی جمع۔ اَفۡلُس ، فلس کی جمع

(۲) اَفۡعَال جیسے اَفۡرَاس ، فرس کی جمع

(۳) اَفۡعِلَة جیسے اَرۡغِفَة ، رغیف کی جمع

(۴) فِعۡلَة جیسے غِلۡمَة ، غلام کی جمع

والصحیح

صاحب کافیہ کے نزدیک جمع مذکر سالم اور جمع موئنث سالم بھی جمع قلت ہے لیکن صاحب رضی کے نزدیک جمع سالم چاہے مذکر ہو یا موئنث یہ جمع قلت وکثرت دونوں میں مشترک ہے
اور خادمہ والے نے لکھا ہے کہ جمع سالم اگر نکرہ ہو تو جمع قلت ہے اور اگر معرفہ ہو تو مشترک۔

وما عدا ذالك جمع كثرة

جمع کثرت: جمع قلت کے علاوہ باقی سب جمع کثرت ہے۔

فائدہ:۔ جمع کثرت وقلت دونوں ایک دوسرے کی جگہ بکثرت استعمال ہوتے ہیں جیسے ثلثۃ قروء اس مثال میں لفظ قروء جمع کثرت ہے لیکن اس سے مراد صرف تین ہیں یعنی جمع قلت کی جگہ استعمال ہے اور اس طرح اصحاب الجنۃ میں اصحاب (بروزن افعال) جمع قلت ہے لیکن جمع کثرت کے معنی میں استعمال ہے۔

جمع کثرت کے ۲۳ اوزان آتے ہیں جو کہ فائدے کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	وزن	مثال	نمبر شمار	وزن	مثال
۱	فُعْلٌ	حُمْرٌ	۱۳	فَعَلَة	بَرَرَة
۲	فُعْلان	غُفْران جمع غفیر	۱۴	فَعَائِل	تَرَائِب
۳	فِعلان	غِلما ن جمع غلام	۱۵	فُعَلَة	قُضَاة
۴	فَعْلٰی	جَرْحٰی	۱۶	فَعَالٰی	يَتَامٰی
۵	فِعَل	فِرَق جمع فرقة	۱۷	فِعَلَة	قِرَطَة جمع قرط
۶	فُعّال	صُوّام جمع صائم	۱۸	فَعِيل	عَبِيد جمع عبد
۷	اَفْعِلاء	اَوْلِياء	۱۹	فُعُول	وُجُوه
۸	فُعَّل	حُيَّض	۲۰	فُعَلاء	ظُرَفاء
۹	فواعِل	صواحِب	۲۱	فِعال	ضِرار
۱۰	فُعْلٰی	حُبْلٰی	۲۲	فَعالی	معانِی
۱۱	فِعال	رِجال	۲۳	فُعالٰی	اُسارٰی
۱۲	فُعَل	غُرَف			

المصدر اسم للحدث الجاری علی الفعل

مصدر وہ حدث ہے جو فعل پر جاری ہوتا ہے

اعتراض:۔ مصدر حدث کے معنی میں ہے اور حدث کے لئے محدث کا ہونا ضروری ہے تو آپ کی تعریف میں طول، قصر جیسے مصدر خارج ہو گئے کیونکہ اس میں محدث موجود نہیں؟

جواب:۔ یہاں حدث سے مراد قائم بالغیر ہے چاہے اس سے صادر ہو جیسے ضرب یا صادر نہ ہو

جیسے طول اور قصر وغیرہ

وهو من الثلاثی المجرد سماع ومن غیره قیاس

یہ مصدر ثلاثی مجرد سے سماعی ہے۔سیبوے کے نزدیک اس کے ۳۲اوزان ہیں (آفندی میں اچھی تفصیل ہے اس کو دیکھنا مفید ہوگا) اور صاحب علم الصیغہ نے اس کے ۴۴اوزان شمار کرائے ہیں اور اگر ثلاثی مزید ہو یا رباعی ہو تو اس سے مصدر قیاسی آتا ہے (اس کے قواعد صرف کی کتابوں میں تفصیلا مذکور ہیں وہاں دیکھ لیا جائے)

ویعمل عمل فعله

یہ مصدر فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی اگر مصدر فعل لازم سے بنا ہے تو صرف فاعل میں عمل کرے گا اور اس کو رفع دے گا اگر مصدر فعل متعدی سے ہو تو فاعل کے ساتھ مفعول میں بھی عمل کرے گا

فعل لازم سے مصدر کی مثال: اعجبنی قیام زید

فعل متعدی سے مصدر کی مثال: اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرا

ما ضیا وغیره

یعنی مصدر چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال واستقبال کے معنی میں ہر حال میں عمل کرتا ہے۔ اس میں اسم فاعل یا اسم مفعول کی طرح حال یا استقبال کے معنی میں ہونے کی شرط نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول فعل مضارع کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں لہذا ان میں شرط لگائی کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہوں کیونکہ فعل مضارع کے اندر بھی حال واستقبال کے معنی پائے جاتے ہیں برخلاف مصدر کے کہ یہ بذات خود عامل ہے لہذا ہر حال میں عمل کرتا ہے جیسے ماضی کی مثال: اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرا امس

حال کی مثال: اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرا الآن

استقبال کی مثال: اعجبنی ضربُ زیدٌ عمرا غداً

اذا لم یکن مفعولا مطلقا ولا معموله علیه

یہاں سے مصنفؒ مصدر کے عمل کرنے کی شرائط کو بیان فرمارہے ہیں

مصدر کے عمل کرنے کے لئے نو شرائط ہیں

(۱) مصدر ایسا ہو کہ جس کے ساتھ فعل کو ان مصدریہ یا ما مصدریہ کیساتھ ذکر کرنا درست ہو جیسے **اعجبنی ضربك زیدا** کی جگہ **اعجبنی ان ضربك زیدا** کہنا اور **یعجبنی ضربك زیدا الآن** کی جگہ **یعجبنی ما تضرب زیداالآن** کہنا جائز ہے لہذا ان دونوں مثالوں میں مصدر نے عمل کیا ہے لیکن **مررت به فاذاله صوت صوت حمار** کی جگہ **ان یصوت یا ما یصوت صوت حمار** کہنا درست نہیں لہذا اس مثال میں صوت اول جو کہ مصدر ہے وہ صوت ثانی میں کچھ عمل نہیں کرتا۔

(۲) مصدر ضمیر نہ ہو لہذا **ضربی زیداً حسنٌ وهو عمرا قبیح** نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس مثال میں هو ضمیر مصدر کی ہے

(۳) مصدر مصغر نہ ہو لہذا **اعجبنی ضریبك زیدا** کہنا درست نہیں

(۴) مصدر محدود نہ ہو (یعنی مصدر کسی عدد کی تعین کے لئے نہ ہو) لہذا **اعجبنی ضَربتُك زیدا** کہنا درست نہیں کیونکہ **ضَربة** ایک مرتبہ مارنے کے لئے آتا ہے۔

(۵) مصدر کے عمل سے پہلے اس کی صفت نہ لائی جائے لہذا **اعجبی ضربك الشدید زیداً** کہنا درست نہیں اور **اعجبنی ضربك زیداً الشدید** کہنا درست ہے کیونکہ یہاں صفت مؤخر ہے۔

(۶) مصدر محذوف نہ ہو لہذا **مالك وزیداً** کی تقدیری عبارت **مالك وملابستك زیدا** نکالنا یعنی مصدر کو محذوف ماننا درست نہیں

(۷) مصدر اور معمول کے درمیان فصل نہ ہو لہذا **انه علی رجعه لقادر، یوم تبلی السرائر**

میں یوم کو رجع مصدر کا معمول قرار دینا درست نہیں۔

(۸) مصدر مؤخر نہ ہو لہذا اعجبنی زیدا ضربك کہنا درست نہیں (قطر الندی ص ۳۵۲)

(۹) مصدر مفعول مطلق واقع نہ ہو رہا ہو کیونکہ جب مفعول مطلق واقع ہو تو پھر وہاں عامل فعل ہوتا ہے جیسے ضربت ضربا زیدا یہاں زیدا ضربت کا معمول ہے ضربا کا نہیں اور یہ اس لئے کہ فعل عامل قوی ہے اور مصدر ضعیف جب دونوں جمع ہوں تو عمل فعل کا ہوتا ہے۔

ولا یضمر فیه

یعنی مصدر میں فاعل کی ضمیر مستتر نہیں ہوسکتی اس لئے جب مصدر مفرد میں ضمیر فاعل مستتر ہو تو تثنیہ اور جمع میں بھی ہوگی تو اس صورت میں دو تثنیہ اور دو جمع کا اجتماع لازم آئے گا (ایک مصدر کا اور ایک فاعل کا) اور یہ درست نہیں لہذا مصدر میں ضمیر مستتر نہیں ہوسکتی۔

سوال:۔ فعل بھی تثنیہ اور جمع ہوتا ہے کیا اس میں یہ خرابی نہیں آتی؟

جواب:۔ نہیں، اس لئے کہ فعل ہمیشہ مفرد ہی ہوتا ہے اس میں تثنیہ وجمع صرف فاعل کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے ضربا، اور ضربوا میں اصل فعل ضرب ہی ہے الف اور واو فاعل ہیں۔

ولا یلزم ذکر الفاعل

مصدر میں فاعل کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں (نہ اسم ظاہر نہ ضمیر) اس لئے کہ مصدر کے مفہوم میں فاعل کا تصور نہیں بخلاف فعل وغیرہ کے کہ اس کے مفہوم میں نسبت الی الفاعل داخل ہے اس لئے فعل اور اسم فاعل وغیرہ میں فاعل کا ذکر ضروری ہے مصدر میں نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر مصدر میں فاعل کا ذکر ضروری ہو تو جب فاعل کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو مصدر میں ضمیر لائی جائے گی جبکہ ابھی گزرا ہے کہ مصدر میں ضمیر نہیں لائی جاسکتی۔

وقد یضاف الی المفعول :

بہتر یہ ہے کہ مصدر کی اضافت نہ کی جائے اس کو مفرد برقرار رکھا جائے جیسے اعجبنی ضربٌ

زیــدٌ عــمــراً لیکن اگر اضافت کی جائے تو بھی درست ہے اور یہ اضافت فاعل، مفعول بہ اور مفعول لہ اور ظرف سب کی طرف درست ہے۔

فاعل کی مثال: **ولولا دفع اللہِ الناسَ**

مفعول کی مثال: **ضَرْبُ اللصِ الجلادُ**

مفعول لہ کی مثال: **ضَرْب التادیبِ**

ظرف کی مثال: **ضَرْبُ یومِ الجمعۃِ**

اعتراض:۔ جب فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اضافت کرنا درست ہے تو مصنفؒ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ کیوں ذکر کیا ایک ساتھ ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ فاعل کی طرف اضافت یہ اکثر ہوتی ہے جبکہ مفعول کی طرف اضافت قلیل ہوتی ہے تو اس فرق کو بیان کرنے کے لئے دونوں کو علیحدہ ذکر کیا۔

واعماله بالام قليل

اگر مصدر معرف بلام ہو تو یہ بہت کم عمل کرتا ہے اور یہ اس لئے کہ مصدر مؤل (یعنی وہ فعل جس پر ان مصدر یہ داخل ہو) پر الف، لام داخل نہیں ہوتا تو اسی طرح مصدر مؤل بہ (یعنی اصل مصدر) پر بھی الف، لام داخل نہیں ہوگا۔

اعترض:۔ جب مصدر معرف بلام عمل نہیں کرتا تو اس کو ناجائز کیوں نہیں کہا قلیل کیوں کہا ہے؟

جواب:۔ تاکہ ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔

اعتراض:۔ قرآن مجید میں مصدر معرف بلام نے عمل کیا ہے؟ جیسے **لایحب اللہ الجھر بالسوء** یہاں الجہر مصدر معرف بلام ہے اور بالسوء اس کا معمول۔

جواب:۔ یہاں مصدر نے فاعل یا مفعول پر براہ راست عمل نہیں کیا بلکہ باء حرف جر کیواسطے

سے عمل کیا ہے اور یہ درست ہے

فان كان مطلقا فالعمل للفعل

اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل فعل کے لئے ہوگا اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اور فعل عامل قوی ہے تو عامل قوی کی موجودگی میں عامل ضعیف عمل نہیں کرتا جیسے ضربت ضربا زيداً شديداً یہاں دو عامل ہیں ایک فعل ضربت اور ایک مفعول مطلق ضربا تو ہم نے زیداً اور شدیداً کو ضربت کا معمول بنایا ہے نہ کہ ضربا کا۔

وان كان بدلا منه فوجهان

اگر مفعول مطلق فعل سے بدل واقع ہو (یعنی وہ مفعول مطلق جس کے فعل کو حذف کرنا واجب ہو) تو وہاں دونوں کو عمل دینا جائز ہے اس کو محذوف (فعل) کا معمول بنانا بھی جائز ہے اور موجود (یعنی مفعول مطلق) کا بھی۔ فعل کا معمول بنانا تو اس لئے کہ اصل عامل فعل ہے اور مفعول مطلق کا اس لئے کہ وہ قریب اور مذکور ہے بخلاف فعل کے کہ وہ محذوف ہے تو برابری کی وجہ سے دونوں کو عمل دے دیا جیسے سقيا له شكرا له ، حمداله. یہاں له کو فعل محذوف کا بھی معمول بنا سکتے ہیں اور موجود مصدر کا بھی۔

اسم الفاعل ما اشتق من فعل لمن قام به بمعنى الحدث

اسم فاعل کی بحث میں مصنفؒ نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں

(۱) تعریف (۲) بنانے کا طریقہ (۳) عمل اور شرائط

تعریف:۔ اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے ایسی ذات کے لئے مشتق ہو جس کے ساتھ یہ بطور حدوث کے قائم ہو جیسے ضارب مشتق ہے یضرب سے

حدوث کا مطلب یہ ہے کہ یہ معنی پہلے اس کے ساتھ قائم نہیں تھا اور اب تینوں زمانوں میں سے کسی ایک میں اس کے ساتھ قائم ہے اور پھر آئندہ نہیں ہوگا۔

فوائد قیود:۔ اسم فاعل کی تعریف میں لفظ ما عام ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے اشتق من فعل سے اسم جامد خارج ہو گیا لمن قام بہ سے اسم مفعول، اسم تفضیل وغیرہ خارج ہو گئے بمعنی الحدوث سے صفت مشبہ کو خارج کر دیا۔

وصیغته من الثلاثی المجرد علی فاعل

اسم فاعل بنانے کا طریقہ:

ثلاثی مجرد سے یہ فاعل کے وزن پر آتا ہے اور اگر ثلاثی مزید اور رباعی ہو تو اس سے اسم فاعل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ شروع سے علامت مضارع کو حذف کر کے وہاں میم مضموم لگا دیں اور اگر آخر سے ماقبل مکسور نہ ہو تو اس کو کسرہ دیں گے جیسے یکرم سے مکرِم، یضارب سے مضارِب، یستفعل سے مستفعِل، یدحرج سے مدحرِج (مزید تفصیل صرف کی کتب میں ملاحظہ فرمائیں)

ویعمل عمل فعله

اسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی فعل لازم سے مشتق ہو تو لازم جیسا اور متعدی سے مشتق ہو تو متعدی جیسا عمل کرتا ہے لہذا اگر اسم فاعل فعل لازم سے مشتق ہو تو صرف فاعل کو رفع دے گا اور فعل متعدی سے مشتق ہو تو فاعل کو رفع دینے کیساتھ مفعول بہ کو نصب بھی دے گا۔

فائدہ:۔ فعل لازم جو مفعول کو نصب نہیں دیتا وہ صرف مفعول بہ ہے دیگر مفاعیل کو فعل لازم بھی نصب دیتا ہے لہذا وہ اسم فاعل جو فعل لازم سے مشتق ہو وہ بھی صرف مفعول بہ میں عمل نہیں کرے گا بقیہ مفاعیل میں عمل کر سکتا ہے جیسے قام زیدٌ یومَ الجمعة اور زید قائم یومَ الجمعة

بشرط معنی الحال والاسقبال والاعتماد علی صاحبه

یہاں سے مصنفؒ نے اسم فاعل کے عمل کرنے کی شرائط کو بیان فرمایا ہے اور یہ کل

دو شرطیں ہیں۔

(۱) حال یا استقبال کے معنی میں ہو (۲) ما قبل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا ہوا ہو

سوال:۔ حال یا استقبال کے معنی میں ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ تا کہ اسم فاعل اور فعل مضارع میں معنوی مشابہت بھی پائی جائے کیونکہ ان دونوں میں لفظی مشابہت پہلے سے پائی جاتی ہے۔ اور فعل مضارع اور اسم فاعل میں لفظی مشابہت اس طور پر ہے کہ یہ دونوں حرکات وسکنات اور حروف میں برابر ہیں مثلاً جس طرح یضرب میں چار حروف ہیں اسی طرح ضارب میں بھی چار ہیں جس طرح یضرب میں پہلا حرف متحرک دوسرے پر سکون اور تیسرے اور چوتھے پر حرکت ہے اسی طرح ضارب میں بھی پہلا متحرک دوسرا ساکن اور تیسرا اور چوتھا حرف متحرک ہے لہذا حرکات وسکنات اور حروف میں برابری کی وجہ سے ان کے درمیان مشابہت آگئی

فائدہ:۔ اسم فاعل کا حال یا استقبال کے معنی میں ہونا عام ہے چاہے حقیقتاً ہو یا حکایۃً، حقیقتاً کی مثال جیسے حال کی صورت میں: **زید ضارب عمرا الآن** استقبال کی صورت میں:۔ **زید ضارب عمرا غدا**

حکایۃً حال یا استقبال کے معنی میں ہونے کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وکلبھم باسط ذراعیہ** اس مثال میں ماضی میں ہونے والے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے حکایۃً نقل فرمایا ہے۔

اسم فاعل کے عمل کے لئے دوسری شرط یہ تھی کہ ما قبل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا ہوا ہو تو وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔

(۱) مبتدا: **زید ضارب عمرا**

(۲) موصول: **جاء نی القائم ابوہ**

(۳) موصوف: **مررت برجلٍ ضاربٍ ابوہ عمرا**

(۴)ذوالحال: جاء نی زید راکبا فرسَه

(۵)حرف استفہام: اقائمٌ زیدٌ

(٦)حرف نفی: ما قائم زید

سوال:۔ مذکورہ چھ چیزوں پر اعتماد کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ پہلی چار چیزوں کی شرط اس لئے لگائی تا کہ یہ چیزیں مسند الیہ ہوں اور اسم فاعل مسند ہو اور چونکہ فعل بھی مسند ہوتا ہے تو اس صورت میں ان کے درمیان مشابہت قوی ہو جائے گی اور اسم فاعل و اسم مفعول چونکہ فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اس لئے یہ مشابہت جتنی قوی ہوگی انہیں عمل کرنا آسان ہوگا اور حرف استفہام و حروف نفی چونکہ فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اسم فاعل کی چونکہ فعل کیساتھ مشابہت ہے اس لئے اس پر بھی داخل ہونگے تا کہ فعل کے ساتھ مشابہت قوی ہو اور عمل میں قوت پیدا ہو۔

فائدہ:۔ ماقبل چھ چیزوں میں سے اگر پہلی چار پر اعتماد کیے ہوئے ہو تو جو ماقبل تقاضا کرے گا اسم فاعل وہی واقع ہوگا اگر ماقبل مبتدا ہے اور خبر کا تقاضا کرتا ہے تو یہ خبر واقع ہوگا اور اگر صلہ، صفت، حال کا تقاضا کرے تو یہ بالترتیب صلہ، صفت اور حال واقع ہوگا۔

فان كان الماضي وجب الاضافة معنى خلافا للكسائي

اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو عمل نہیں کرتا اور اس صورت میں اسم فاعل کی مابعد کی طرف اضافت ضروری ہے لیکن امام کسائیؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اضافت واجب نہیں اور یہ اس لئے کہ امام کسائی کے نزدیک اسم فاعل اگرچہ ماضی کے معنی میں ہو پھر بھی عمل کرتا ہے۔

لیکن دیگر بعض نحاۃ کے نزدیک اضافت واجب ہے اور یہ اضافت معنویہ ہوگی اضافت لفظیہ نہیں ہوگی کیونکہ اضافت لفظیہ کہتے ہیں کہ صیغہ صفت کی اضافت اپنے معمول کی طرف ہو اور جب اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو عمل ہی نہیں کرتا تو آنے والا اسم اس کا معمول نہیں ہوگا اور صیغہ

صفت کی اضافت غیر معمول کی طرف اضافت معنویہ ہوتی ہے لہذا یہ اضافت معنویہ ہوگی جیسے زید ضاربُ عمرٍو امس اس مثال میں ضارب (اسم فاعل) ماضی کے معنی میں ہے اس لئے اس کی اضافت کی گئی ہے عمرو کی طرف

فان کا ن له معمول آخر فبفعل مقدر

اگر اسم فاعل کے مضاف الیہ کے علاوہ کوئی اور اسم بھی موجود ہو تو اس کا عامل فعل مقدر ہوگا جیسے زید معطی عمر درهما امس اس مثال میں معطی اسم فاعل ہے اس کی اضافت کی ہے عمرو کی طرف اس عمرو (مضاف الیہ) کے علاوہ ایک اور اسم (درہما) موجود ہے جس کا عامل فعل محذوف یعنی اعطی ہے اور اس اعطی نے درہما کو نصب دیا ہے معطی نے نہیں

اعتراض:۔ اعطی فعل کے حذف ہونے پر قرینہ کیا ہے؟

جواب:۔ یہ ما اعطی کے جواب میں واقع ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب قائل نے کہا زید معطی تو سوال پیدا ہوا کہ ما اعطی (کیا دیا ہے؟) تو اس کے جواب میں کہا اعطی درهما. گویا سوال محذوف قرینہ ہے

فان دخلت اللام استوى الجميع

اسم فاعل پر جب الف، لام داخل ہو تو یہ ہر حال میں عمل کرے گا چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال واستقبال کے معنی میں جیسے جا ء نی زید ن الضارب عمرا امس ،الآن ،غدا

سوال:۔ اس صورت میں یہ ہر حال میں عمل کیوں کرتا ہے؟

جواب:۔ اس وقت حقیقت میں یہ فعل ہوتا ہے کیونکہ اسم فاعل پر جب الف، لام داخل ہوتا ہے تو وہ اسم موصول کے معنی میں ہوتا ہے اور اس الف، لام کی وجہ سے اسم فاعل فعل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے الضارب، الذی ضرب کے معنی میں ہے اور فعل چونکہ عامل قوی ہے اس لئے

ہر حال میں عمل کرتا ہے۔

وما وضع منه للمبالغة

یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے

سوال:۔ اسم فاعل کے کچھ صیغے اسم مبالغہ کے ہوتے ہیں تو ان کا حکم کیا ہے؟

جواب:۔ یہ عمل اور شرائط میں اسم فاعل ہی کی طرح ہے جو عمل اسم فاعل کرتا ہے وہ اسم مبالغہ بھی کرتا ہے اور جو شرائط اسم فاعل کے عمل کے لئے ہیں اسم مبالغہ کے لئے بھی وہی شرائط ہیں۔

والمثنى والمجموع مثله

اسم فاعل اور اسم مبالغہ کے تثنیہ اور جمع کے صیغے عمل کے اعتبار سے اپنے مفرد کی طرح ہیں (چاہے صحیح ہوں یا مکسر) پس جو شرائط مفرد کیلئے تھیں وہ تثنیہ وجمع کیلئے بھی ہوں گی۔ جیسے اسم فاعل کی مثال: **جاء نی الزیدان الضاربان عمرا ،جاء نی الزیدون الضاربو ن عمرا الآن او غداً او امس، الزیدان ضاربان والزیدون ضاربون عمراً الآن او غداً.**

ویجوز حذف النون مع العمل والتعریف تحقیقا

اسم فاعل کو عمل دیتے ہوئے اس سے نون تثنیہ وجمع کو گرانا جائز ہے بخلاف اضافت کے کہ جب اسم فاعل کی اضافت کی جائے تو اس صورت میں نون، تثنیہ وجمع کو گرانا واجب ہے

اسم فاعل سے نون تثنیہ وجمع کو گرانے کے لئے دو شرطیں ہیں

(۱) اسم فاعل عمل کر رہا ہو

(۲) معرف باللام ہو جیسے **المقیمی الصلوةَ** اس میں نون کو حذف کر دیا گیا ہے (یہ ایک قرأت ہے ورنہ یہ مجرور ہے)

اسم المفعول ما اشتق من فعل لمن وضع علیه

اسم فاعل کی طرح اسم مفعول میں بھی تین چیزیں بیان ہونگی یعنی تعریف، بناوٹ، عمل

اسم مفعول کی تعریف: اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل سے ایسی ذات کے لئے مشتق ہو کہ جس پر فعل واقع ہو

وصیغته من الثلاثی المجرد علی مفعول

ثلاثی مجرد سے اسم مفعول، مفعولٌ کے وزن پر آتا ہے اور ثلاثی مزید اور رباعی سے اسم مفعول کے بنانے کا طریقہ وہی ہے جو اسم فاعل کا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اسم مفعول میں آخر سے ماقبل کو فتحہ دیں گے جیسے یجتنب سے مجتنَب، یدحرج سے مدحرَج

وامره فی العمل والا شتراط کامر الفاعل

اسم مفعول کے عمل کرنے کے لئے وہی شرائط ہیں جو اسم فاعل کی ہیں یعنی حال واستقبال کے معنی میں ہونا اور ماقبل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کرنا۔

اور اسم مفعول عمل میں بھی اسم فاعل کی طرح ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اسم مفعول فعل لازم سے نہیں ہوتا صرف فعل متعدی سے ہوتا ہے اور فعل متعدی کی پھر دو قسمیں ہیں ❶ ایک مفعول کا تقاضہ کرے ❷ ایک سے زائد کا تقاضہ کرے۔ اگر ایک مفعول کا تقاضہ کرے تو اسم مفعول اس کو رفع دے گا نائب فاعل ہونے کے اعتبار سے اگر ایک سے زائد مفعول کا تقاضہ کرے تو پہلے کو رفع (نائب فاعل کی وجہ سے) اور دوسرے اور تیسرے کو نصب (مفعول ہونے کے اعتبار سے) دے گا جیسے **زید معطی غلامُه درهماً**

اس مثال میں اسم مفعول (معطی) نے غلامہ کو رفع دیا ہے نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اور درھما کو نصب دیا ہے مفعول ہونے کے اعتبار سے اور اسم مفعول نے اس مثال میں مبتدا پر اعتماد کیا ہے اور اس میں دوسری شرط (حال واستقبال والی) بھی موجود ہے۔

فائدہ:۔ جس طرح اسم فاعل پر اگر الف ،لام داخل ہو تو تمام زمانے اس میں برابر ہوتے ہیں حال یا استقبال کی شرط نہیں ہوتی اسی طرح اسم مفعول پر الف ،لام داخل ہو تو اس میں بھی تمام زمانے برابر ہونگے یعنی ہر حال میں عمل کرے گا چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال و استقبال کے۔

الصفة المشبهة ما اشتق من فعل لازم لمن قام به على معنى الثبوت

یہاں سے مصنفؒ اس صیغہ صفت کو بیان فرمارہے ہیں جو اسم فاعل کیساتھ مشابہت رکھتا ہے اور یہ مشابہت تین طرح ہوتی ہے ایک یہ کہ جیسے اسم فاعل مفرد، تثنیہ، جمع مذکر و مؤنث ہوتا ہے ایسے یہ صیغہ صفت بھی ہوتا ہے۔

دوسری یہ کہ جیسے اسم فاعل میں معنی اس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں ایسے ہی اس میں بھی ہوتا ہے

تیسری یہ کہ اسم فاعل کے بعد والا اسم اس کا فاعل ہوتا ہے اور یہی حال صیغہ کا بھی ہوتا ہے بر خلاف اسم مفعول کے کہ دوسری اور تیسری مشابہت اس میں نہیں پائی جاتی کیونکہ اسم مفعول کے ساتھ فعل قائم نہیں بلکہ واقع ہوتا ہے اسی طرح اسم مفعول کے بعد والا اسم اس کا فاعل نہیں بلکہ نائب فاعل ہوتا ہے اس لئے اس صیغہ کو صفت مشبہ کہتے ہیں یعنی **الصفة المشبهة باسم الفاعل**۔

صفت مشبہ میں چار چیزیں بیان ہونگی

(۱) تعریف (۲) بناوٹ یعنی صیغہ (۳) عمل (۴) مسائل

تعریف: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے ایسی ذات کے لئے مشتق ہو کہ جس کے ساتھ یہ بطور ثبوت کے قائم ہو۔

فوائد قیود:۔ اس تعریف میں ما جنس ہے جس میں تمام اسماء شامل ہیں اشتق یہ فصل اول ہے

جس سے اسم جامد خارج ہو گیا فعل لازم سے اسم مفعول خارج ہو گیا کیونکہ اسم مفعول فعل متعدی سے بنتا ہے علی معنی الثبوت سے اسم فاعل خارج ہو گیا کیونکہ وہ حدوث پر دلالت کرتا ہے۔

وصيغتها مخالفة لصيغة الفاعل

وزن کے اعتبار سے صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل کے مخالف ہوتا ہے یعنی صفت مشبہ اسم فاعل کے وزن پر نہیں آتا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل کا وزن قیاسی اور متعین ہے جبکہ صفت مشبہ کا صیغہ سماعی ہوتا ہے یعنی غیر قیاسی ہوتا ہے اور صفت مشبہ کا کوئی صیغہ اسم فاعل کے وزن پر مسموع نہیں جیسے حسن ،صعب ، شدید وغیرہ

سوال:۔ صفت مشبہ کا صیغہ جیسے اسم فاعل کے مخالف ہوتا ہے ایسے ہی اسم مفعول کے بھی مخالف ہوتا ہے تو مصنفؒ نے صرف اسم فاعل کو خاص کیوں کیا؟

جواب:۔ صفت مشبہ کی اسم مفعول کی بنسبت اسم فاعل کیساتھ مشابہت بہت زیادہ تھی اس لئے اس کو خاص کیا۔ (۱) کیونکہ دونوں معنی میں مشابہ ہیں جس طرح اسم فاعل کے ساتھ معنی قائم ہوتے ہیں واقع نہیں اسی طرح صفت مشبہ کے ساتھ بھی معنی قائم ہوتے ہیں فرق اتنا ہے کہ اسم فاعل میں حدوث ہوتا ہے اور صفت مشبہ میں ثبوت۔ (۲) یہ صفت مشبہ اسم فاعل کیساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔

وتعمل عمل فعلها

صفت مشبہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے صفت مشبہ چونکہ صرف فعل لازم سے بنتا ہے اور فعل لازم صرف فاعل کو رفع دیتا ہے لہذا صفت مشبہ بھی صرف فاعل کو رفع دے گا۔

مطلقا

مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ صفت مشبہ ہر حال میں عمل کرتا ہے اس میں حال یا استقبال کے معنی میں

ہونے کی شرط نہیں کیونکہ صفت مشبہ میں ثبوت اور دوام ہوتا ہے جب دوام ہوگا تو حال اور استقبال کے معنی خود بخود اس میں موجود ہوں گے۔ باقی ماقبل میں اعتماد کی شرط نہیں کیونکہ صفت مشبہ پر داخل ہونے والا الف، لام اسم موصول نہیں ہوتا بلکہ صرف تعریف کے لئے ہوتا ہے

فائدہ:۔ صفت مشبہ اور اسم فاعل میں فرق

(۱) اسم فاعل حدوث پر دلالت کرتا ہے جبکہ صفت مشبہ ثبوت پر

(۲) اسم فاعل ماضی کے لئے بھی ہوتا ہے اور حال واستقبال کے لئے بھی جبکہ صفت مشبہ ماضی منقطع کے لئے نہیں ہوتی بلکہ صرف حال دائم کے لئے ہوتی ہے

(۳) اسم فاعل کا معمول اس سے مقدم کرنا جائز ہے جبکہ صفت مشبہ کا معمول اس سے مقدم کرنا جائز نہیں لہذا زید اباہ ضارب کہنا جائز ہے لیکن زید وجَهه حسن کہنا جائز نہیں (قطر الندی)

وتقسیم مسائلها ان تكون الصفة بالام او مجردة

یہاں سے مصنفؒ صفت مشبہ کے مسائل کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں۔ استعمال کے اعتبار سے صفت مشبہ کی کل اٹھارہ صورتیں بنتی ہیں

وجہ حصر:۔ صفت مشبہ معرف باللام ہوگا یا غیر معرف بلام ہوگا پھر ان میں سے دونوں کا معمول تین حال سے خالی نہیں مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا ان دونوں سے خالی ہوگا پھر ان تمام معمولات میں سے ہر ایک تین حال سے خالی نہیں یا تو مرفوع ہوگا یا منصوب اور یا مجرور۔

فالرفع على الفاعلية والنصب على التشبيه

اگر صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہو تو صفت مشبہ کے لئے فاعل ہوگا اگر اس کا معمول منصوب ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں معرفہ ہوگا یا نکرہ اگر معرفہ ہو تو وہ منصوب ہوگا مفعول بہ کیساتھ مشابہت کی وجہ سے اگر نکرہ ہو تو وہ منصوب ہوگا تمیز کی وجہ سے اگر صفت مشبہ کا معمول

مجرور ہوتو وہ مضاف الیہ ہوگا۔

سوال:۔ صفت مشبہ کا معمول اگر معرفہ منصوب ہوتو آپ نے مفعول بہ کیساتھ مشابہ کہا خود مفعول بہ کیوں نہیں بن سکتا؟

جواب:۔ اس لئے کہ صفت مشبہ مفعول بہ کا تقاضہ ہی نہیں کرتا۔

وتفصيلها حسن وجهه ثلثة وكذلك حسن الوجه

یہاں سے مصنفؒ صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتوں کو تفصیل سے بیان فرمارہے ہیں

حسن وجهه

اسمیں تین صورتیں پڑھیں مرفوع، منصوب، مجرور حسنْ وجهُه، حسنْ وجهَه، حسنْ وجهِه اسی طرح باقی تمام صورتوں میں یہی ترتیب ہوگی۔

اثنان منها ممتنعان مثل الحسن الوجهه

صفت مشبہ کی کل اٹھارہ صورتوں میں سے دوصورتیں ممتنع ہیں اور ایک میں اختلاف ہے اور نو احسن ہیں دو حسن اور چار قبیح ہیں اسی طرح یہ کل اٹھارہ صورتیں ہوئیں۔

مذکورہ صورتوں کا ضابطہ: جہاں اضافت کا فائدہ نہ ہو یا اضافت کی وجہ سے خرابی لازم آرہی ہوتو وہ ممتنع ہے اور اگر خرابی نہ ہو لیکن اضافت سے کچھ فائدہ ہو لیکن فائدہ تامہ نہ ہوتو وہ مختلف فیہ ہے اور جہاں جہاں صفت مشبہ اور اس کے معمول میں ایک ضمیر ہوتو وہ احسن ہے اگر دو ضمیریں ہوں تو وہ حسن اور اگر کوئی ضمیر نہ ہوتو وہ قبیح ہے۔

مذکورہ کل صورتیں نقشہ میں اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر شمار	صفت مشبہ کی حالت	معمول کی حالت	حالت اعراب	مثال	حکم
۱	معرف باللام	مضاف	مرفوع	الحسن وَجُهُهٗ	احسن
۲	معرف باللام	مضاف	منصوب	الحسن وجهَهٗ	حسن
۳	معرف باللام	مضاف	مجرور	الحسن وجهِهٖ	ممتنع
۴	معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	الحسن الوجهُ	قبیح
۵	معرف باللام	معرف باللام	منصوب	الحسن الوجهَ	احسن
۶	معرف باللام	معرف باللام	مجرور	الحسن الوجهِ	احسن
۷	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	الحسن وجهٌ	قبیح
۸	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	الحسن وجهاً	احسن
۹	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	الحسن وجهٍ	ممتنع
۱۰	غیر معرف باللام	مضاف	مرفوع	حسن وَجُهُهٗ	احسن
۱۱	غیر معرف باللام	مضاف	منصوب	حسن وجهَه	حسن
۱۲	غیر معرف باللام	مضاف	مجرور	حسن وجهِه	مختلف فیہ
۱۳	غیر معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	حسن الوجهُ	قبیح
۱۴	غیر معرف باللام	معرف باللام	منصوب	حسن الوجهَ	احسن
۱۵	غیر معرف باللام	معرف باللام	مجرور	حسن الوجهِ	احسن

١٦	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	حسن وجہٌ	قبیح
١٧	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	حسن وجہاً	احسن
١٨	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	حسن وجہٍ	احسن

الحسن وجہِہٖ : یہ ممتنع ہے کیونکہ یہ اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ صرف تخصیص فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے یعنی مضاف سے تنوین حذف ہوتی ہے اور مضاف الیہ سے ضمیر اور یہاں اضافت نے کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ صفت مشبہ سے تنوین الف، لام کی وجہ سے گرگئی ہے اور مضاف الیہ کی ضمیر باقی ہے لہذا فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوا اس لئے یہ صورت ممتنع ہے۔

الحسن وجہٍ : یہ بھی ممتنع ہے کیونکہ یہاں اگرچہ اضافت کی وجہ سے ضمیر گرگئی ہے لیکن ایک خرابی آگئی ہے وہ یہ کہ معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہو رہی ہے اور یہ صحیح نہیں

حسن وجہِہٖ : اس صورت میں اختلاف ہے کوفیوں کے نزدیک مطلقا جائز ہے جبکہ سیبوے اور تمام بصریین کے نزدیک اشعار میں جائز ہے مگر قبیح ہے ورنہ بالکل جائز نہیں۔

وجہ اختلاف: یہاں حسن کی اضافت کی ہے وجہ کی طرف اور اضافت کی وجہ سے حسن سے تنوین گرگئی ہے مگر وجہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی لہذا کوفیین کہتے ہیں کہ اگرچہ اضافت سے مکمل فائدہ تو نہیں ہوا مگر کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہوا ہے لہذا جائز ہے اور سیبوے اور تمام بصریین فرماتے ہیں کہ یہاں اضافت کی ہی اسی لئے ہے کہ تاکہ مکمل تخفیف حاصل ہو اور یہاں اس سے کوئی مانع بھی نہیں اس کے باوجود صرف ادنی تخفیف پر اکتفا کیا گیا ہے اس لئے جائز نہیں۔

والبواقي ما كان فيه واحد منها احسن

بقیہ جو پندرہ صورتیں ہیں ان کا ضابطہ یہ ہے کہ جس میں صرف ایک ضمیر ہو (چاہے صفت مشبہ

میں ہو یا اس کے معمول میں) وہ احسن ہے جس میں دو ضمیریں ہوں (ایک صفت مشبہ میں اور ایک اس کے معمول میں) تو وہ حسن ہے اور جس میں کوئی ضمیر نہ ہو تو وہ قبیح ہے

اب ان صورتوں میں کہاں صفت مشبہ میں ضمیر ہوتی ہے اور کہاں نہیں؟ اس کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔

ومتى رفعت بها فلا ضمير فيها

اگر صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہو تو صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت اسم ظاہر اس کا معمول ہوگا۔ اور اگر اس کا معمول منصوب یا مجرور ہو تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی اور وہ موصوف کی طرف لوٹے گی۔

فهي كالفعل

جب صفت مشبہ کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کی طرح اس کو ہمیشہ مفرد ہی لائیں گے چاہے اس کا معمول تثنیہ ہو یا جمع جیسے **حسن الزيدان ،حسن الزيدون** ، وغیرہ اور اگر اس کا معمول مرفوع نہ ہو (یعنی اسم ظاہر نہ ہو بلکہ ضمیر ہو) تو پھر صفت مشبہ کے اندر جو ضمیر ہوگی وہ اپنے موصوف کے مطابق ہوگی جیسے **زيد حسنٌ، الزيدان حسنان ،الزيدون حسنون ،الهند حسنةٌ، الهندان حسنتان،الهندات حسنات**

واسما الفاعل والمفعول غير المتعدين

اسم فاعل اور وہ اسم مفعول جو ایسے فعل متعدی سے بنا ہو جو ایک مفعول کا تقاضہ کرتا ہو تو یہ دونوں بھی صفت مشبہ کی طرح ہیں اور ان کی بھی کل اٹھارہ صورتیں ہونگی جو صفت مشبہ میں گزر گئی ہیں جیسے **زيد القائم الابُ، زيد القائم الابَ، زيد القائم الابِ، زيد القائم ابوه، زيد القائم اباه ،زيد القائم ابِيه، زيد القائم ابٌ، زيد القائم ابًا، زيد القائم ابٍ**

تفصیل کیلئے اگلے صفحہ پر نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر شمار	اسم فاعل کی حالت	معمول کی حالت	حالت اعراب	مثال	حکم
۱	معرف باللام	مضاف	مرفوع	زید القائم ابوہ	احسن
۲	معرف باللام	مضاف	منصوب	زید القائم اباہ	حسن
۳	معرف باللام	مضاف	مجرور	زید القائم ابیہ	ممتنع
۴	معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	زید القائم الابُ	قبیح
۵	معرف باللام	معرف باللام	منصوب	زید القائم الابَ	احسن
۶	معرف باللام	معرف باللام	مجرور	زید القائم الابِ	احسن
۷	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	زید القائم ابٌ	قبیح
۸	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	زید القائم اباً	احسن
۹	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	زید القائم ابٍ	ممتنع
۱۰	غیر معرف باللام	مضاف	مرفوع	زید قائم ابوہ	احسن
۱۱	غیر معرف باللام	مضاف	منصوب	زید قائم اباہ	حسن
۱۲	غیر معرف باللام	مضاف	مجرور	زید قائم ابیہ	مختلف فیہ
۱۳	غیر معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	زیدقائم الابُ	قبیح
۱۴	غیر معرف باللام	معرف باللام	منصوب	زیدقائم الابَ	احسن
۱۵	غیر معرف باللام	معرف باللام	مجرور	زیدقائم الابِ	احسن
۱۶	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	زیدقائم ابٌ	قبیح

۱۷	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	زیدقائم اباً	احسن
۱۸	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	زیدقائم ابٍ	احسن

اسم مفعول کی امثلہ

نمبر شمار	اسم مفعول کی حالت	معمول کی حالت	حالت اعراب	مثال	حکم
۱	معرف باللام	مضاف	مرفوع	زیدالمضروب ابوہ	احسن
۲	معرف باللام	مضاف	منصوب	زیدالمضروب اباہ	حسن
۳	معرف باللام	مضاف	مجرور	زیدالمضروب ابیہ	ممتنع
۴	معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	زیدالمضروب الابُ	قبیح
۵	معرف باللام	معرف باللام	منصوب	زیدالمضروب الابَ	احسن
۶	معرف باللام	معرف باللام	مجرور	زیدالمضروب الابِ	احسن
۷	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	زیدالمضروب ابٌ	قبیح
۸	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	زیدالمضروب اباً	احسن
۹	معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	زیدالمضروب ابٍ	ع
۱۰	غیر معرف باللام	مضاف	مرفوع	زید مضروب ابوہ	احسن
۱۱	غیر معرف باللام	مضاف	منصوب	زیدمضروب اباہ	حسن
۱۲	غیر معرف باللام	مضاف	مجرور	زیدمضروب ابیہ	مختلف فیہ

۱۳	غیر معرف باللام	معرف باللام	مرفوع	زیدمضروب الابُ	قبیح
۱۴	غیر معرف باللام	معرف باللام	منصوب	زیدمضروب الابَ	احسن
۱۵	غیر معرف باللام	معرف باللام	مجرور	زیدمضروب الابِ	احسن
۱۶	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مرفوع	زیدمضروب ابٌ	قبیح
۱۷	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	منصوب	زیدمضروب اباً	احسن
۱۸	غیر معرف باللام	معرف باللام اور مضاف سے خالی	مجرور	زیدمضروب ابٍ	احسن

اسم التفضیل ما اشتق من فعل لموصوف بزیادة علی غیره

یہاں سے مصنفؒ اسم تفضیل کو بیان فرما رہے ہیں اس میں کل ۴ چیزوں کو ذکر کیا جائیگا

(۱) تعریف (۲) بناوٹ (۳) استعمال کا طریقہ (۴) اور عمل

(۱) تعریف: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل (لغوی یعنی مصدر) سے مشتق ہو ایسے موصوف کے لئے جس میں دوسرے کی بنسبت فعل والے معنی میں زیادتی پائی جائے۔ جیسے ضرب سے اَضْرَبُ

(۲) بنانے کا طریقہ:

وهو افعل وشرطه ان یبنی من ثلاثی مجرد :۔

اسم تفصیل اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے۔ اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔

(۱) ثلاثی مجرد ہونا (۲) لون وعیب کا معنی نہ ہونا (عیب سے مراد عیب ظاہری ہے)

سوال:۔ ثلاثی مجرد ہونے کی شرط کیوں لگائی گئی؟

جواب:۔ اگر غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید، رباعی مزید و مجرد سے اسم تفصیل بنایا جائے تو اسم تفضیل کا وزن نہیں بن سکتا کیونکہ اسم تفضیل (یعنی افعل) میں چار حروف ہوتے ہیں اور رباعی میں تو پہلے سے چار حرف ہوتے ہیں اور ثلاثی مزید میں تین سے زائد حروف ہوتے ہیں اب اگر ان سے اسم تفضیل بنایا جائے تو اسم تفضیل کا وزن نہیں بنے گا مثلاً اجتناب مصدر سے اَجْتَنِبُ کہیں تو اسم تفضیل کا وزن نہیں بنے گا اور اگر ہم حروف میں کمی کریں تو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ ثلاثی مجرد ہے یا ثلاثی مزید اور رباعی سے حروف حذف کر دیئے گئے ہیں اس لئے ثلاثی مجرد کی شرط لگائی۔

سوال:۔ لون وعیب نہ ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ کیونکہ لون وعیب سے افعل کا وزن مطلقا صفت کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اَعْوَرُ، اَحْمَرُ وغیرہ اب اگر اسم تفضیل بھی بنائیں تو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ مطلقا صفت ہے یا اسم تفضیل۔ اس التباس کی وجہ سے لون وعیب نہ ہونے کی شرط لگائی۔

فائدہ:۔ عیب سے عیب ظاہری مراد ہے کیونکہ عیب باطنی سے اسم تفضیل آتا ہے جیسے جہالة سے اَجْهَلُ

فان قصد غیره فوصل الیه باشد مثل هو اشد منه

اگر اس فعل سے اسم تفضیل بنانا مقصود ہو کہ جس فعل سے اسم تفضیل بنانا درست نہ ہو مثلا ثلاثی مزید یا رباعی اور یا وہ ثلاثی مجرد جس میں لون وعیب کا معنی ہو اس سے اگر اسم تفضیل والے معنی حاصل کرنا ہو تو اشد، اکثر، ازید، وغیرہ میں سے کوئی لفظ شروع میں لائیں گے اور اس کے بعد اس باب کے مصدر کو بطور تمیز کے ذکر کریں گے جیسے ثلاثی مزید کی مثال: اَشَدّ استخراجاً لون کی مثال: اشد منه بیاضاً عیب کی مثال: اشد منه عمیً

وقياسه للفاعل وقد جاء للمفعول

اسم تفضیل عموماً اور اکثر فاعلیت کے معنی میں زیادتی پر دلالت کرتا ہے جیسے اَکْرَمُ بمعنی بہت زیادہ اکرام کرنیوالا اَضْرَبُ بہت زیادہ مارنے والا، لیکن کبھی کبھی مفعول کے معنی میں بھی زیادتی پر دلالت کرتا ہے جیسے اَعْذَرُ، بہت زیادہ معذور اور اَلْوَمُ بمعنی بہت زیادہ ملامت کیا ہوا اَشْغَلُ بمعنی بہت زیادہ مشغول اَشْهَرُ بمعنی بہت زیادہ مشہور

ويستعمل على احد ثلثه اوجه

یہاں سے مصنفؒ اسم تفضیل کے استعمال کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔ اس کے استعمال کے تین طریقے ہیں

(۱) مستعمل بمن: جیسے زید افضلُ من عمروٍ

(۲) مستعمل بالاضافت جیسے زید افضلُ القومِ

(۳) مستعمل باللام جیسے زید الافضل

فلا يجوز زيد الافضل من عمرو

یعنی اسم تفضیل بیک وقت ان تینوں طریقوں میں سے لازماً صرف کسی ایک طریقے پر ہی مستعمل ہوگا، نہ تو یہ جائز ہے کہ اسم تفضیل ان تین طریقوں میں سے بیک وقت دو طرح استعمال ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک طرح بھی استعمال نہ ہو لہذا زيد الافضل من عمرو کی ترکیب جائز نہیں اس لئے کہ یہاں معرف باللام بھی ہے اور من بھی اسی طرح زید افضل کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ یہاں تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے میں بھی استعمال نہیں۔ البتہ جہاں مفضل علیہ معلوم ہو تو وہاں سے مفضل علیہ کو حذف کرنا جائز ہے جیسے الله اكبر یہاں اکبر اسم تفضیل ہے یہ نہ معرف باللام ہے نہ مضاف اور نہ ہی من کیساتھ مستعمل ہے لیکن یہ جائز ہے کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑے ہیں لہذا تقدیری عبارت اكبر كل

شیءٍ اضافت کیساتھ یا اکبر من کل شیء من کے ساتھ ہوگی۔

قانون: وہ اسم تفضیل جو مستعمل بمن ہو وہ ہمیشہ اور ہر حال میں مفرد ہوگا ہمیشہ سے مراد چاہے مفضل مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع۔ ہر حال سے مراد مذکر ہو یا مؤنث جیسے **زید افضل من عمرو، الزیدان افضل من عمرو، الزیدون افضل من عمرو، الھند افضل من عمرو، الھندان افضل من عمرو، الھندات افضل من عمرو.**

اور اگر مستعمل باللام ہو تو ہمیشہ مفضل کے مطابق ہوگا **زید الافضل، الزیدان الافضلان، الزیدون الافضلون، ہند الفضلی، الھندان الفضلیان، الھند ات الفضلیات**

اگر مستعمل بالاضافت ہو تو پھر دو معنوں میں استعمال ہوگا (۱) مفضل کو مفضل علیہ کے مقابلے میں ترجیح دینا مقصود ہوگا (اور اسم تفضیل اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے) جیسے **زید افضل القوم** اس مثال میں زید کی تمام قوم پر فضیلت بتانا مقصود ہے

(۲) صرف مفضل کی فضیلت بتانا مقصود ہو کسی کے مقابلے میں نہیں جیسے **زید افضل الناس،** اس سے صرف مطلقا زید کا افضل ہونا مراد ہو تمام لوگوں کے مقابلے میں افضلیت بتانا مقصود نہ ہو تو جہاں مطلقا زیادتی والا معنی مقصود ہو تو وہاں اسم تفضیل میں مطابقت ضروری ہے اور اگر مقابلے میں ترجیح بتانا مقصود ہو تو وہاں دونوں جائز ہیں مطابقت بھی جائز ہے اور مفرد بھی مطابقت کی مثالیں: جیسے **زید افضل القوم ،الزیدان افضلا القوم ،الزیدون افضلوا القوم، ھند فضلی القوم ،الھند ان فضلیا القوم ،الھندات فضلیات القوم** مفرد کی مثالیں جیسے: **الزیدان افضل القوم، الزیدون افضل القوم، ھند افضل القوم الخ**

قانون: اگر اسم تفضیل مستعمل بالاضافت ہو تو ہم نے کہا کہ دو معنی مراد ہوتے ہیں ایک مطلقا زیادتی اور دوسرا مفضل علیہ کے مقابلے میں زیادتی۔ اگر دوسرے کے مقابلے میں زیادتی بتانا مقصود ہو تو وہاں یہ شرط ہے کہ مفضل، مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل ہو جیسے **زید افضل**

القوم اس مثال میں زید، قوم میں شامل ہے لہذا اب ترجیح دینا مقصود ہے لیکن اس معنی کا اعتبار کر تے ہوئے یوسف احسن اخوتہ کہنا جائز نہیں کیونکہ اس میں مفضل، مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل نہیں اس لئے کہ یہاں اخوۃ کی اضافت ضمیر کی طرف کی گئی ہے جو کہ یوسف کی طرف لوٹ رہی ہے لہذا یوسف، اخوۃ کا غیر ہوگا کیونکہ مضاف، مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے جب یوسف اخوۃ کا غیر ہوگیا تو اب یوسف احسن اخوتہ کی ترکیب درست نہیں ہوگی۔

والثانی ان تقصد زیادۃ مطلقۃ

اگر مطلقا زیادتی مقصود ہو تو پھر یوسف احسن اخوتہ کی ترکیب جائز ہے۔

والذی بمن مفرد مذکر لاغیر

وہ اسم تفضیل جو من کیساتھ مستعمل ہو وہ ہمیشہ مفرد مذکر ہی استعمال ہوگا چاہے اس کا مفضل مفرد ہو یا تثنیہ، جمع اسی طرح چاہے مذکر ہو یا مؤنث جیسے زید افضل من عمر، الزید ان، الزید ون افضل من عمرو، هند، الهندان، الهندات افضل من عمرو اسی طرح الصلاۃ خیر من النوم.

(۴) عمل

ولایعمل فی مظهر الااذا کان صفة لشئی

یہاں سے مصنفؒ اسم تفضیل کے بارے میں چوتھی چیز (یعنی اس کے عمل) کو بیان کرر ہے ہیں۔

اسم تفضیل ضمیر میں مطلقا عمل کرتا ہے ضمیر میں عمل کرنے کے لئے کوئی شرط نہیں اور ضمیر میں عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسی اسم تفضیل میں ضمیر فاعل ہوگی۔

اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں اگر یہ تینوں شرائط پائی جائیں تب تو اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرے گا ورنہ نہیں۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں

(۱) اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے ایک کے لئے صفت ہو اور معنی کے اعتبار سے دوسرے کے لئے

صفت ہو

(۲) اسم تفضیل جس کے لئے واقع ہو رہا ہو (یعنی اسم تفضیل کا فاعل) وہ ایک کے اعتبار سے مفضل اور دوسرے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو۔

(۳) اسم تفضیل منفی ہو۔

مطابقی مثالیں: **ما رائیت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید**

ترجمہ: میں نے زید جیسی خوبصورت سرمگی آنکھیں کسی کی نہیں دیکھیں

اس مثال میں اسم تفضیل منفی ہے اور اسم تفضیل احسن بظاھر رجل کی صفت ہے اور معنا الکحل کی صفت ہے اور اس میں الکحل عین زید کے اعتبار سے مفضل اور عین الرجل کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے۔

سوال:۔ یہ تینوں شرائط کیوں لگائی؟

جواب:۔ مذکورہ تین شرائط اس لئے لگائیں تاکہ فعل کے ساتھ مشابہت ہو جائے اور اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرے کیونکہ ان شرائط کی وجہ سے اسم تفضیل احسن، حسن فعل کے معنی میں ہوتا ہے اور فعل کے معنی میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم تفضیل میں فعل کے معنی میں زیادتی پائی جاتی ہے اور قانون یہ ہے کہ اگر کلام مقید میں نفی آئے تو وہ نفی قید کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس مثال میں جب نفی نے اسم تفضیل سے زیادتی والی قید یا زیادتی والا معنی ختم کر دیا تو اب صرف حسن یعنی فعل کا معنی باقی رہ گیا۔

اعتراض:۔ اگر مذکورہ عبارت کی ترکیب اس طرح ہو کہ الکحل کو مبتدا مؤخر اور احسن فی عینہ کو خبر مقدم بنائیں تو کیا خرابی لازم آئے گی؟

جواب:۔ اس صورت میں عامل ضعیف اور اس کے معمول کے درمیان اجنبی کا فصل لازم آتا

ہے کیونکہ الکحل جب مبتدا ہوگا تو یہ اسم تفضیل احسن کا معمول نہیں ہوگا بلکہ اجنبی ہوگا تو اب فصل آ گیا جو کہ جائز نہیں۔

ولك ان تقول احسن فی عینه الکحل من عین زید

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسم تفضیل کا اسم ظاہر میں عمل کرنا صرف مذکورہ مثال میں منحصر نہیں بلکہ مذکورہ مثال کی مختصر عبارت یوں بھی ہوسکتی ہے

ما رائیت احسن فی عینه الکحل من عین زید

فان قدمت ذکر العین قلت ما رائیت کعین زید

اگر عین کو مقدم کریں اور یوں کہیں

ما رائیت کعین زید احسن فیها الکحل تو معنی وہی ہوگا جو پہلی عبارت کا تھا اور ترکیب میں بھی کوئی خرابی نہیں ہوگی کیونکہ یہ ترکیب اس شعر کی طرح ہوگی۔

شعر:

مررت علی وادی السباع ولا اری کوادی السباع حین یظلم وادیا

اقل به رکب اتوه تایّة واخوف الا ما وقی الله ساریا

میں اس وادی سے گزرا جو کثرت درندوں کی وجہ سے وادی سباع کے نام سے مشہور ہے اور میں نے کوئی وادی نہیں دیکھی جس میں اس سے کم قافلے چلے جاتے ہوں اور وقوف کرتے ہوں اور چلنے سے ڈرتے ہوں جبکہ وہ وادی اندھیری ہوتی ہے ہاں جب اللہ کسی قافلے کو بچائیں۔

اس شعر میں **کوادی السباع** کو **اقل به رکب** اسم تفضیل سے مقدم کیا ہے اور رکب اقل کا فاعل ہے اور یہاں اسم تفضیل من کیساتھ مستعمل ہے اصل عبارت یوں ہے **لا اری وادیا اقل به رکب منهم فی وادی السباع** تو جس طرح اس شعر میں **کوادی السباع** کو اسم تفضیل اقل سے مقدم کیا گیا ہے اسی طرح **ما رائیت کعین زید احسن فیها الکحل** میں

کعین زید کو اسم تفضیل احسن سے مقدم کرنا جائز ہے۔

فائدہ: طلبہ کے فائدے کیلئے اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی دو مثالیں اور لکھی جاتی ہیں۔ا) مارأیت رجلا اکمل فی وجهه الاشراق منه فی وجه العابد الصادق۔ ۲)ما شهدت عیوننا اجمل فیها الحَوَرُ منه فی عیون الظباء ۔ پہلی مثال میں الاشراق اور دوسری میں الحور فاعل ہے۔

الفعل مادل علی معنی فی نفسه مقترن باحد الازمنة الثلاثة

یہاں سے مصنف فعل کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں اس میں بھی چار چیزیں بیان ہونگی (۱)تعریف (۲)علامت فعل (۳)تقسیم (۴)اعراب

(۱)تعریف: فعل اسے کہتے ہیں جو اپنے معنی پر دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ بھی پایا جائے۔

اعتراض:۔ آپکی تعریف جامع مانع نہیں کیونکہ آپ نے فرمایا کہ فعل اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی زمانہ پایا جائے حالانکہ افعال مقاربہ جیسے عسی ،کاد، کرب، اوشک وغیرہ یہ افعال تو ہیں لیکن ان میں کوئی زمانہ نہیں اور اسی طرح اسماء افعال میں زمانہ تو ہے لیکن یہ افعال نہیں؟

جواب:۔ ہماری تعریف میں ایک قید اور بھی ہے وہ یہ کہ مقترن بالوضع یعنی ان میں زمانہ وضع کے اعتبار سے ہو تو افعال مقاربہ میں وضع کے اعتبار سے زمانہ ہے لیکن بعد میں ختم ہو گیا ہے اور اسماء افعال میں وضع کے اعتبار سے زمانہ نہیں اس لئے یہ فعل نہیں۔

اعتراض:۔ آپ کی تعریف سے مضارع خارج ہو گیا کیونکہ آپ نے کہا کہ فعل وہ ہے جس میں ایک زمانہ ہو حالانکہ مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں؟

جواب:۔ دو کے ضمن میں ایک موجود ہوتا ہے لہذا ایک زمانہ پایا گیا تو ہماری تعریف سے

مضارع خارج نہیں ہوا۔

ومن خواصه دخول قد والسين وسوف والجوازم

فعل کی علامات:

یہاں سے مصنف ؒ فعل کی علامات بیان فرمارہے ہیں فعل کی علامت میں سے یہ ہے کہ

(۱) قد کا داخل ہونا۔

قد فعل کی علامت اس لئے ہے کہ قد آتا ہے فعل ماضی کو حال کے معنی میں کرنے کے لئے یا فعل کے معنی میں تحقیق کے لئے اور یا تقلیل کے لئے آتا ہے اور یہ تینوں چیزیں فعل کیساتھ خاص ہیں اس لئے قد فعل پر داخل ہوتا ہے۔

(۲) سین اور سوف کا داخل ہونا۔

یہ فعل کی علامت اس لئے ہے کہ سین استقبال قریب کے لئے اور سوف استقبال بعید کے لئے آتا ہے اور استقبال کا زمانہ فعل میں پایا جاتا ہے اس لئے یہ فعل کی علامت ہے۔

(۳) حروف جوازم کا داخل ہونا۔

یہ فعل کی علامت اس لئے ہے کہ حروف جوازم یا تو فعل کی نفی کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے لم، لما یا طلب کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے لام امر یا منع کے لئے آتے ہیں جیسے لائے نہی یا کسی شی کو فعل کیساتھ متعلق کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے حروف شرط اور یہ تمام چیزیں فعل کیساتھ خاص ہیں

(۴) آخر میں تائے تانیث ساکنہ کا لاحق ہونا۔

مصنف ؒ نے تائے ساکنہ کہہ کر تائے متحرکہ سے اعراض کیا ہے اس لئے کہ تاء متحرکہ فعل کی علامت نہیں۔ اور تاء تانیث ساکنہ فعل کا خاصہ اس لئے ہے کہ یہ عامل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے لہذا یہ اس کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جو فاعل کا تقاضہ کرے اور وہ فعل ہے

(۵) فعلتِ کی تاء یعنی ضمیر بارز مرفوع متصل، اس کی وجہ وہی ہے جو تاء ساکنہ کی ہے۔

الماضی ما دل علی زمان قبل زمانك

(۳) فعل کی تقسیم

یہاں سے مصنفؒ فعل کی تقسیم کرر ہے ہیں فعل کی تین قسمیں ہیں

(۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر

فعل ماضی کی تعریف: وہ فعل جو آپ کے زمانے سے پہلے والے زمانے پر دلالت کرے یعنی جو گذشتہ زمانے پر دلالت کرے۔

فعل ماضی کا حکم: ماضی کیساتھ اگر ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو، واو بھی نہ ہو اور نون جمع مؤنث بھی نہ ہو تو مبنی علی الفتح ہوگی جیسے ضربَ، ضربَا تثنیہ کے صیغے میں ضمیر یعنی الف متحرک نہیں اس لئے فتحہ برقرار ہے۔

المضارع ما اشبہ الاسم باحد حروف نایت

فعل کی دوسری قسم فعل مضارع ہے

فعل مضارع کی تعریف: مضارع وہ فعل ہے جو اسم کیساتھ مشابہت رکھتا ہو اور اس کے شروع میں حروف نایت میں سے کوئی ایک حرف ہو جیسے اَضرب، تَضرب، یَضرب، نَضرب

فعل مضارع کی مشابہت اسم کیساتھ اس طور پر ہے کہ جس طرح کبھی اسم مشترک ہوتا ہے ایسے ہی فعل مضارع حال اور استقبال کے زمانے میں مشترک ہوتا ہے جیسے اسم مشترک کے تمام معنوں میں سے کوئی ایک معنی بعض قرائن کی وجہ سے متعین ہوتا ہے اسی طرح فعل مضارع کے معنی بھی قرائن کیوجہ سے متعین ہوتے ہیں مثلاً مضارع پر اگر سین یا سوف داخل ہو تو وہ استقبال کے معنی کیساتھ متعین ہوتا ہے۔

فائدہ: مضارع کے شروع میں چار حروف آتے ہیں الف، تاء، نون، یاء ان کو حروف نایت اور

حروف اتین کہتے ہیں۔

فالهمزة للمتكلم مفردا والنون له مع غيره

فعل مضارع کے کل چودہ صیغے ہوتے ہیں ان میں سے ایک میں ہمزہ آتا ہے اور ایک کے شروع میں نون آتا ہے چار کے شروع میں یاء آتی ہے باقی آٹھ کے شروع میں تاء آتی ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ واحد متکلم کے شروع میں ہمزہ آتا ہے جیسے اَضْرِبُ جمع متکلم کے لئے نون جیسے نَضْرِبُ واحد مذکر غائب، تثنیہ مذکر غائبین جمع مذکر غائبین اور جمع مؤنث غائبات ان چار کے شروع میں یاء آتی ہے جیسے يضرب ،يضربان ،يضربون ،يضربن

باقی آٹھ کے شروع میں تاء آتی ہے جس میں چھ مخاطب کے صیغے ہیں چاہے مذکر ہو یا مؤنث مفرد، تثنیہ ہو یا جمع اور دو صیغے واحدہ مؤنثہ غائبہ اور تثنیہ مؤنثہ غائبتین کے صیغے ہیں جیسے تضرب ،تضربان ،تضربون،تضربين ،تضربان ،تضربن ،تضرب،تضربان تو یہ کل چودہ صیغے ہوئے۔

وحروف المضارعة مضمومة في الرباعي

وہ فعل ماضی جس کے شروع میں چار حروف ہوں (چاہے وہ ثلاثی مزید ہو یا رباعی مجرد ہو) تو اس کے فعل مضارع میں حروف نایت مضموم ہونگے اس کے علاوہ (یعنی ثلاثی مجرد یا رباعی مزید وغیرہ) میں یہ حروف مفتوح ہونگے جیسے مضموم کی مثال: اکرم سے یُکرم ،ضارب سے یُضارب، دحرج سے یُدحرج مفتوح کی مثالیں: ضرب سے یَضرب،استخرج سے یَستخرج، تدحرج سے یَتدحرج وغیرہ

ولايعرب من الفعل غيره اذا لم يتصل به نون تاكيد

یہاں سے مصنف ؒ فعل مضارع کا حکم بیان فرمارہے ہیں فعل مضارع کے کل چودہ صیغوں میں سے جمع مؤنث کے دو صیغے مبنی ہیں اس کے علاوہ باقی بارہ صیغے معرب ہیں اس شرط کیساتھ کہ ان

کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ نہ ہو، ورنہ وہ بھی مبنی ہونگے۔

واعرابه رفع ونصب وجزم

فعل مضارع کے تین اعراب ہوتے ہیں

(۱)رفع (۲)نصب (۳)جزم

فالصحيح المجرد عن ضمير بارز مرفوع

اعراب کے اعتبار سے فعل مضارع کی چار قسمیں ہیں

فعل مضارع کے اعراب کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھیں کہ مضارع کے کل چودہ صیغے ہوتے ہیں ان میں سے دو صیغے جمع مؤنث حاضر وغائب مبنی ہیں بقیہ بارہ صیغے رہ گئے ان بارہ صیغوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)وہ جن کے آخر میں نون اعرابی ہو

(۲)جن کے آخر میں نون اعرابی نہ ہو۔

پہلی قسم یعنی جن کے آخر میں نون اعرابی ہو یہ کل سات صیغے ہیں چار تثنیہ کے یعنی تثنیہ مذکر ومؤنث حاضر وغائب اور دو جمع مذکر حاضر وغائب اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ۔ان کا اعراب ہر حال میں ایک ہی ہوتا ہے یعنی حالت رفع میں اثبات نون، حالت نصب وجزم میں اسقاط نون کیساتھ اور ہر حال سے مراد چاہے صحیح ہو یا معتل۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ نحویوں کے ہاں معتل وہ ہوتا ہے جس کے لام کلمے میں حرف علت ہو۔

مذکورہ قسم کی مثالیں:

هما يضربان، يغزوان، يرميا ن، يرضيان، لم يضربا، يغزوا، يرميا، يرضيا، لن يضربا، يغزوا.

دوسری قسم جن کے آخر میں نون اعرابی نہیں ہوتا اس کے پانچ صیغے ہیں واحد مذکر غائب وحاضر،

واحدہ مؤنثہ غائبہ، واحد متکلم، جمع متکلم۔ان کے اعراب تین طرح کے ہیں۔

وجہ حصر: وہ پانچ صیغے دو حال سے خالی نہیں، صحیح ہونگے یا معتل پھر معتل ہو تو معتل واوی یا یائی ہو گا اور یا معتل الفی۔اگر صحیح ہو تو حالت رفع ضمہ لفظی کیساتھ، حالت نصب فتحہ لفظی اور جزم سکون کے ساتھ ہوگا جیسے **هو يضربُ، لن يضربَ، لم يضربْ**

اگر معتل واوی ہو یا یائی تو حالت رفع ضمہ تقدیری کیساتھ حالت نصب فتحہ لفظی کیساتھ اور حالت جزم سقوط لام کلمہ کیساتھ ہوگا جیسے **هو يدعوُ ويرميُ ،لن يدعوَ ويرميَ ،لم يدعُ ويرمِ**

اگر معتل الفی ہو تو حالت رفع ضمہ تقدیری کیساتھ، حالت نصب فتحہ تقدیری اور حالت جزم سقوط لام کلمہ کیساتھ ہوگا جیسے **هو يرضٰى ،لن يرضٰى ،لم يرضَ**

ويرتفع اذا تجرد عن الناصب والجازم

اس بات میں اتفاق ہے کہ فعل مضارع جب عوامل ناصبہ وجازمہ سے خالی ہو تو مرفوع ہوتا ہے لیکن اس کی علت میں اختلاف ہے۔

کوفیوں کے نزدیک فعل مضارع کا عوامل نواصب وجوازم سے خالی ہونا ہی مرفوع ہونے کی علامت ہے۔

بصریین کے نزدیک فعل مضارع کا اسم کی جگہ پر واقع ہونا اس کے مرفوع ہونے کی علامت ہے

بصریین کی دلیل: فعل مضارع اسم کی جگہ پر واقع ہوتا ہے اور اسم کا قوی ترین اور اعلی اعراب رفع ہے کیونکہ رفع فاعل کا اعراب ہے اور فعل کے معمولات میں سے فاعل سب سے قوی معمول ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسم جب عوامل لفظیہ سے خالی ہو تو مرفوع ہوتا ہے۔لہذا فعل مضارع کو بھی اسم والا اعراب یعنی رفع دیدیا جیسے زید یضرب میں یضرب، ضارب کی جگہ واقع ہے لہذا جس طرح ضارب مرفوع ہے اسی طرح یضرب بھی مرفوع ہوگا۔

وينتصب بان ولن واذن وكي

فعل مضارع پر جب حروف نواصب داخل ہوں تو منصوب ہوگا حروف نواصب چار ہیں۔ان، لن، کی ،اذن

مثالیں: اريد ان اضربَك ،لن يضربَ زيد ،اسلمت کی اُدخلَ الجنة ،اتيك غدا کے جواب میں اذن اُكرمَك

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ اگر فعل مضارع پر اَنْ داخل ہو تو فعل مضارع منصوب ہوگا ہم آپ کو ایسی مثالیں دیکھاتے ہیں جہاں فعل مضارع پر ان داخل ہے لیکن اس نے نصب نہیں دیا جیسے علم اَنْ سيكونُ منكم مرضى .

جواب:۔ یہ اَنْ مصدریہ نہیں بلکہ یہ اَنْ مخفف من المثقل ہے۔اور فعل مضارع کو نصب دینے کیلئے اَنْ کا مصدریہ ہونا ضروری ہے۔

سوال:۔ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں ان مخفف من المثقل ہوتا ہے؟

جواب:۔ اگر اَنْ سے پہلے ایسا لفظ ہو جو علم یعنی یقین پر دلالت کرتا ہو تو وہ ان مخفف من المثقل ہوتا ہے اور اس ان اور فعل کے درمیان سین ،سوف ،قد ،حرف نفی (جیسے لا ،لن ،لم) یا لو میں کسی ایک سے فصل لانا واجب ہے جیسے علم اَن سيكونُ، ليعم اَن قد ابلغوُا، افلايرون اَنْ لا يرجعُ اليهم قولا، واَنْ لو استقامُوْا.

وبان مقدرة بعد حتى ولام كى ولام الجحود

اَنْ جس طرح ملفوظ ہو کر عمل کرتا ہے اسی طرح مقدر ہو کر بھی عمل کرتا ہے اب یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو بیان کر رہے ہیں جہاں ان مقدر ہو کر عمل کرتا ہے اور وہ چھ مقامات ہیں۔

(۱) حتیٰ کے بعد جیسے سرت حتى ادخلَ البلد

(۲)لام کَی کے بعد جیسے سرت لادخلَ البلد

(۳)لام جحد کے بعد(لام جحد اسے کہتے ہیں جوکان منفی کی خبر پر داخل ہو) جیسے ماکان الله لیعذبَهم

(۴) اس فا کے بعد جوان چھ چیزوں کے جواب میں آئے۔ (۱)امر(۲) نہی (۳)استفہام (۴)تمنی(۵)ترجی(۶)دعا (انکی مثالیں مشہور ہیں)

(۵)واو کے بعد جیسے لاتاکل السمکة وتشربَ اللبن

(۶)اوروہ او جو الی یا الا کے معنی میں ہو جیسے لالزمنك او تعطینی حقی بمعنی الی ان یا الا ان تعطینی حقی

سوال:۔ حتی، لام کَی اورلام جحد کے بعدان مقدر کیوں ہوتا ہے؟

جواب:۔ یہ تینوں حروف جارہ میں سے ہیں اورحروف جرفعل پر داخل نہیں ہوتے اس لئے ہم نے ان کے بعداَنْ مقدر مانا تا کہ فعل مضارع بتاویل مصدر ہواور مصدر چونکہ اسم ہوتا ہے اور حروف جارہ اسم پر ہی داخل ہوتے ہیں۔

اَنْ ملفوظ کی مثال: ارید اَن تحسنَ الی

اور کبھی نصب نون کے گرنے کی وجہ سے آتا ہے جیسے واَن تصوموا خیر لکم

والتی بعد العلم هی المخففة من المثقله

اگرعلم ،یعلم کے مادے کے بعداَنْ آجائے تو وہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہوگا اَنْ مصدر یہ نہیں ہوگا جیسے علمت اَنْ سیقومُ، علمت اَنْ لایقومُ، علم اَنْ سیکونُ.

ظن کا لفظ چونکہ دومعنوں میں استعمال ہوتا ہے ایک مطلقا ظن یعنی گمان اوردوسرا یقین کے معنی میں اس لئے وہ اَنْ جوظن کے بعدواقع ہوتو اس میں بھی دونوں صورتیں صحیح ہیں مطلقا ظن کا اعتبار کر کے ان مصدر یہ ناصبہ اور بمعنی یقین کا اعتبار کر کے مخفف من المثقل ہو۔

ولن مثل لن ابرح ومعنا ھا نفی الاستقبال

لن چار کام کرتا ہے

(۱) نفی کا معنی دیتا ہے۔ (۲) نفی میں تاکید پیدا کرتا ہے۔ (۳) فعل مضارع کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دیتا ہے (۴) نصب دیتا ہے

کچھ حضرات کے نزدیک لن نفی کی تابید کے لئے آتا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نفی ثابت کرنے کے لئے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اگر لن نفی تابید کے لئے آتا تو اللہ تعالی کے کلام میں تناقض پیدا ہوتا وہ اس طرح کہ اللہ تعالی یوسف علیہ السلام کے بھائی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ لن ابرحَ الارض حتی یاذن لی ابی (میں ہرگز اس وقت تک نہیں ہلونگا جب تک والد اجازت نہیں دیں گے) تو حتی آتا ہے انتہا کے لئے تو اگر لن نفی تابید کے لئے ہو تو معنی یہ ہوگا کہ میں کبھی بھی نہیں ہلوں گا اور حتی کیوجہ سے معنی ہوگا کہ ہاں جب والد اجازت دے تو ہلوں گا۔ تو کلام کے شروع اور آخر میں تناقض ہوتا، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ لن نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے تابید کے لئے نہیں۔

واذن اذا لم یعتمد مابعد ھا علی ما قبلھا

اذن بھی فعل مضارع کو نصب دینے کے لئے آتا ہے لیکن نصب اس صورت میں دیگا جب دو شرطیں پائی جائیں۔ ۱) ایک یہ کہ اذن کا مابعد ماقبل پر اعتماد نہ کرے یعنی مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو اور ۲) دوسری شرط یہ ہے کہ فعل مستقبل ہو یعنی اذن کا مدخول فعل مضارع مستقبل کے معنی میں ہو حال کے معنی میں نہ ہو لہذا انا اذن احسن الیك میں احسن پر نصب پڑھنا درست نہیں بلکہ مرفوع ہی پڑھنا واجب ہے اس لئے کہ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ خبر کا عامل مبتدا ہوتا ہے تو ان کے نزدیک اس مثال میں اذن کا مابعد ماقبل کا معمول ہو جائیگا کیونکہ انا مبتدا ہے اور بعد والا جملہ خبر ہے اسی طرح بات کرنیوالے کو مخاطب کر کے اذن اظنك کا ذبا کہنا اس مثال میں اظن

مضارع کا صیغہ چونکہ حال کے معنی میں ہے اس لئے یہاں بھی اظن کونصب دینا جائز نہیں۔

مطابقی مثال: کسی کے اسلمت کے جواب میں اذن تدخلَ الجنة کہنا، اس لئے کہ یہاں تدخل مستقبل کے معنی میں ہے کیونکہ دخول جنت حال میں نہیں مستقبل میں ہوگا اسی طرح مابعد ماقبل کا معمول بھی نہیں لہذا اس مثال میں تدخل کو منصوب پڑھیں گے۔

واذاوقعت بعد الواؤ والفاء فالوجهان

اگر اذن واؤ اور فاء کے بعد واقع ہو تو فعل مضارع پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں جیسے ان تـرنـی ازرك واذن احسنُ اليك کہنا رفع اس لئے جائز ہے کہ اذن نے حرف عطف کے واسطے سے ماقبل پر اعتماد کیا ہے اور نصب اسلئے جائز ہے کہ یہ اعتماد ضعیف ہے لہٰذا اس کا اعتبار صحیح نہیں کیونکہ معطوف معطوف علیہ میں معطوف سے قطع نظر معطوف علیہ پر بات مکمل ہوتی ہے معطوف کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے جاء زيد وعمرو میں اگر عمرو نہ بھی کہا جائے تب بھی معنی میں کوئی خرابی نہیں آتی ۔ اس طرح کی مثال قرآن مجید میں بھی ہے جیسے واذن لا يلبثوا خلافك یہاں لايلبثوا اذن کی وجہ سے منصوب ہے

وکی مثل اسلمت کی ادخل الجنة

کی کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے اور اس کا مابعد ماقبل کیلئے سبب ہوتا ہے جیسے اسلمت کی اُدخلَ الجنة اس مثال میں اسلام لانا سبب ہے دخول جنت کیلئے۔

وحتیٰ اذا کان مستقبلاً بالنظر الیٰ ماقبلها

حتی کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے لیکن اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔

۱) فعل مضارع حکایۃً مستقبل ہو یعنی ماقبل کے اعتبار سے مستقبل ہو چاہے حقیقتاً مستقبل ہو یا نہ ہو یعنی زمانہ تکلم کے اعتبار سے ماضی ہو یا حال یا مستقبل۔

۲) اور دوسری شرط یہ ہے کہ حتی، کی یا الیٰ کے معنی میں ہو۔ جیسے اسلمت حتی اُدخلَ

الجنة، یہ وہ مثال ہے جہاں فعل مضارع حقیقتاً مستقبل کے معنی میں ہے اور حتی کی کے معنی میں ہے۔ وکنت سرت حتی ادخل البلد یہ وہ مثال ہے جہاں فعل مضارع حکایۃً مستقبل کے معنی میں ہے اور حتیٰ الیٰ اور کی دونوں کے معنی میں ہوسکتا ہے۔ اسیر حتی تغیبَ الشمس یہ وہ مثال ہے جہاں فعل مضارع حقیقتاً مستقبل کے معنی میں ہے اور یہاں حتیٰ الیٰ کے معنی میں ہے۔

فان اردت الحال تحقیقاً او حکایۃً

یہاں سے مصنفؒ ایک قانون بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حتیٰ کا مابعد زمانہ حال ہو (حقیقتاً ہو یا حکماً) اور حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو تو اس صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور بعد والا فعل مضارع مرفوع ہوگا۔ ابتدائیہ کا مطلب یہ ہے کہ حتیٰ سے نیا کلام شروع ہوگا اور جیسے مرض حتی لا یرجونه (وہ بیمار ہو گیا یہاں تک کہ اس کی امید ختم ہوگئی) اس مثال میں لا یرجونہ فعل مضارع سے زمانہ حال مراد ہے اور حتی کا ماقبل یعنی مرض مابعد کے لئے سبب بھی ہے لہٰذا اس مثال میں حتیٰ ابتدائیہ ہوگا جارہ یا عاطفہ نہیں ہوگا اسلئے فعل مضارع یرجونہ مرفوع ہے۔

سوال:۔ یہاں ان کو مقدر کیوں نہیں مانتے؟

جواب:۔ اَنْ اس فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے جو استقبال کے معنی میں ہو یہاں حال کے معنی میں ہے لہٰذا یہاں اَنْ مقدر نہیں ہوسکتا۔

فائدہ:۔ حتی جارہ ابتدائیہ اور عاطفہ میں فرق:

حتی ابتدائیہ کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے، حتی عاطفہ کا مابعد (یعنی معطوف) قوی یا ضعیف ہوتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ۔ اوران دونوں کے علاوہ حتی جارہ ہوتا ہے۔

....

ومن ثم امتنع الرفع في كان سيري حتى ادخلها في الناقصة

اوراس وجہ سے کہ حتی کے مدخول سے جب حال کا ارادہ کیا جائے تو حتی ابتدائیہ ہوتا ہے اور حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے۔ کان سیری حتی ادخلها میں کان کو ناقصہ مان کر ادخلها کو مرفوع پڑھنا درست نہیں اسی طرح أسرت حتى تدخلها میں تدخل کو مرفوع پڑھنا درست نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر کان سیری حتی ادخلها میں ادخلها کو مرفوع پڑھیں تو حتی ابتدائیہ ہوگا اور حتی ابتدائیہ کے مابعد کا ماقبل سے ترکیب کے اعتبار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لہٰذا فعل ناقص بلا خبر کے رہ جائے گا کیونکہ کان فعل ناقص سیری اس کا اسم ہوگا اور خبر نہیں لہٰذا اس قباحت سے بچنے کے لئے ہم فعل مضارع کو حال کے معنی میں نہیں مانتے جب حال کے معنی میں نہیں ہے تو حتیٰ ابتدائیہ نہیں ہوگا جب حتیٰ ابتدائیہ نہیں تو فعل مرفوع نہیں ہوگا بلکہ حتیٰ کے بعد ان مقدر ہوگا اور فعل مضارع منصوب ہوگا اور پھر یہ پورا جملہ کان کی خبر ہوگا ہاں اگر کان تامہ ہو تو پھر حتی کو ابتدائیہ ماننا درست ہے کیونکہ اس صورت میں خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ کان تامہ خبر کا محتاج نہیں ہوتا۔

اسرت حتى تَدخلَها (کیا آپ چلے؟ یہاں تک کہ آپ شہر میں داخل ہو گئے) میں بھی حتی ابتدائیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں کلام میں خرابی پیدا ہوگی وہ اسطرح کہ حتی ابتدائیہ کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے جبکہ یہاں سبب نہیں بن سکتا اسلئے کہ یہاں حتی کے ماقبل سرت پر ہمزہ استفہامیہ داخل ہے جس سے معلوم ہوا کہ سیر میں شک ہے تو جب سیر کے وقوع میں شک ہے تو دخول بلد کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے ورنہ سبب مشکوک اور مسبب یعنی حکم متعین ہوگا اور یہ صحیح نہیں جب یہ صحیح نہیں تو حتی ابتدائیہ نہیں۔ جب ابتدائیہ نہیں تو فعل مضارع مرفوع نہیں ہوگا بلکہ حتی کے بعد ان مقدر مانیں گے اور فعل مضارع منصوب ہوگا۔

و جاز فی التامۃ کان سیری حتی ادخلُها

اگر کان ناقصہ نہ ہو بلکہ تامہ ہوتو مذکورہ مثال میں حتیٰ ابتدائیہ ہوگا اسلئے کہ کان تامہ خبر کا تقاضا نہیں کرتا جب حتی ابتدائیہ ہے تو فعل مضارع مرفوع ہوگا اور حتی کے بعد ان کو مقدر نہیں مان سکتے۔

وایھم سار حتی یدخُلُھا

اس مثال میں حتی ابتدائیہ ہے اور فعل مضارع مرفوع ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا تھا کہ اسرتَ حتی تدخلھا میں ہمزہ استفہامیہ کی وجہ سے سبب مشکوک ہے اسلئے حتی ابتدائیہ نہیں ہوسکتا تو اس مثال میں بھی ایھم استفہام کے لئے ہے تو یہاں بھی سبب میں شک پایا گیا لہٰذا اس مثال میں بھی حتی ابتدائیہ نہیں ہونا چاہئے؟

جواب:۔ یہاں شک فعل میں نہیں بلکہ افراد میں ہے جبکہ پہلے والی مثال میں فعل میں شک تھا جس کی وجہ سے سبب مشکوک تھا اور یہاں ایسا نہیں اسلئے یہ مثال صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں یہ تو معلوم ہے کہ سیر پایا گیا ہے لیکن یہ متعین نہیں کہ کس فرد سے پایا گیا ہے زید سے یا بکر وغیرہ سے۔

ولام کی مثل اسلمت لا دخل الجنۃ

لام کی کے بعد بھی ان مقدر ہوکر نصب دیتا ہے جیسے اسلمت لا دخل الجنۃ اور یہ اسلئے کہ لام کی حقیقت میں حرف جر ہے اور حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا اسلئے اس کے بعد ان مقدر مانا جاتا ہے تاکہ ان فعل مضارع کو مصدر بنادے اور حرف جر کا فعل پر داخل ہونا لازم نہ آئے۔

ولام الجحود لام تاکید بعد النفی

لام جحد جو کان کے بعد تاکید کیلئے آتا ہے اس لام کے بعد بھی ان مقدر ہوکر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے جیسے وما کان اللہ لیعذبھم اور اس کی وجہ بھی وہی ہے جو لام کَی میں گزری۔

والفاء بشرطین احدهما السببیة والثانی......

فاء کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے لیکن دو شرطوں کے ساتھ۔

۱) فاء کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو۔

۲) وہ فاء ان چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو۔ امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی، عرض

امر کی مثال: **زرنی فاکرمَك** تقدیری عبارت یوں ہے **لیکن منك زیارة فاکرام منی۔**

نہی کی مثال: **لاتشتمنی فاکرمك، ولا تطغوا فیحلَّ علیکم غضبی** تقدیری عبارت یوں ہے **لایکن منك شتم فاکرام منی۔**

استفہام کی مثال: **هل عندکم ماء فاشربَه** تقدیری عبارت **هل یکون منکم ماء فشرب منی**

نفی کی مثال: **ماتأتینافتحدثنا، لایقضی علیهم فیموتوا** تقدیری عبارت **لیس منك اتیان فتحدیث منی**

تمنی کی مثال: **لیت لی مالاً فانفقَه، یالیتنی کنت معهم فافوزَ فوزاً عظیماً** تقدیری عبارت **لیت لی ثبوت مالٍ فانفاق منی**

فائدہ:۔ یہ تمنی کی وہ مثال ہے جہاں حقیقت میں حروف تمنی ہے لیکن کبھی لعل بھی تمنی کے معنی میں آتا ہے اور وہاں بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لعلی ابلغ الاسباب اسباب السمٰوات فاطلعَ**

اس آیت میں لعل تمنی کے معنی میں ہے اور ماقبل مابعد کے لئے سبب ہے جس کی وجہ سے فاء کے بعد ان مقدر ہے اور فعل مضارع منصوب ہے۔

عرض کی مثال: **الاتنزل بنا فتصیبَ خیراً** تقدیری عبارت: **الا یکون منك نزول فاصابة خیر منی۔**

کبھی تخفیف کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جیسے **لو لا انزل علیه ملك فیکون معه نذیرا.**

والواؤ بشرطین الجمعیة وان یکون قبلها مثل ذلك

جیسے فاء کے بعد ان مقدر ہو کر مضارع کو نصب دیتا ہے ایسے ہی واؤ کے بعد بھی ان مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے دو شرطوں کے ساتھ۔

۱) جمعیت یعنی واؤ کا ماقبل مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو۔

۲) اور واؤ فاء کی طرح چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو جیسے امر کی مثال: **زرنی واکرمك** تقدیری عبارت **لتجتمع الزیارۃ والاکرام.**

نہی کی مثال: **لاتاکل السمك وتشربَ اللبن** تقدیری عبارت: **لایجتمع منك اکل السمك مع شرب اللبن۔**

اس طرح باقی مثالوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیں۔

واو بشرط معنی الی او الا ان

اور وہ **او** جو **الیٰ** یا **الا** کے معنی میں ہو اس کے بعد بھی ان مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے جیسے **لالزمنّك او تعطِینی حقی** اس مثال میں سیبویہ کے نزدیک **او الّا** کے معنی میں ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے **لالزمنك الاان تعطینی حقی** یعنی **لالزمنك فی جمیع الاوقات الا وقت ان تعطینی حقی۔**

اور اس کے علاوہ دوسرے حضرات کے نزدیک **او، الی** کے معنی میں ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے **لالزمنك الی ان تعطینی حقی** یعنی **لالزمنك الی اعطائك حقی**

تنبیہ: جاننا چاہئے کہ یہ او الیٰ ان یا الا ان کے معنی میں نہیں ہوتا بلکہ صرف الی یا الا کے معنی میں ہوتا ہے اور ان کو اس کے بعد مقدر مانا جاتا ہے۔

والعاطفة اذا كان المعطوف عليه اسماً

اگر معطوف علیہ اسم ہو اور معطوف فعل مضارع ہو تو یہاں اس حرف عطف کے بعد بھی ان مقدر ہو کر نصب دیتا ہے چاہے حرف عطف فا ہو یا واو یا ثم وغیرہ جیسے اعجبنی ضَربُكَ زیداً وتشتمَ او فتشتمَ او ثم تشتمَ

اعتراض:۔ معطوف علیہ کے لئے اسم ہونے کی شرط کیوں لگائی؟

جواب:۔ اسلئے کہ جب معطوف علیہ اسم ہوگا تو فعل مضارع کا اسم پر عطف صحیح نہیں ہوگا کیونکہ فعل کا عطف اسم پر درست نہیں جب فعل کا عطف اسم پر درست نہیں ہوگا تو تقدیراً ان کی وجہ سے فعل مضارع بتاویل مصدر اسم ہوگا۔

ویجوز ان مع لام کی والعاطفة

یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو بیان فرمارہے ہیں جہاں ان کو مقدر کرنا اور ظاہر کرنا دونوں جائز ہیں۔

لام کی کے بعد ان کو مقدر کرنا اور ظاہر کرنا دونوں جائز ہوں جیسے اسلمت لادخلَ الجنة، اسلمت لان ادخلَ الجنة

ایسے ہی لام زائدہ کے بعد بھی دونوں جائز ہیں جیسے امرت لاعدل بینکم اور اردت لان تقوم

فائدہ:۔ لام زائدہ اسے کہتے ہیں جو فعل اَمَرَ یَأمُرُ اور اراد یرید کے بعد واقع ہو اور حرف عاطفہ کے بعد بھی ان کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسے اعجبنی ضربك وان تشتمك۔

ویجب مع لا فی اللام علیها

ان سے پہلے لام کی ہو اور بعد میں لا نافیہ تو ان کو ظاہر کرنا واجب ہے تاکہ دو لام جمع نہ ہو جائیں ایک لام کی اور دوسرا لام نافیہ جیسے لئلا یعلمَ اهل الکتاب۔

وينجزم بلم ولما ولام الامر ولافی النهی

چار حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں اور وہ چار حروف یہ ہیں لم، لما، لام امر، لائے نہی

جیسے لم یضربُ ، لما یضربُ، لِیضربُ، لاتَضربُ

وکلم المجازات وھی ان و مھما واذاما

کلمات مجازات یعنی اسمائے شرط اور حروف شرطیہ بھی فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں۔

اعتراض:۔ مصنفؒ نے کلم المجازات کیوں کہا؟

جواب:۔ تا کہ یہ اسماء شرط اور حروف شرط دونوں کو شامل ہو جائے۔ کیونکہ ان میں بعض حروف ہیں اور بعض اسماء۔

ان کلم المجازات میں سے گیارہ ہمیشہ فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اِنْ ، مھما، انما، حیثما، این، متی، ما ، مَن ، ای، اَنّٰی، اَیّان

واما مع کیفما واذا فشاذٌ

کیفما اور اذا کا فعل مضارع کو جزم دینا شاذ ہے کیونکہ کیفما احوال کے لئے آتا ہے مثلاً ہم یوں کہیں کیفما تقرأ اقراء تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس حال میں اور جس کیفیت سے تو پڑھے گا بالکل اسی طرح میں پڑھوں گا اور یہ ممکن نہیں لہٰذا یہ شرط کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا اور یہ کلمات شرط کے معنی کی وجہ سے ہی عمل کرتے ہیں جب شرط کے معنی فوت ہو گئے تو عمل بھی درست نہیں ہوگا۔

اور اذا کے بعد جزم اسلئے شاذ ہے کہ اس کے علاوہ باقی گیارہ حروف شرط اِنْ شرطیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اسلئے کہ ان بھی شک کے لئے آتا ہے اور یہ بھی شک کیلئے آتے ہیں جبکہ اذا یقین کے لئے آتا ہے اس وجہ سے اس کی مشابہت اِنْ شرطیہ کے ساتھ ضعیف ہے اس لئے اذا عمل نہیں کرتا۔

وبان مقدرة

جیسے اِنْ ملفوظ فعل مضارع کو جزم دیتا ہے ایسے ہی ان مقدر بھی جزم دیتا ہے (اس کی تفصیل آگے آئے گی انشاءاللہ)

فلم لقلب المضارع ماضیاً و نفیه

یہاں سے مصنفؒ حروف جوازم کی تفصیل بیان کر رہے ہیں لم اور لما دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں جیسے لم یضرب، لما یضرب

لیکن لم اور لما میں چار فرق ہیں۔

۱) لما نفی استغراق کے لئے آتا ہے۔ لما اضربُ (میں نے ابھی تک نہیں مارا) اور لم مطلق نفی کے لئے آتا ہے لم اضربُ (میں نے نہیں مارا)

۲) لما کے بعد فعل کا حذف کرنا جائز ہے اور لم کے بعد فعل کا حذف کرنا جائز نہیں ۔ جیسے شارفت المدینة ولما کہنا درست ہے لیکن شارفت المدینة ولم کہنا درست نہیں۔

۳) لم کے اوپر ادوات شرط کا داخل کرنا جائز ہے جبکہ لما پر داخل کرنا جائز نہیں جیسے من لم یشکر الناس لم یشکر الله کہنا درست ہے اور من لما یشکر الناس کہنا درست نہیں۔

۴) لما کے بعد اکثر فعل متوقع ہوتا ہے (یعنی جو ابھی تک ہوا نہ ہو لیکن ہونے کی امید ہو) جیسے قدم الامیر ولما یرکب اور لم میں اس طرح نہیں ہوتا۔

ولام الامر المطلوب بها الفعل

لام امر جس سے فعل مطلوب ہوتا ہے جیسے لِیضربْ اسمیں ضرب کا فعل مطلوب ہے۔

وهی مکسورة ابداً

لام امر ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے تا کہ لام امر اور لام ابتداء میں فرق واضح ہو، البتہ واؤ، ثم اور فاء کے بعد یہ لام ساکن بھی ہوتا ہے۔ جیسے ثم لیقضوا تفثهم، ولْتأت طائفة

اخری، لم یصلوا فلیصلوا.

ولا النھی المطلوب بھا الترك

اور لائے نہی جس سے ترک فعل مقصد ہوتا ہے اس کے بعد بھی فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے اور یہ معروف، مجہول، مخاطب، غائب اور متکلم یعنی سب صیغوں پر داخل ہوتا ہے جیسے لاتضرب ، لا یضرب...... الخ

وکلم المجازاة تدخل علی الفعلین...... الخ

کلم المجازات دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں ایک شرط کہلاتا ہے اور دوسرا جزاء، انمیں سے پہلا (شرط) سبب ہوتا ہے اور دوسرا (جزاء) مسبب ہوتا ہے۔

فان کان مضارعین اوالاول فالجزم...... الخ

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ کہاں شرط اور جزاء مجزوم ہوں گے اور کہاں نہیں۔ اسکی کل چار صورتیں بنتی ہیں۔

۱) شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں۔ اِنْ تضربْ اضربْ

۲) دونوں مضارع نہ ہوں۔ ان ضربتَ ضربتُ

۳) شرط مضارع ہو جزاء مضارع نہ ہو۔ اِن تضربْ فقد ضربتُ

۴) جزاء مضارع ہو اور شرط مضارع نہ ہو۔ ان ضربتَ اضربْ، اضربُ

ان میں پہلی دونوں صورتوں میں جزم دینا واجب ہے تیسری صورت میں شرط کو جزم دینا واجب ہے جیسے ان تضربْ فقد ضربت چوتھی صورت میں جزاء یعنی فعل مضارع کو جزم دینا نہ دینا دونوں جائز ہیں جیسے ان ضربت اضربْك ، اضربُك

دوسری صورت میں چونکہ فعل مضارع ہے ہی نہیں اسلئے اس کو جزم دینا ممکن ہی نہیں۔

فائدہ:۔ چوتھی صورت میں حرف شرط کو عمل نہ دینا اسلئے جائز ہے کہ حرف شرط اور جزاء یعنی

معمول کے درمیان فعل ماضی کا فصل آگیا ہے لہٰذا عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہیں۔

واذا كان الجزاء ماضياً ......

جزاء پر کبھی فاء داخل ہوتا ہے اور کبھی نہیں یہاں سے مصنفؒ یہ ضابطہ بیان فرمارہے ہیں کہ کہاں جزاء پر فاء داخل ہوتا ہے اور کہاں نہیں۔ فاء کے داخل ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے جزاء کی تین قسمیں ہیں۔

۱) فاء کا داخل کرنا جائز نہ ہو۔

۲) داخل کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہوں۔

۳) داخل کرنا واجب ہو۔

۱۔ اگر جزاء فعل ماضی ہو اور اس پر قد داخل نہ ہو تو اس صورت میں جزاء پر فاء داخل کرنا جائز نہیں اور فعل ماضی عام ہے چاہے حقیقتاً ہو جیسے ان اکرمتنی اکرمتك یا ماضی حکمی ہو جیسے ان اکرمتی لم اضربك کیونکہ فعل مضارع پر جب لم داخل ہو تو وہ ماضی کے حکم میں ہوتا ہے اور ماضی پر قد کا داخل نہ ہونا بھی عام ہے نہ حقیقتاً داخل ہو اور نہ حکماً داخل ہو۔ تو اس صورت میں جزاء پر فاء کا داخل کرنا ناجائز ہے لہٰذا ان ضربتَ فضربتُ اور ان اکرمتنی فلم اضربك کہنا درست نہیں اور اگر ماضی پر قد داخل ہو حکماً یا حقیقتاً تو پھر جزاء پر فاء کا داخل کرنا واجب ہے۔

۲۔ وان كان مضارعاً مثبتاً او منفياً......

اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا منفی لیکن منفی لا کیساتھ ہو تو وہاں فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں صحیح ہیں جیسے مضارع مثبت کی مثال: ان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن الله ، ومن عاد فینتقم الله منه.

اور نفی کی مثال: ''فمن یؤمن بربه فلا یخاف بخسا'' اور ان تدعوهم

لا يسمعوا دعائكم.

۳۔ اوراگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو پھر فاء کالانا واجب ہے یعنی اگر جزاء جملہ اسمیہ ہو یا امر ہو یا نہی ہو یا استفہام ہو یا مضارع منفی ہو لیکن ما کے ساتھ یا لن کے ساتھ ہو یا تمنی ہو یا عرض ہو یا مضارع کے شروع میں حرف تنفیس (سین یا سوف) ہو یا ماضی ہو مگر قد ملفوظ یا مقدر ہو تو ان تمام صورتوں میں جزاء پر فاء کا داخل کرنا واجب ہے۔

ماضی قد ملفوظ کی مثال: **ان يسرق فقد سرق** ، ماضی قد محذوف کی مثال: **ان كان قميصه قد من دبر فكذبت وهو من الصادقين اى فقد كذبت**

جملہ اسمیہ کی مثال: **ان يمسسك بخير فهو علىٰ كل شئى قدير۔**

امر کی مثال: **ان تكرمني فلا يشتمك احدٌ۔**

دعا کی مثال: **ان تكرمني فاكرمك الله.**

مضارع منفی بما کی مثال: **ان لم ليضربك فما تضربه.**

مضارع منفی بلن کی مثال: **وما يفعلوا من خير فلن يكفروا**

حرف تنفیس کی مثال: **ومن يقاتل فى سبيل الله فيقتل او يغلب فسوف نوتيه اجراً عظيماً۔**

ويجئ اذا مع الجملة الاسمية موضع الفاء

جزاء پر جو فاء داخل ہوتی ہے اس فاء کی جگہ کبھی اذا مفاجاتیہ بھی داخل ہوتا ہے جبکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے **وان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم اذا هم يقنطون اى فهم يقنطون۔**

واِنْ مقدرة بعد الامر والنهى............

پانچ مقامات پر ان مقدر ہو کر فعل مضارع کو جزم دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس فعل مضارع میں ماقبل کیلئے مسبب بننے کی صلاحیت ہو اور سببیت کا قصد بھی کیا گیا ہو جیسا کہ آنے والی مثالوں

سے ظاہر ہے اور وہ پانچ مقامات یہ ہیں۔ امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض،
امر کی مثال: زرنی اکرمْك، اسلِمْ تدخلُ الجنة.
فائدہ:۔ یہ جواب جو مجزوم ہوتا ہے اس کو جزم اِنْ شرطیہ دیتا ہے جو مع شرط محذوف ہوتا ہے
جیسے اسلم تدخل الجنة ای ان تسلمْ تدخل الجنة.
نہی کی مثال: لاتکفر تدخلُ الجنة تقدیری عبارت ان لا تکفر تدخل الجنة ہے۔
استفہام کی مثال: ھل عندکم ماء اشربُه ای ان یکن ماء اشربه
تمنی کی مثال: لیت لی مالافانفقُه ای ان یکن مالا فانفقه
عرض کی مثال: الا تنزلُ تصب خیرا ای ان تنزل تصب خیرا۔

وامتنع لا تکفر تدخل النار

اس میں جمہور اور امام کسائی کا اختلاف ہے جمہور نحاۃ کے نزدیک یہ عبارت درست نہیں کیونکہ اس کی تقدیری عبارت ان لا تکفر تدخل النار ہے۔اور عدم کفر دخول نار کا سبب نہیں ہوتا بلکہ دخول جنت کا سبب ہوتا ہے اسوجہ سے لا تکفر تدخل النار کہنا صحیح نہیں امام کسائی کے نزدیک اس کی تقدیری عبارت ان تکفر تدخل النار ہے اور کفر دخول النار کا سبب ہوتا ہے اسلئے امام کسائی کے نزدیک یہ مثال درست ہے۔

فائدہ:۔ اگر مذکورہ پانچ مقامات میں پہلے والا اسم دوسرے کیلئے سبب نہ ہو تو فعل مضارع مرفوع ہوگا اور یہ فعل مضارع یا صفت واقع ہوگا یا حال جیسے اللہ کا ارشاد ہے فھب لی من لدنك ولیا، یرثنی و یرث من ال یعقوب اس میں یرث ولیا کی صفت ہے۔ فلذرھم فی طغیانھم یعمھون اس میں یعمھون طغیانھم کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔

الامر صیغة یطلب بھاالفعل ....

فعل کی تین قسموں میں سے دو کا بیان ہو چکا ہے اب تیسری قسم امر کا بیان ہو رہا ہے۔

امر کی تعریف: امر وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے حرف مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ۔

فوائد قیود:۔ صیغة یطلب بها الفعل یہ جنس ہے جس میں غائب مخاطب متکلم سب شامل ہیں فاعل فصل اول ہے اس سے امر مجہول خارج ہوگیا کیونکہ مجہول کے ذریعے مفعول سے فعل کا طلب ہوتا ہے۔ المخاطب یہ فصل ثانی ہے اس سے غائب اور متکلم خارج ہوگئے بحذف حرف المضارعة یہ فصل ثالث ہے اس سے وہ اسماء وافعال جو امر کے معنی میں ہوں وہ خارج ہوگئے جیسے روید بمعنی امهل اور صهٖ بمعنی اسکت۔

وحکم آخره حکم المجزوم

امر کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مجزوم ہوتا ہے اس میں اتفاق ہے کہ امر متکلم اور غائب معرب ہوتے ہیں لیکن امر حاضر کے بارے میں نحاۃ کا اختلاف ہے

بصریوں کے نزدیک امر حاضر مبنی علی السکون ہوتا ہے البتہ اس کا آخر سکون ہونے کے اعتبار سے مضارع مجزوم جیسا ہوتا ہے یعنی کبھی جزم حرف علت گرنے کے ساتھ اور کبھی نون تثنیہ وجمع کے گرنے کے ساتھ اور کبھی سکون کے ساتھ۔

کوفیوں کے نزدیک یہ معرب ہے اور اس کا آخر مجزوم ہوتا ہے مصنفؒ نے حکم المجزوم (یعنی امر کے آخر کا حکم مجزوم کی طرح ہے) کہہ کر بصریوں کے مذہب کو ترجیح دی ہے ورنہ اگر کوفیوں کے مذہب کو ترجیح دینا ہوتا تو یوں کہتے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مجزوم ہوگا، اس سے بچنے کے لئے مذکورہ عبارت ذکر کی ہے۔

فان کا ن بعده ساکن ولیس رباعی ذات همزة

یہاں سے مصنفؒ فعل مضارع سے امر بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔

قاعدہ:۔ حرف مضارع کے بعد والا حرف ساکن ہوگا یا متحرک، اگر متحرک ہو تو حرف مضارع

کوحذف کرنے کے بعد صرف آخری حرف کوجزم دینے سے امر بن جائے گا جیسے تَعِدُ سے عِدْ، تُضَارِبُ سے ضَارِبْ، تُکْرِمُ سے اَکْرِمْ (تُکْرِمُ اصل میں تُأَکْرِمُ تھا، باب افعال) اور اگر بعد والا حرف متحرک نہ ہو بلکہ ساکن ہو تو بعد والا حرف اگر مضموم ہو تو شروع میں ہمزہ وصلی مضموم لائیں گے اگر بعد والا حرف مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ وصلی مکسور لائیں گے۔

ہمزہ وصلی مضموم لانے کی مثال: ینصر سے اُنصر

ہمزہ وصلی مکسور لانے کی مثال: یضرب سے اِضرب یعلم سے اِعلم

(فائدہ: امر بنانے کا قاعدہ صرف کی کتابوں میں دیکھا جائے)

فعل مالم یسمی فاعله هو ما حذف فاعله

یہاں سے مصنفؒ فعل کی دوسری قسم شروع کر رہے ہیں۔ فعل کی دو قسمیں ہیں معلوم اور مجہول فعل مجہول کا دوسرا نام فعل مالم یسم فاعلہ ہے اس میں مـا سے مراد مفعول ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے فعل المفعول الذی لم یذکر فاعله۔

فان کان ماضیاً ضم اوله وکسر ما قبل آخره

یہاں سے مصنفؒ فعل مجہول بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں پہلے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ بیان کیا اور بعد میں مضارع مجہول بنانے کا طریقہ بیان کیا۔ فعل ماضی معلوم سے مجہول بناتے ہوئے پہلے حرف کو ضمہ اور آخر سے ماقبل کو کسرہ دیں گے اگر کسرہ پہلے سے موجود نہ ہو جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ اگر ماضی کے شروع میں ہمزہ وصلی ہو تو تیسرے حرف کو بھی ضمہ دیا جائے گا جیسے اکْتَسَبَ سے اُکْتُسِبَ، اِنْطَلَقَ سے اُنْطُلِقَ اور اگر ماضی تا کے ساتھ ہو تو پہلے حرف کے ساتھ دوسرے حرف کو بھی ضمہ دیں گے جیسے تصرف سے تُصُرِّفَ، تدحرج سے تُدُحرِجَ تجاهل سے تُجُوهِلَ

خوف اللبس

ان تین ابواب (تفعل، تفاعل، تفعلل جن کے ماضی کے شروع میں تاء آتی ہے) کے ماضی مجہول میں حرف ثانی کو اس لئے ضمہ دیا جاتا ہے تاکہ ان کی تفعیل، مفاعلہ اور فعللہ کے مضارع معلوم کے صیغوں سے التباس لازم نہ آئے جیسے تُصَرِّفُ تُضارِبُ تُدَحرِجُ چونکہ ان تینوں ابواب کا حرف ثانی مضموم نہیں ہوتا لہٰذا اب التباس لازم نہیں آئے گا۔

ومعتل العين الافصح قيل وبيع

معتل العین کے ماضی مجہول میں تین لغات ہیں

(۱) قیل، بیع پڑھنا اور یہی افصح لغت ہے

(۲) اشمام کیساتھ پڑھنا یعنی قیل اور بیع کو اس طرح پڑھنا کہ فاء کلمہ میں ضمہ کی بو، عین کلمہ میں واو کی بو محسوس ہو یہ صورت جائز ہے

(۳) ان کو واو سے تبدیل کر کے قول، بوع پڑھنا بھی صحیح ہے مگر یہ ضعیف ہے۔

ومثله باب اختير وانقيد دون استخير واقيم

معتل العین اگر باب افتعال اور انفعال سے ہو تو اس میں بھی ماقبل کی طرح تین لغات جاری ہوتی ہیں لیکن باب افعال اور استفعال کے اندر یہ تین لغات جاری نہیں ہوتی جیسے اختیر، انقید

وان كان مضارعاً ضم اوله وفتح ماقبل

یہاں سے مصنفؒ نے مضارع مجہول کا طریقہ بیان کیا ہے۔ فعل مضارع کے حروف اتین کو ضمہ اور آخر سے ماقبل کو فتحہ دیں گے اگر پہلے سے موجود نہ ہو جیسے یُضرَب، یُکرَم، یُستخرَج، یُلتزَم، یُتدحرَج اور اگر معتل العین ہو تو عین کلمہ کو الف سے تبدیل کریں گے یقال، یباع، یختار، ینقاد، یستخار، یقام

فالمتعدی ما یتوقف فهمه علی متعلق

یہاں سے فعل کی دوسری تقسیم ذکر کی ہے فعل کی دو قسمیں ہیں (۱) متعدی (۲) غیر متعدی اس کو لازم بھی کہتے ہیں

فعل لازم کی تعریف: فعل لازم وہ فعل ہے جس کی بات فاعل پر مکمل ہو جائے اور اس کا سمجھنا متعلقات فعل پر موقوف نہ ہو جیسے **قعد ،قام**

فعل متعدی کی تعریف: فعل متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا متعلقات پر موقوف ہو جیسے **ضرب**

پھر فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) فعل ایک مفعول کی طرف متعدی ہو جیسے **ضرب زیدٌ عمرا**

(۲) دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو جیسے **اعطیت زیداً درهما** یہاں **اعطیت زیدا** کہنا اور **اعطیت درهما** کہنا بھی جائز ہے

(۳) دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو لیکن ایک پر اقتصار جائز نہ ہو جیسے **علمت زیداً فاضلاً**

(۴) تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو جیسے **اعلم اللهُ زیدا عمرا فاضلا**

اس چوتھی قسم میں اعلم اور اری اصل ہیں اسکے علاوہ کئی اور افعال بھی ہیں جو تین مفاعیل کا تقاضہ کرتے ہیں مگر وہ اصل نہیں بلکہ وہ اعلم اور اری کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور وہ افعال یہ ہیں **انبا ،نبّاَ ،اخبر ،خبّر ،حدّث**

هذه مفعولها الاول کمفعول اعطیت والثانی والثالث

وہ مفاعیل جو تین مفعولوں کو چاہتے ہیں ان کا پہلا مفعول باب اعطی کے مفعول کی طرح ہے یعنی اس کو حذف کرنا بھی جائز ہے اور دوسرا اور تیسرا مفعول باب علمت کے مفعول کی طرح ہے یعنی ان دونوں میں سے ایک کو حذف کرنا اور ایک کو باقی رکھنا جائز نہیں ہاں ان دونوں کو اکٹھے حذف

کرنا درست ہے اس لئے کہ اس کے آخری دونوں مفعول افعال قلوب کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا اسی طرح یہاں پر بھی یہی حکم جاری ہوگا۔

فائدہ:۔ فعل لازم سے متعدی بنانے کا طریقہ

فعل لازم کو پانچ طریقوں سے متعدی بنایا جاسکتا ہے

(۱) اس فعل کو باب افعال پر لے جائیں جیسے **ذہبت** سے **اَذھبتہ**

(۲) باب تفعیل پر لے جائیں جیسے **فَرِحَ** سے **فرّحتہ**

(۳) باب مفاعلہ پر لے جائیں جیسے **مشی** سے **ماشیتہ**

(۴) باب استفعال پر لے جائیں جیسے **خرج** سے **استخرج**

(۵) حرف جر داخل کریں جیسے **ذہبت** سے **ذہبت بزید**

فائدہ:۔ فعل متعدی کو لازم بنانے کی دو صورتیں ہیں

(۱) باب انفعال پر لے جائیں جیسے **قطع** (کاٹا) سے **انقطع** (کٹا)

(۲) باب تفعلل پر لے جائیں جیسے **دحرجہ** (لڑھکانا) سے **تدحرج** (لڑھکنا)

افعال القلوب ظننت وحسبت وخلت وزعمت

مصنفؒ یہاں سے فعل کی دوسری تقسیم شروع کر رہے ہیں۔ کچھ افعال جو ظاہری اعمال پر دلالت کرتے ہیں اور کچھ اندرونی اعمال پر دلالت کرتے ہیں ان کو افعال قلوب کہتے ہیں۔

افعال قلوب سات ہیں: **ظننت، حسبت، خلت، زعمت، علمت، رأیت، وجدت**

ان میں سے پہلے تین ظن کے لئے آتے ہیں **زعمت**، ظن اور علم دونوں کیلئے آتا ہے اور آخری تین صرف علم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

وتدخل على الجملة الاسمية

افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور یہ دو مفعولوں کا تقاضہ کرتے ہیں اور یہی مبتدا اور خبر اس کے دونوں مفعول ہوتے ہیں اور یہ دونوں مفعول منصوب ہوتے ہیں بنا بر مفعولیت کے۔

لبيان ماهى عنه

اور یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اس چیز کو بیان کرتے ہیں جس سے یہ ماخوذ ہو کر آئے ہیں جیسے ظننت زيدا فاضلا اس مثال میں متکلم یہ بتانا چاہتا ہے کہ میری یہ خبر ظن سے ماخوذ ہو کر آئی ہے اور علمت زيدا قائما جب آدمی کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیام زید کی خبر یقین کی بنیاد پر ہے۔

ومن خصائها انه اذا ذكر احدهما ذكر الاخر

افعال قلوب میں چار خاصتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) افعال قلوب کے دونوں مفعولوں کو بیک وقت ذکر کرنا ضروری ہے ان میں سے کسی ایک کو حذف کر کے دوسرے کو ذکر کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعول شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ اسم واحد کے ہیں اور اسم کے بعض اجزاء کو ذکر کرنا اور بعض کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا بخلاف باب اعطیت کے اس میں ایک مفعول کو باقی رکھنا اور ایک کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے۔

(۲) افعال قلوب اگر دونوں مفعولوں کے درمیان میں یا آخر میں واقع ہوں تو ان کو عمل دینا اور ملغی عن العمل کرنا دونوں جائز ہے البتہ اس میں بہتر کیا ہے؟ تو جہاں فعل آخر میں واقع ہو تو عمل نہ دینا افضل ہے اور اگر فعل درمیان میں واقع ہو تو اختلاف ہے۔

فائدہ:۔ الغا کا مطلب یہ ہے کہ لفظا اور معنا عمل نہیں کرے گا جیسے **زيد علمت فاضل، زيد فاضل علمت**

عمل دینا اس لئے جائز ہے کہ یہ افعال ہیں اور فعل عامل قوی ہوتا ہے لہذا یہ عمل کرے گا اور عمل نہ دینا اس لئے جائز ہے کہ افعال قلوب کے دونوں مفعول مستقل جملہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں

(۳) افعال قلوب نفی، استفہام اور لام ابتدا سے پہلے واقع ہو تو یہ افعال معلق ہوتے ہیں

فائدہ:۔ معلق کا مطلب یہ ہے کہ لفظا عمل وجوبا باطل ہوگا (یعنی لفظی طور پر کچھ بھی عمل نہیں کریں گے) البتہ معنا عمل کریں گے

نفی کی مثال: **علمت مازيد قائم**

استفہام کی مثال: **علمت ازيد عندك ام عمرو**

لام ابتدائیہ کی مثال: **علمت لزيد قائم**

ان مثالوں میں لفظا تو افعال قلوب نے کچھ عمل نہیں کیا البتہ معنا ان کا عمل باقی ہے وہ اس طرح مثلا **علمت لزيد قائم** کا معنی وہی ہے جو **علمت قيام زيد** یا **علمت زيدا قائما** کے تھے۔

(۴) افعال قلوب میں فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیر متصل ایک شخص کی طرف لوٹ سکتی ہیں جبکہ افعال قلوب کے علاوہ بقیہ افعال کے اندر اس طرح نہیں ہوسکتا لہذا **ضربتني** کہنا جائز نہیں اور **علمتُني منطلقا** کہنا جائز ہے۔

فائدہ:۔ کچھ افعال ایسے ہیں جو افعال قلوب میں سے نہیں لیکن پھر بھی وہاں دو ضمیر متصل ایک شخص کے لئے آسکتی ہیں اور وہ **فقد، عدم اور اری** ہے لہذا **فقدتني، عدمتني** جائز ہے ایسے ہی اللہ کا فرمان ہے **اني اراني اعصر خمرا**

ولبعضها معنى آخر يتعدى به الى واحد

افعال قلوب جس طرح فعل قلب پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح ان میں سے بعض اس کے علاوہ فعل قلب کے معنی کے قریب قریب دوسرے معنی پر بھی دلالت کرتے ہیں اس وقت یہ افعال

دومفعولوں کا تقاضہ نہیں کریں گے صرف ایک مفعول کافی ہوگا جیسے ظننت بمعنی اتھمت، ظننت زیدا ای اتھمت زیدا (میں نے زید کو متھم کیا) علمت بمعنی عرفت، علمت زیدا ای عرفت زیدا (میں نے زید کی شخصیت پہچان لی) رایت بمعنی ابصرت ظاھری آنکھوں سے دیکھنا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فلما راینہ اکبرنہ جب مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو انھوں نے آپ کو عظیم المرتبت سمجھا۔ وجدت بمعنی اصبت، وجدت ضالا ای اصبتھا (میں نے گمشدہ چیز کو پالیا)

فائدہ:۔ ان چار افعال کے علاوہ بقیہ تین (حسبت، خلت، زعمت) یہ صرف افعال قلوب میں استعمال ہوتے ہیں یعنی فعل قلب کے قریب دوسرے کسی ایسے معنی میں استعمال نہیں ہوتے جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہو اگرچہ دوسرے معنوں میں یہ بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن اس صورت میں یہ لازمی ہوتے ہیں۔

الا فعال الناقصه ما وضع لتقرير الفاعل

افعال ناقصہ کی تعریف: وہ افعال جنھیں فاعل کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو ان میں مشہور سترہ افعال ہیں (١) کان (٢) صار (٣) اصبح (٤) امسی (٥) اضحی (٦) ظل (٧) بات (٨) اض (٩) عاد (١٠) غدا (١١) راح (١٢) مازال (١٣) ماانفك (١٤) مافتئ (١٥) مابرح (١٦) ما دام (١٧) ليس

اس کے علاوہ دو افعال اور بھی آتے ہیں (١) جآء (٢) قعد جیسے ماجاءت حاجتَك، قعدَتْ كانها حربةٌ

ماجاءت حاجتَك میں ضمیر اس کا اسم ہے اور حاجتک مضاف، مضاف الیہ اس کی خبر ہے یہ خوارج کا مشہور قول ہے جب ابن عباسؓ، حضرت علیؓ کی طرف سے قاصد بن کر گئے تو انھوں نے کہا تھا۔ اس کی تقدیری عبارت ایة حاجة صارت حاجتك ہے

اوردوسری مثال: فَعَدَتْ کانہا حربة کی تقدیری عبارت ارھف شفرتہ حتی قَعَدَتْ کانہا حربة. قعدت ای صارت الشفرۃ

فائدہ:۔ مصنفؒ نے سترہ مشہورقول کے بعد دوافعال کوالگ سے ذکرکر کے اس بات کی طرف اشارہ کیاکہ یہ کل سترہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ مزیداور بھی ہیں

تدخل علی الجملة الاسمیه لاعطاء الخبر حکم معناها

یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع دیتے ہیں فاعل ہونے کی وجہ سے اور خبرکو مفعول کیساتھ مشابہت کی وجہ سے نصب دیتے ہیں۔اگر چہ مبتدا پہلے سے مرفوع ہوتا ہے لیکن افعال ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد نسبت میں فرق آجاتا ہے کہ ان کے دخول سے پہلے یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے اوراب فعل ناقص کا فاعل یعنی اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا۔یہ افعال جملہ اسمیہ پرداخل اس لئے ہوتے ہیں تاکہ اپنا معنی خبرکودے دیں جیسے صار زید غنیا یہ پہلے زید غنی جملہ اسمیہ تھا اس پر صار داخل ہوا صار کے معنی انتقال کے آتے ہیں لہذا زید ہوا منتقل اور غنی ہوا منتقل الیہ۔معنی یہ ہوا کہ زید غنی ہو گیا یعنی صفت غنی کی طرف منتقل ہو گیا جو کہ پہلے غنی نہ تھا۔

فکا ن تکون ناقصة لثبوت خبرها

باعتبار معنی کان کی چار قسمیں ہیں

(۱) تامہ(۲) زائدہ(۳) ناقصہ(۴) بمعنی صار

(۱) کان تامہ: کان تامہ اس وقت ہوتا ہے جہاں صرف فاعل پر بات پوری ہو جائے اور خبر کی ضرورت نہ ہو جیسے کان المطر ای ثبت مطر ، کن فیکون

(۲) کان زائدہ: کان زائدہ اس وقت ہوتا ہے جہاں کان کو حذف کرنے سے مقصودی معنی میں کوئی خرابی لازم نہ آئے جیسے کیف نکلم من کان فی المهد صبیا اس مثال میں کان

زائدہ ہے۔

(۳) کان ناقصہ: جہاں فاعل پر بات پوری نہ ہو بلکہ خبر کی بھی ضرورت ہو تو اس وقت کان ناقصہ ہوتا ہے جیسے **کان زید قائما**

کان ناقصہ کی پھر دو قسمیں ہیں

(۱) استمراری (۲) منقطع

استمراری اس وقت ہوتا ہے جب کان اپنی خبر کو اپنے اسم کیلئے زمانہ ماضی سے دائمی طور پر ثابت کرے اور بعد میں بھی اسی طرح دائمی ہو جیسے **کان اللہ غفورا رحیما** تو اللہ تعالیٰ کے لئے صفت غفور پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اور بعد میں بھی رہے گی۔

منقطع: جہاں کان اپنی خبر کو اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرے لیکن دائمی طور پر نہیں جیسے **کان زید غنیا فافتقر** تو اس مثال میں زید کے لئے پہلے غنی کا ثبوت ہے اور پھر فقر کا عطف ہے اس سے معلوم ہوا کہ زید کے لئے غنی کا ثبوت دائمی نہیں۔

وبمعنی صار

(۴) کان ناقصہ کبھی صار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے **فکانت هباء منبثاً و کنتم ازواجاثلاثه ای فصارت هباء. وصرتم ازواجاً**

ویکون فیها ضمیر الشان

کبھی کان ناقصہ میں ضمیر شان اس کا اسم ہوتا ہے اور بعد والا جملہ اس کی خبر اور تفسیر ہوتا ہے جیسے

شعر **اذا مت کان النّاس صنفان شامت**

واخر مثن بالذی کنت اصنع

یہاں کان میں ضمیر اس کا اسم ہے اور الناس صنفان مبتدا اور خبر ہو کر پھر کان کی خبر۔ یہاں الناس کان اسم اور صنفان اس کی خبر نہیں ورنہ صنفین ہونا چاہیے تھا کیونکہ کان کی خبر منصوب ہوتی ہے تو

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کان کی خبر نہیں بلکہ پورا جملہ کان کی خبر ہے ایسے ہی **کان زید قائم**

وصار للانتقال

افعال ناقصہ میں سے دوسرا فعل ناقص صار ہے اور یہ انتقال کے لئے آتا ہے پھر انتقال کی دو قسمیں ہیں

(۱) کبھی ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہوگا

(۲) اور کبھی ایک ماہیت سے دوسری ماہیت کی طرف انتقال ہوگا پہلے کی مثال: **صار زید عالما،** زید صفت جہل سے علم کی طرف منتقل ہوا۔ دوسرے کی مثال: **صار الطین خزفا** (مٹی ٹھیکری بن گئی)

واصبح وامسی واضحی لاقتران مضمون الجملة باوقاتها

اصبح، امسی، اضحیٰ یہ جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کیساتھ ملاتے ہیں جیسے **اصبح زید قائماً** (زید صبح کے وقت کھڑا ہوا) **امسی زید مسرورا** (زید شام کے وقت خوش ہوا) **اضحی زید مصلیا** (زید چاشت کے وقت نماز پڑھنے والا ہوا)

وبمعنی صار

کبھی یہ تینوں صار کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے اوقات والے معنی نہیں ہوتے جیسے **اصبح وامسی واضحی زید غنیا ای صار زید غنیا**

وتکون تامه

کبھی یہ تامہ بھی ہوتے ہیں جیسے **اصبح زید** اس صورت میں ان کے معنی اپنے وقت میں داخل ہونے کے ہوتے ہیں تو مذکورہ مثال کا مطلب یہ ہوگا کہ زید صبح کے وقت داخل ہوا اسی طرح **امسی زید ،اضحی زید**

وظل وبات لاقتران مضمون الجملة بوقتها وبمعنی صار

ظل اور بات تین معنوں میں استعمال ہوتے ہیں (۱) اوقات کے لئے (۲) بمعنی صار (۳) تامہ

تفصیل: (۱) اور یہ جملہ کے مضمون کو وقت کیساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے ظل زید صائما زید سارادن روزہ کی حالت میں رہا بات زید قائما زید ساری رات کھڑا رہا

(۲) کبھی یہ صار کے معنی میں بھی ہوتے ہیں جیسے ظل زید غنیا ای صار زید غنیا ،بات عمرو فقیرا ای صار عمرو فقیرا

(۳) یہ دونوں تامہ بھی ہوتے ہیں لیکن بہت کم اس وجہ سے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں فرمایا جیسے بت مبیتا طیبا

سوال:۔ مصنفؒ نے دوسرے افعال ناقصہ کی تفصیل کی ہے لیکن آض ،عاد ،غدا اور راح کی تفصیل کیوں بیان نہیں کی؟

جواب:۔ اس لئے کہ یہ حقیقت میں افعال ناقصہ نہیں بلکہ ان کے ساتھ ملحق ہیں یہی وجہ ہے کہ صاحب مفصل نے انھیں افعال ناقصہ میں شمار نہیں کیا۔

فائدہ:۔ آض ، عاد، غدا اور راح یہ ناقصہ بھی ہوتے ہیں اور تامہ بھی، ناقصہ ہوں تو یہ صار کے معنی میں ہوتے ہیں تامہ ہوں تو آض اور عاد یہ رجوع کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے عاد زید من سفرہ ای رجع

اور غدا اور راح مشی کے معنی میں ہوں گے اور ان میں ان کا وقت بھی ملحوظ ہوگا جیسے غدازید بمعنی مشی زید فی وقت الغداۃ اور راح زید بمعنی مشی زید فی وقت الرواح (رواح زوال سے رات تک کے وقت کو کہتے ہیں)

وما زال وما برح وما فتی وما انفك

مازال ،مابرح ،مافتی اورماانفك یہ چاروں اپنی خبرکو فاعل کے لئے دوامی طور پر ثابت کرتے ہیں جیسے مازال زید فقیرا زید ہمیشہ سے فقیر ہے یعنی جب سے زید کو یہ صفت ملی ہے اس کے بعد اس میں دوام رہا ہے

ویلزمها النفی

ان چاروں افعال پر لازما حرف نفی داخل ہوتا ہے چاہے لفظا ہو یا معنا لفظا تو ظاہر ہے معنا کی مثال: اللہ تعالی کا ارشاد ہے قالوا تالله تفتؤ تذکر یوسف ای لاتفتؤ

وما دام لتوقیت امر بمدة ثبوت خیر ها لفاعلها

یہ کسی فعل کو اس وقت تک موقت کرنے کے لئے آتا ہے جب تک اس کی خبر اس کے فاعل کے لئے ثابت رہے جیسے اجلس مادام زید جالسا اس کی تقدیری عبارت اجلس زمان جلوس زید ہے یعنی اجلس کو اس وقت تک موقت کیا جا رہا ہے جب تک زید کے لئے جلوس ثابت ہے۔

ومن ثم احتاج الی کلام لانه ظرف

جب مادام اس لئے آتا ہے کہ کسی اور فعل کو اس وقت تک موقت کرے کہ جب تک اس کی خبر فاعل کے لئے ثابت ہو تو اس سے معلوم ہوا مادام سے پہلے ایک اور جملہ کا ہونا ضروری ہے تا کہ یہ جملہ اس کے لئے ظرف بنے کیونکہ اس پر ما مصدریہ داخل ہے اس کی وجہ سے پورا جملہ بتاویل مصدر ہو کر مفرد ہوگا تو اس کو کلام مفید بنانے کے لئے ضروری ہوا کہ اس سے پہلے جملہ مقدر مانا جائے۔

ولیس لنفی مضمون الجملة حالا وقیل مطلقا

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لیس زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی کیلئے آتا ہے

سیبوے کا مذہب یہ ہے کہ لیس مطلق نفی کے لئے آتا ہے اس میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا لیس زید قائما کا معنی جمہور کے نزدیک یہ ہوگا کہ زید ابھی کھڑا نہیں اور سیبویہ کے نزدیک معنی یہ ہوگا زید کھڑا نہیں۔

ویجوز تقدیم اخبار ھا کلھا علی اسمائھا

افعال ناقصہ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا تمام افعال ناقصہ میں جائز ہے جیسے کان قائما زید اور یہ اس وجہ سے کہ فعل عامل قوی ہے اس کے معمولات ترتیب سے ہوں یا نہ ہوں ہر حال میں عمل کرتا ہے۔

ھی فی تقدیمھا علیھا علی ثلثۃ قسم

افعال ناقصہ کی خبر کو خود فعل ناقص سے مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں اس اعتبار سے افعال ناقصہ کی تین قسمیں ہیں

(۱) کان سے راح تک گیارہ افعال میں تقدیم جائز ہے

(۲) وہ افعال ناقصہ جس کے شروع میں ما ہو اس میں تقدیم ناجائز ہے البتہ اس میں صرف ابن کیسان کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مادام کے علاوہ باقی میں تقدیم جائز ہے اور مادام میں جائز نہیں۔

(۳) لیس میں کوفیوں اور مبرد کا بصریوں اور سیبویہ سے اختلاف ہے کوفیوں اور مبرد کے نزدیک لیس نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے اس لئے ضعیف عامل ہے لہذا یہ اپنے مابعد میں عمل کرے گا اور ماقبل میں عمل نہیں کرے گا اس لئے تقدیم جائز نہیں بصریین اور سیبوے فرماتے ہیں کہ لیس فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور فعل عامل قوی ہوتا ہے معمولات ترتیب سے ہوں یا نہ ہوں ہر صورت میں عمل کرے گا لہذا تقدیم جائز ہے

افعال مقاربه ما وضع لدنو

افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جنھیں اپنی خبر کے قریب کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے

پھر یہ قریب کرنا تین قسم پر ہے

(۱) رجاء:۔ یعنی متکلم کو امید ہے کہ یہ کام ہو جائیگا مگر وقوع نہ ہوا ہو۔

(۲) حصول:۔ یعنی متکلم کو یقین ہو کہ یہ کام ہوگا مگر ابھی تک وہ کام ہوا نہ ہو۔

(۳) اخذ:۔ متکلم کو یقین ہو کہ فاعل نے کام شروع کر دیا ہے۔

فالاول عسى وهو غير متصرف

افعال مقاربہ کی پہلی قسم یعنی رجاء کے لئے عسی آتا ہے جیسے **عسى زيد ان يخرج** کا معنی ہوگا امید ہے کہ زید نکلے گا۔ اور یہ غیر متصرف ہے یعنی اس سے ماضی مجہول، مضارع، امر، نہی اسم فاعل وغیرہ کسی کی گردان نہیں آتی۔

عسی کبھی تامہ ہوتا ہے اور کبھی ناقصہ۔ جب عسی تامہ ہو تو اس کے بعد والا سارا جملہ فاعل ہوگا جیسے **عسى ان يخرج زيد** میں ان یخرج زید پورا جملہ بتاویل مصدر عسی کا فاعل ہے اور اگر عسی ناقصہ ہو تو اس کے فاعل کے بعد اسکا مفعول بھی ہوگا جیسے **عسى زيد ان يخرج** میں عسی ناقصہ ہے اور زید اسکا فاعل اور ان یخرج مفعول ہے۔

وقد يحذف ان

عسی کی خبر پر ان مصدر یہ داخل ہوتا ہے لیکن عسی چاہے تامہ ہو یا ناقصہ دونوں صورتوں میں اس کی خبر سے اَن کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے **عسى زيد يخرج ،عسى يخرج زيد**

والثانی کاد تقول کاد زيد يجئى

افعال مقاربہ کی دوسری قسم یعنی حصول کیلئے کاد آتا ہے جیسے **كاد زيد يجئى** زید عنقریب آئیگا

وقد تدخل اَنْ

کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی اس پر ان بھی داخل ہوتا ہے جیسے کـــاد زید یجیء اور کاد زید ان یجئی

واذا دخل النفی علی کاد فھو کالافعال علی الاصح

کاد پر اگر حرف نفی داخل ہو تو کیا وہ نفی کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور اس میں تین قول ہیں

(۱) جمہور کے نزدیک حرف نفی مطلقاً نفی کا فائدہ دے گا چاہے ماضی ہو یا مضارع

(۲) بعض کے نزدیک حرف نفی مطلقاً نفی کا فائدہ نہیں دے گا چاہے ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر

(۳) بعض کے نزدیک حرف نفی ماضی پر داخل ہو تو نفی کا فائدہ دے گا مضارع پر نہیں۔

دوسرے مذہب والوں کی دلیل یہ ہے کہ اگر حرف نفی عمل کرے تو قران مجید کی اس آیت میں تناقض لازم آتا ہے۔فـذبحو ھا وما کادوا یفعلون ترجمہ:انہوں نے ذبح کردیا اور وہ ذبح کرنے کے قریب نہیں تھے۔اور مضارع میں عمل نہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مشہور شاعر ذی الرمہ کے اس شعر کی ابن شبرمہ نے تغلیط کی تو اس نے اپنا شعر تبدیل کر دیا تھا۔

شعر: اذا غیر الھجر المحبین لم یکد

رسیس الھوی من حب میة یبرح

ترجمہ یہ ہوگا جب جدائی تبدیل کردے دوستوں کو تو محبوبہ میة کی پائیدار محبت زائل ہونے کے قریب ہوتی ہے اس شعر کا چونکہ مفہوم یہ تھا کہ اگر دوستوں میں جدائی واقع ہو تو محبت ختم ہو جاتی ہے جو کہ محبت کے اصول کے خلاف ہے اس لئے ابن شبرمہ نے اعتراض کیا تو ذوالرمہ نے اپنے شعر تبدیل کر کے لم یکد کی جگہ لم اجد کہا اس سے معلوم ہوا کہ یہاں حرف نفی نے عمل نہیں کیا ورنہ معنی درست ہوتا۔

مہور کی طرف سے جواب: پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت کے ترجمہ میں تناقض نہیں بلکہ ترجمہ درست ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ ذبح کرنیوالے نہیں تھے لیکن پھر بھی انہوں نے ذبح کردیا۔ مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل اپنی سرکشی کی وجہ سے ذبح کرنیوالے نہ تھے لیکن انہوں نے ذبح کردیا تو ذبح کرنے کے قریب نہ ہونا دوسرے زمانہ میں ہے اور ذبح کا عمل دوسرے زمانہ میں اور تناقض تو تب ہوگا جب دونوں کا زمانہ ایک ہو۔

اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ابن شبرمہ نے جو شاعر کی غلطی نکالی ہے فصحاء شعراء نے اسے تسلیم نہیں کیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ شاعر کا شعر بلکل صحیح تھا ابن شبرمہ نے غلطی نکال کر غلطی کی اور ذی الرمہ نے اس غلطی کو تسلیم کر کے شعر کو تبدیل کر کے غلطی کی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ شعر ایسا ہے جیسے قرآن کی یہ آیت ہے **اذا خرج یدہ لم یکدیرھا** یہاں لم حرف نفی یکد فعل مضارع پر داخل ہے اگر اس کو عمل نہیں دیں گے اور اثبات کا ترجمہ کریں گے تو ترجمہ غلط ہوگا ایسے ہی مذکورہ شعر بھی ہے حرف نفی کو عمل دینے میں شعر کا ترجمہ یہ ہوگا۔

جب جدائی دوستوں کو تبدیل کردے تو بھی محبوبہ میہ کی پائیدار محبت زائل ہونے کے قریب بھی نہیں ہوتی۔

اب شعر کا مفہوم درست ہوگا کیونکہ شاعر اپنی محبوبہ کیساتھ پائیدار محبت کا مدعی ہے کہ یہ کبھی ختم ہونیوالی نہیں۔

والثالث طفق و کرب وجعل واخذ وھی مثل کاد

افعال مقاربہ کی تیسری قسم اخذ کے لئے **طفق ، کرب ، جعل اور اخذ** آتے ہیں اور یہ کاد کی طرح عمل کرتے ہیں کہ جس طرح کاد کی خبر پر فعل مضارع بغیر اَن کے ہوتا ہے اسی طرح ان کی خبر بھی فعل مضارع بغیر اَن ہوگی جیسے **قال اللہ تعالی و طفقا یخصفان** اور **طفق زید یخرج .**

فائدہ: طفق بمعنی اخذ ، کرب بمعنی قرب، جعل بمعنی طفق ، اخذ بمعنی شرع

اوشك مثل عسی و کاد فی الا ستعمال

استعمال کے اعتبار سے اوشك عسی اور کاد کی طرح ہے کہ اس کے مفعول سے اَنْ کو حذف کرنا اور اس پر ان کو داخل کرنا دونوں درست ہیں

جیسے اوشك زید ان یخرج ،اوشك زید یخرج ، اوشك ان یخرج زید

فائدہ:۔ اوشک کے معنی اسرع ہے

فعل التعجب ما وضع لانشاء التعجب

فعل تعجب کی تعریف: وہ افعال جن کو تعجب کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ اپنے صیغے سے وضع کے اعتبار سے ہی تعجب پر دلالت کرتے ہوں۔

فعل تعجب کے دو صیغے ہوتے ہیں۔ ماافعله ،وافعل به

وهما غیر متصرف مثل ما احسن

فعل تعجب کے صیغے غیر متصرف ہیں یعنی ان کا مجهول یا مضارع یا تانیث کے صیغے نہیں بنائے جا سکتے۔

ولایبنیان الابما

وہ افعال جن سے اسم تفضیل بنتا ہے ان سے فعل تعجب بھی آتا ہے اور جن سے اسم تفضیل نہیں آتا ان سے فعل تعجب بھی نہیں آتا یعنی جن افعال میں لون وعیب کے معنی ہوں ان سے فعل تعجب نہیں آئے گا۔

ویتوصل الممتنع بمثل ما اشد

اور وہ افعال جن سے اسم تفضیل نہ آتا ہو تو ان کے شروع میں اشد لگاتے ہیں اسی طرح اگر ان افعال سے فعل تعجب کا صیغہ لانا ہو تو اس کے شروع میں شدت مصدر سے صیغہ تعجب بنایا جائیگا اور

جس سے فعل تعجب بنانا ہے اس کے مصدر کو ان کے بعد منصوب ذکر کریں گے اور دوسرے صیغے میں اس مصدر کو مجرور لائیں گے جیسے ما اشد استخراجه واشدد باستخراجه

ولايتصرف فيها بتقديم وتاخير ولافصل

فعل تعجب کے معمول کو اس سے مقدم کرنا جائز نہیں اسی طرح فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل لانا بھی جائز نہیں لہذا ما زيد احسن وبزيد احسن اسی طرح مااحسن فی الدار زيد کہنا درست نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے فعل تعجب کے صیغے امثال کے درجے میں ہیں اور امثال میں تغییر وتبدیل جائز نہیں۔

واجاز المازني الفصل بالظرف

امام مازنی کہتے ہیں فعل تعجب کے صیغے اور ان کے معمول کے درمیان ظرف کے ذریعے فصل لانا جائز ہے اس لئے کہ ظرف کو کلام میں وسعت حاصل ہوتی ہے ما احسن بالرجل ان يتصدق اور جمہور کے نزدیک یہ فصل بھی جائز نہیں۔

فائدہ:۔ فعل تعجب اور ما کے درمیان کان کے ذریعے فصل لانا اکثر نحاۃ کے نزدیک جائز ہے جیسے ما كان احسن زيدا

وما ابتداء نكرة عند سيبويه ومابعدها الخبر

فعل تعجب کے دونوں صیغوں کی ترکیب میں اخفش اور سیبویہ کا اختلاف ہے

سیبویہ فرماتے ہیں کہ ما احسن زيد میں ما ابتدائیہ بمعنی شئی کے یہ مبتدا ہے اور احسن زیدا اس کی خبر ہے اور اخفش فرماتے ہیں کہ ما بمعنی الذی اور بعد والا جملہ اس کا صلہ ہے اور یہ دونوں ملکر مبتدا واقع ہیں اور اس کی خبر محذوف ہے لہذا اس کی تقدیری عبارت یوں ہے

الذی احسن زيد، شئی عظيم

دوسرے صیغے احسن بہ کے بارے میں سیبویہ فرماتے ہیں کہ اس میں احسن کے اندر کوئی ضمیر نہیں

اوراحسن بظاہر فعل امر بمعنی حسن کے ہے اور با زائدہ ہے اور ضمیر معنا فاعل ہے
اخفش فرماتے ہیں احسن میں ضمیر اس کا فاعل ہے اور بہ اس کا مفعول ہے۔
اعتراض:۔ احسن تو فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول کا تقاضہ نہیں کرتا تو آپ نے اس کے لئے مفعول کو کیوں ذکر کیا ہے؟

جواب:۔ (۱) یہ باء کے ذریعے سے متعدی ہوا ہے
(۲) باء زائدہ ہے اور ہمزہ تعدیہ کے لئے ہے اصل میں حسن تھا تو شروع میں ہمزہ لا کر اس کو متعدی کر دیا ہے

افعال المدح والذم وضع لانشاء

افعال مدح وذم کی تعریف: وہ افعال جن کو مدح یا ذم کے انشاء کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔
فائدہ:۔ لانشاء کی قید سے مدحت، ذممت وغیرہ الفاظ خارج ہو گئے کیونکہ یہاں انشاء مدح یا ذم نہیں بلکہ خبر ہے یعنی مدح وذم ان الفاظ کا مدلول لغوی ہے انشاء مقصود نہیں۔
یہ کل چار الفاظ ہیں **نعم، حبذا، بئس، ساء**
نعم اور حبذا مدح بیان کرنے کے لئے ہیں اور بئس، ساء ذم بیان کرنے کیلئے ہیں۔
فائدہ:۔ نعم اور بئس میں چار لغات جائز ہیں نَعِمَ، نَعْمَ، نِعِمَ، نِعْمَ

وشرطها ان یکون الفاعل معرفا بللام او مضافا

فعل مدح وذم کے لئے چار شرائط ہیں۔
(۱) ان کا فاعل خود معرف باللام ہوگا جیسے **نعم الرجل زید**
(۲) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا بلا واسطہ یا بالواسطہ جیسے مضاف بغیر الواسطہ کی مثال: **نعم غلام الرجل** مضاف بالواسطہ کی مثال: **نعم فرس غلام الرجل ونعم وجه**

فرس غلام الرجل

(۳)فاعل ضمیر مستتر ممیز ہو۔اس کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ نکرہ منصوبہ اس کی تمیز واقع ہو پھر ممیز تمیز ملکر نعم کا فاعل واقع ہوگا جیسے نعم رجلا زیداس میں نعم کا فاعل ضمیر مستتر ممیز ہےاور رجلا اس کی تمیز ہےاور زید مخصوص بالمدح ہےاور دوسری صورت یہ کہ کلمہ مااس کی تمیز ہو جیسے نعما ھی اس میں ضمیر فاعل ممیز اور مااس کی تمیز ہے تقدیری عبارت نعم الشئی ھی ہے الشئی نعم کا فاعل ہےاور ھی مخصوص بالمدح

وبعد ذالك المخصوص وهو مبتداء

افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد آنے والے اسم کو مخصوص بالمدح اور ذم کہتے ہیں اوراس کی دو طرح کی ترکیبیں ہوسکتی ہیں۔

(۱)نعم الرجل زید،نعم فعل مدح الرجل اس کا فاعل،فعل اپنے فاعل سے ملکر خبر مقدم اور زید مبتدامئوخر یہ پوراجملہ اسمیہ خبریہ ہوا

اعتراض:۔ جب جملہ خبر واقع ہوتو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے یہاں نعم الرجل میں نہیں لہذا اس کا خبر بننا بھی درست نہیں ہوا۔

جواب:۔ الرجل کا الف،لام ضمیر کے قائم مقام ہے لہذا ضمیر کی ضرورت نہیں۔

(۲)نعم فعل مدح الرجل اس کا فاعل فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ انشائیہ ہوا۔زید خبر ہے مبتدا محذوف ھو کے لئے،تقدیری عبارت ھوزید ہے

اعتراض:۔ مبتدامحذوف ہونے پر کیا قرینہ ہے؟

جواب:۔ یہاں قرینہ سائل کا سوال مقدر ہے کہ جب یوں کہا نعم الرجل تو سوال پیدا ہوا من ھو تو اس کے جواب میں ھو زید کہا۔

فائدہ:۔ کبھی مخصوص مقدم بھی ہوتا ہے جیسے زید نعم الرجل

وشرطه مطابقة الفاعل

نعم کے فاعل اور اس کے مخصوص بالمدح کے درمیان تذکیر وتانیث افراد، تثنیہ، جمع میں مطابقت ضروری ہے جیسے نعم الرجل زید ،نعم الرجلان الزید ان ،نعم الرجال الزید ون، نعم المرأ ة هند ،نعم الامرتان الهندان ،نعم النساء الهندات

فائدہ:۔ یہ مطابقت فاعل اور مخصوص میں ضروری ہے نعم اور اسکے فاعل میں (جب کہ فاعل مؤنث ہو) ضروری نہیں لہذا جیسے نعمت المراة هند جائز ہے ایسے نعم المراة هنداور بئس المراة هند کہنا بھی جائز ہے۔

وبئس مثل القوم الذين كذبوا وشبهه متاول

یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے

اعتراض:۔ بئس مثل القوم الذين میں بئس فعل ذم اور مثل القوم مضاف الیہ مل کر اس کا فاعل اور الذین کذبوا مخصوص بالذم ہے اس مثال میں فاعل یعنی مثل مفرد ہے اور مخصوص بالذم یعنی الذین کذبوا جمع ہے تو فاعل اور مخصوص بالذم کے درمیان مطابقت نہیں پائی گئی۔

جواب:۔ (۱) مخصوص بالذم سے پہلے بھی مثل محذوف ہے اور تقدیری عبارت یوں ہے مثل القوم مثل الذين كذبوا. لہذا دونوں مفرد ہوئے۔

(۲) الذین کذبوا یہ مخصوص بالذم نہیں بلکہ القوم کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے جو کہ مثلهم ہے تقدیری عبارت یوں ہے بئس مثل القوم الذين كذبوا مثلهم لہذا مطابقت پائی گئی۔

وقد يحذف المخصوص اذا علم مثل نعم

مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کو کبھی قرینہ کی وجہ سے حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نعم العبد اس کا مخصوص بالمدح ایوب ہے اس میں قرینہ یہ ہے کہ یہاں حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ہو رہا ہے لہذا اس سے مراد بھی وہی ہوگا۔

دوسری مثال: فنعم الماهدون میں مخصوص بالمدح نحن محذوف ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ ماقبل آیت میں سب اللہ تعالیٰ کے افعال کا ذکر ہے آیت یہ ہے والارض فرشنها فنعم الماهدون۔

وساء مثل بئس

ساء ،بئس کی طرح ہے یہ دونوں برائی بیان کرنے کے لئے آتے ہیں اور دونوں کا حکم بھی ایک ہے۔

ومنها حبذا وفاعله ذا

ان میں سے ایک حبذا بھی ہے جو مدح کے لئے آتا ہے اس میں حب فعل ہے اور ذا اس کا فاعل ہے۔

ولا يتغير بعده

حبذا میں ہمیشہ ذا اس کا فاعل ہوتا ہے اور حب اور ذا میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آتی، چاہے اس کا مخصوص مفرد ہو یا جمع، مذکر ہو یا مؤنث ہر حال میں حبذا ہی آئے گا جیسے حبذا زید، حبذا الزيدان، حبذا الزيدون، حبذا هند، حبذا الهندان، حبذا الهندات

حبذا کے مخصوص میں بھی وہی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں جو نعم کے مخصوص میں کی تھی۔

ويجوز ان يقع قبل المخصوص وبعده تميز او حال

حبذا کا جو مخصوص بالمدح ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد تمیز اور حال دونوں کا لانا جائز ہے لیکن

افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہے جیسے مخصوص سے پہلے تمیز کی مثال:
حبذا رجلا زید، حبذا رجلین الزیدان، حبذا رجالا الزید ون، حبذا امراۃ ھند
مخصوص کے بعد تمیز کی مثال: **حبذا زید رجلا وغیرہ**
مخصوص سے پہلے حال کی مثال: **حبذا راکبا رجل ،حبذا راکبین رجلان ،حبذا راکبین رجال**
مخصوص کے بعد حال کی مثال: **حبذا زید راکبا وغیرہ**

الحرف ما دل علی معنی فی غیرہ

کلمہ کی تین قسموں میں سے اسم اور فعل کا بیان ہو چکا ہے اب مصنفؒ کلمہ کی تیسری اور آخر قسم حرف کو بیان فرما رہے ہیں۔
حرف کی تعریف: حرف اسے کہتے ہیں جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو غیر میں ہو۔

ومن ثم احتاج

اسی وجہ سے کہ حرف ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے غیر میں ہو حرف بذات خود کلام کا مستقل جز نہیں ہو سکتا بلکہ اسم یا فعل کا محتاج ہوتا ہے کلام کا جز چاہے رکن ہو یا غیر جیسے **زید فی الدار، سرت من البصرۃ الی الکوفہ**

حروف الجر ما وضع للا فضاء بفعل او معناہ

حروف کی دو قسمیں ہیں ❶ عاملہ ❷ غیر عاملہ
عاملہ کی پھر دو قسمیں ہیں ❶ عامل فی الاسم ❷ عامل فی الفعل
عامل فی الاسم کی سات قسمیں ہیں ① حروف الجر ② حروف مشبہ بالفعل ③ ما ولا المشبہتان بلیس ④ لائے نفی جنس ⑤ حروف ندا ⑥ حرف استثناء ⑦ واؤ بمعنی مع۔
عامل فی الفعل کی دو قسمیں ہیں ① حروف ناصبہ ② حروف جازمہ۔

ان میں سے کچھ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بقیہ کا اب ذکر ہوگا۔ان سب سے مصنفؒ نے حروف جارہ کو مقدم کیا ہے۔

حروف جارہ کی تعریف: وہ حرف جس کو اس لئے وضع کیا گیا ہو کہ وہ فعل یا معنی فعل کو اس تک پہنچا دیں جسکے ساتھ یہ ملے ہوئے ہیں۔

فائدہ: معنی فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، ظرف، مصدر، صفت مشبہ وغیرہ ہے اور جس کے ساتھ یہ ملے ہوئے ہوں اس سے مراد اسم ہے چاہے اسم حقیقی ہو یا تاویلی

اسم حقیقی کی مثال: جیسے **مررت بزید**

اسم تاویلی کی مثال: **وضاقت علیهم الارض بما رحبت ای برحبها**

فائدہ:۔ مصنفؒ نے الی مایلیہ اس لئے کہا تا کہ اسم صریح اور اسم تاویلی کی مثال دونوں کو شامل ہو جائے۔

مصنفؒ نے حروف جارہ انیس ذکر کئے ہیں اس لئے کہ مصنفؒ نے باء کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) قسمیہ (۲) غیر قسمیہ اسی طرح واو کی بھی دو قسمیں کی ہیں واو قسمیہ واو بمعنی رب، اس طرح کل انیس ہو گئیں۔

(۱) من (۲) الی (۳) حتی (٤) فی (٥) باء (٦) لام (۷) رب (۸) واو بمعنی رب (۹) واو قسمیہ (۱۰) باء قسمیہ (۱۱) تاء قسمیہ (۱۲) عن (۱۳) علی (۱٤) کاف (۱٥) مذ (۱٦) منذ (۱۷) خلا (۱۸) عدا (۱۹) حاشا

ان میں سے شروع کے گیارہ صرف حرف جر ہوتے ہیں اس کے بعد کے پانچ کبھی حروف جر اور کبھی اسم اور آخری تین کبھی حرف جر اور کبھی فعل ہوتے ہیں (مزید تفصیل کیلئے جامی دیکھیں)

فمن للابتداء والتبیین والتبعیض

حروف جارہ میں سے پہلا من ہے یہ کئی معنوں کے لئے آتا ہے

(۱)ابتدائیہ: چاہے ابتداء زمانی ہو یا مکانی

ابتداء مکانی کی مثال: **سرت من البصر ۃ الی الکوفه**

ابتداء زمانی کی مثال: **صمت من یوم الجمعه الی یو م الا ثنین**

من ابتدائیہ کی پہچان یہ ہے کہ اسکے بعد حرف انتہا الی وغیرہ کا لانا درست ہوتا ہے جیسے **سرت من البصرۃ الی الکوفة**

(۲)بیانیہ: من بیانیہ اسے کہتے ہیں جو امر مبہم کی وضاحت کرتا ہے۔ من بیانیہ کی پہچان یہ ہے کہ من کی جگہ اسم موصول لگانے سے معنی میں خرابی لازم نہ آتی ہو جیسے **فاجتنبوا الرجس من الاوثان ای الرجس الذی ھو الوثن**

(۳)تبعیضیہ: من تبعیضیہ اسے کہتے ہیں جو اپنے بعض مدخول کو فعل کے لئے مفعول بنادے۔ من تبعیضیہ کی پہچان یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ بعض استعمال کرنے سے معنی درست ہوتا ہو جیسے **اخذت من الدراھم ای بعض الدراھم**

(۴)زائدہ: زائدہ اسے کہتے ہیں کہ اسکو حذف کرنے سے کلام کے معنی مقصودی میں فرق نہ آتا ہو اور یہی اسکی پہچان بھی ہے جیسے **ماجاء نی من احد** سے **ماجاء نی احد**۔

سوال: من کلام میں کہاں زائدہ ہوتا ہے؟

جواب: جمہور کے نزدیک من صرف کلام غیر موجب میں زائدہ ہوتا ہے اسکے علاوہ میں زائدہ نہیں ہوتا ہے جیسے **ماجاء نی من احد ،ھل جاء ك من احد ،لا تضرب من احد**

کوفیوں اور اخفش کے نزدیک من کلام موجب اور غیر موجب دونوں میں زائدہ ہوتا ہے انکی دلیل عرب کا مقولہ ہے **قد کان من مطر** یہ کلام غیر موجب ہے لیکن پھر بھی اسمیں من زائدہ ہے۔

جمہور کی طرف سے جواب: یہ من زائدہ نہیں بلکہ تبعیضیہ یا بیانیہ ہے اور تقدیری عبارت **قد**

کان بعض المطر یاقد کان شئی من مطر ہے

والی للانتهاء الغاية وبمعنی مع قلیلا

حرف جارہ میں سے دوسرا حرف الی ہے

(۱) یہ انتہاء غایۃ کے لئے آتا ہے چاہے انتہاء مکانی ہو یا زمانی۔

انتہاء مکانی کی مثال: **سرت من البصرة الی الكوفه**

انتہاء زمانی کی مثال: **اتموا الصيام الی الليل**

الی کے انتہاء غایت کے ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں من لانا درست ہو، جیسے **خرجت الی السوق**، میں **خرجت من البيت الی السوق** کہنا درست ہے۔

(۲) الی مع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسے **ولاتاكلوا اموالهم الی اموالكم** ای مع **اموالكم**

وحتی كذلك

تیسرا حرف جر حتی ہے یہ بھی الی کی طرح انتہاء غایۃ کے لئے آتا ہے جیسے **سرت حتی ادخل البلد**

وبمعنی مع كثيرا ويختص با لظاهر خلا فا للمبرد

یہاں سے مصنف ؒ نے الی اور حتی میں فرق بیان کیا ہے

(۱) الی مع کے معنی بہت کم استعمال ہوتا ہے حتی مع کے معنی میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

(۲) الی اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے جبکہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے اور اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا البتہ اسمیں امام مبرد کا اختلاف ہے ان کے نزدیک حتی اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے انکی دلیل یہ شعر ہے۔

فلا والله لا يبقى اناس :: فتى حتاك يا ابن ابى زياد

یہاں حتی کاف ضمیر پر داخل ہے

جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ شاذ ہے۔

وفی للظرفیة وبمعنی علی قلیلا

چوتھا حرف جرفی ہے

(۱) یہ ظرفیۃ کے لئے آتا ہے یعنی اپنے مدخول کو کسی کے لئے ظرف بنا تا ہے چاہے حقیقتاً ظرف ہو یا مجازاً۔

حقیقتاً کی مثال: **الماء فی الکوز**

مجازاً کی مثال: **النجاۃ فی الصدق**

(۲) کبھی کبھی فی علی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے **ولا صلبنکم فی جذوع النخل ای علی جذوع النخل**

والباء للالصاق والاستعانة

پانچواں حرف باء ہے اور اس کے گیارہ معنی آتے ہیں لیکن مصنفؒ نے اس میں سے صرف سات کو بیان کیا ہے۔

(۱) الصاق کیلئے۔

الصاق اسے کہتے ہیں جو شئی آخر کو اپنے مدخول کیساتھ ملائے، یہ ملانا بطور مخالطت کے ہوگا یا مجاورت کے، پہلے کو الصاق حقیقی کہتے ہیں جیسے **به داء** دوسرے کو مجازی کہتے ہیں جیسے **مررت بزید ای التصق مروری بمکان یقرب منه زید**

(۲) استعانت کیلئے۔

باء استعانت کیلئے وہ ہوتی ہے جو اپنے مدخول کو صدور فعل میں اپنے فاعل کا معاون بنائے جیسے **کتبت بالقلم** کتابت کے صدور کے لئے قلم کو معاون بنایا گیا ہے۔

(٣) مصاحبت کیلئے۔

جو اپنے مدخول کو مفعول کا مصاحب بنائے اس طرح کہ دونوں پر فعل کا وقوع ہو جیسے اشتریت الفرس بسرجه یہاں مشتری کے فعل شریٰ یعنی خریدنے کا وقوع جیسے فرس پر ہوا ہے اسی طرح سرج پر بھی ہوا ہے۔

(٤) مقابلہ کیلئے۔

جو اپنے مدخول کو شئی آخر کا عوض اور ثمن بنادے جیسے اشتریت العبد بالدرهم

(٥) تعدیہ کیلئے۔

جو فعل لازم کو متضمن معنی تصییر کے کر کے متعدی بنائے جیسے ذهب الله بنورهم ای صیر الله نورهم ذاهبا

(٦) ظرفیہ کیلئے جیسے جلست بالمسجد ای فی المسجد

(٧) باء زائدہ بھی ہوتی ہے تین مقامات پر قیاسا اور اسکے علاوہ میں سماعا۔

١) ھل استفہامیہ کی خبر اسی طرح ٢) لیس اور ٣) ما مشابہ بلیس کی خبر پر باء قیاسا زائد ہوتی ہے۔

جیسے استفہام کی مثال: هل زید بقائم ما اور لیس کی مثال: ما زید بقائم، لیس زید بقائم

سماعا یہ مبتدا خبر، فاعل اور مفعول میں زائدہ ہوتی ہے۔

مبتدا کی مثال: بحسبك زيد

خبر کی مثال: حسبك بزيد

فاعل کی مثال: و کفی بالله شهيد ا

مفعول کی مثال: و لا تلقو ا بايد يكم الى التهلكه

واللام للاختصاص والتعليل

حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے یہ بھی کئی معنوں کیلئے آتا ہے۔

(۱) اختصاص :لام اختصاص کیلئے وہ ہوتا ہے جو کسی شئی کو اپنے مدخول کے ساتھ خاص کر دے چاہے یہ اختصاص بطور ملکیت کے ہو یا بغیر ملکیت کے ہو

ملکیت کی مثال: المال لزید

غیر ملکیت کی مثال: الجل للفرس

(۲) تعلیل: لام تعلیلیہ وہ ہوتا ہے جو اپنے مدخول کو کسی شئی کیلئے علت بنا دے چاہے وجود کے اعتبار سے علت مؤخر ہو یا مقدم جیسے مؤخر کی مثال: ضربته للتادیب

مقدم کی مثال: خرجت لمخافتك

(۳) لام عن کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن قول کیساتھ جیسے قلت لزید ای قلت عن زید ،وقال الذین کفروا للذین آمنوا ای عن الذین آمنوا

(۴) زائدہ: لام زائدہ وہ ہوتا ہے جسکو حذف کرنے سے مقصودی معنی میں خلل نہ ہو جیسے ردف لکم ای ردفکم یہ اسلئے کہ ردف متعدی بنفسہ ہے۔

(۵) تعجب: واو قسمیہ کے معنی میں ہو کر تعجب کیلئے بھی آتا ہے بشرطیکہ وہ کام عظیم ہو جیسے لله لا یوخر الاجل . لیکن لله لقد طار الذباب کہنا درست نہیں کیونکہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ورب للتقلیل

حروف جارہ میں سے ساتواں حرف رب ہے اسکی کئی خصوصیات ہیں۔

(۱) اس کی وضع تقلیل کیلئے ہوئی ہے لیکن زیادہ تر یہ کثرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے رب رجل کریم لقیته (میں بہت سے اچھے لوگوں سے ملا)

(۲) ولها صدر الکلام

رب صدارت کلام کا تقاضہ کرتا ہے

(۳) اور یہ ہمیشہ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے یہ جمہور کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے امام اخفش اور

فراء کے نزدیک نکرہ موصوفہ کی قید نہیں۔

(۴)رب کے بعد فعل ماضی ہوتا ہے چاہے ماضی حقیقی ہو یا معنوی، حقیقی کی مثال جیسے رب رجل کریم لقیته، معنوی کی مثال جیسے رب رجل کریم لم افارقه.

(۵)رب کا فعل قرینہ کی وجہ سے اکثر محذوف ہوتا ہے اور یہ اسلئے کہ رب ظاھرا یا تقدیرا سوال کے جواب میں واقع ہوتا ہے گویا سائل نے کہا ما لقیت رجلا تو اس کے جواب میں آپ کہدیں رب رجل کریم تو یہاں لقیت فعل محذوف ہے جس پر قرینہ سائل کا سوال ہے۔

وتدخل علی مضمر مبهم مميز بنكرة منصوبة

(۶)رب کبھی ضمیر مبھم پر بھی داخل ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کیلئے شرط یہ ہے کہ نکرہ منصوبہ اسکی تمیز واقع ہو اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی چاہے اسکی تمیز مذکر ہو یا مؤنث، مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے ربه رجلا، ربه رجلین، ربه رجالا، ربه امرأة، ربه امرأتین، ربه نساء البتہ اسمیں کوفیوں کا اختلاف ہے انکے نزدیک تذکیر و تانیث اور افراد، تثنیہ، جمع میں ضمیر تمیز کے مطابق ہوگی جیسے ربه رجلا، ربهما رجلین، ربهم رجالاً، ربها امرأة، ربهما امرأتین، ربهن نساء۔

وتلحقها ما فتدخل علی الجمل

(۷)کبھی رب پر ما کافہ داخل ہوتا ہے اس صورت میں یہ ملغی از عمل ہوگا اور فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ربما یود الذین کفروا.

(۸)کبھی رب زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے ربما ضربةٍ اس کو اعتراض کا جواب بھی بنا سکتے ہیں۔

اعتراض: آپ نے کہا تھا کہ رب پر جب ما داخل ہو تو رب عمل نہیں کرتا لیکن ہم آپ کو ایسی مثال بتاتے ہیں جہاں رب پر ما داخل ہے اس کے باوجود رب نے عمل کیا ہے جیسے شعر

ربما ضربة بسیف صیقل :: بین بصری وطعنه نجلاء

جواب: یہاں ما کافہ نہیں زائدہ ہے۔

واوھا تدخل علی نکرۃ موصوفہ

حروف جارہ میں سے آٹھواں حرف واو بمعنی رب ہے یعنی وہ واو جو رب کے معنی میں آتا ہے یعنی جیسے رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے ایسے یہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے شعر

وبلدۃلیس بھا انیس :: الا الیعافیر والا العیس

وواو القسم انما تکون حذف الفعل لغیر السوال

نواں حرف واو قسمیہ ہے اسکی چند خصوصیات ہیں

(۱) اس کا فعل قسم ہمیشہ محذوف ہوتا ہے اور یہ اسلئے کہ واو قسم کیلئے بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے حتی کہ باء جو کہ قسم کیلئے اصل ہے اس سے بھی واو زیادہ استعمال ہوتا ہے لہذا **اقسمت واللہ** نہیں کہہ سکتے۔

(۲) واو قسمیہ سوال پر داخل نہیں ہوتا لہذا **واللہ اخبرنی** کہنا درست نہیں۔

(۳) یہ اسم ظاھر کیساتھ مختص ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا لہذا **وك، وھی** کہنا درست نہیں اسم ظاھر عام ہے چاہے لفظ اللہ ہو یا غیر جیسے **واللہ ،ورب الکعبۃ**

والتاء مثلھا مختصۃ باسم اللہ تعالی

دسواں حرف جر تاء ہے۔

تین چیزوں میں واو اور تاء متفق ہیں اور ایک میں مختلف۔ اتفاق والی تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) واو کی طرح تاء بھی قسم کیلئے آتا ہے۔

(۲) واو کی طرح اس کا فعل بھی ہمیشہ محذوف ہوتا ہے۔

(۳) واو کی طرح یہ بھی سوال کیلئے نہیں آتا۔

اختلاف کی صورت یہ ہے کہ واو لفظ اللہ کیساتھ خاص نہیں جبکہ تاء صرف لفظ اللہ کیساتھ خاص ہے۔

لفظ اللہ کے علاوہ کیساتھ تاء نہیں آتا لہذا تالرحمان ،تالرحیم کہنا درست نہیں۔

والباء اعم منها فی الجمیع

گیارہواں حرف جر باء ہے اور حروف قسم میں یہی اصل ہے اور یہ تمام صورتوں میں تاء اور واو سے عام ہے یعنی اس کا فعل مذکورہ بھی ہوتا ہے اور محذوف بھی جیسے اقسم باللہ اور باللہ اسی طرح یہ سوال اور غیر سوال دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے باللہ لا فعلن کذا اور باللہ اخبرنی اسی طرح یہ ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے اور اسم ظاہر پر بھی۔ پھر اسم ظاہر میں لفظ اللہ پر بھی داخل ہوتا ہے اور غیر پر بھی جیسے باللہ ،بالرحمٰن ،بك

ویتلقی القسم باللام وان وحرف النفی

جواب قسم پر کبھی لام داخل ہوتا ہے اور کبھی اِنَّ اور کبھی حرف نفی (حرف نفی سے مراد ما، لا ہیں)

تفصیل: لام کلام مثبت میں آتا ہے چاہے جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ

جملہ اسمیہ کی مثال: واللہ لزید قائم

جملہ فعلیہ کی مثال: واللہ لافعلن کذا

اور اِنَّ جملہ اسمیہ کیلئے خاص ہے جیسے: واللہ اِنَّ زیداً لقائم

ما اور لا دونوں کلام منفی میں آتے ہیں چاہے جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ

جملہ اسمیہ کی مثال: واللہ ما زید لقائم

جملہ فعلیہ کی مثال: واللہ لا یقوم زید

کبھی حرف نفی کو قرینہ کی وجہ سے حذف کرتے ہیں جیسے تاللہ تفتؤ تذکر یوسف یہ اصل میں لا تفتؤ تھا۔

وقد یحذف جوابه

جب قسم ایسے جملہ کے درمیان یا بعد واقع ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہو تو اس صورت میں

جواب قسم محذوف ہوتی ہے۔

درمیان کی مثال: زید واللہ قائم اور بعد کی مثال: زید قائم واللہ ان دونوں مثالوں میں جواب قسم محذوف ہے جو کہ زید قائم ہے۔

سوال: یہاں موجودہ جملہ زید قائم کو جواب قسم کیوں نہیں مانتے؟

جواب: جواب قسم، قسم کے بعد ہوتا ہے اور ان دونوں مثالوں میں زید قائم قسم سے مؤخر نہیں اسلئے اس کو دال علی الجواب کہتے ہیں جواب قسم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر جواب قسم کی علامات لام وغیرہ داخل نہیں ہوتیں۔

وعن للمجاوزة

حروف جارہ کا بارہواں حرف عن ہے یہ مجاوزت کیلئے آتا ہے پھر مجاوزت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مجاوز عنہ سے نکل کر مجاوز لہ تک پہنچ جائے جیسے **رمیت السهم عن القوس الی الصید**

(۲) مجاوز عنہ سے نکلا نہ ہو لیکن مجاوز لہ تک پہنچ جائے جیسے **اخذت العلم عن زید**، اس مثال میں علم متکلم تک تو پہنچ گیا ہے لیکن زید سے زائل نہیں ہوا۔

(۳) صرف مجاوز عنہ سے زائل ہو لیکن دوسرے کو حاصل نہ ہو جیسے **ادیت الدین عن زید.**

(فان الدین زال عن المدیون ولم یصل الی المدیون ولا الی دائنه لان الدین وصف شرعی ثابت بالذمة غیر قابل للنقل بل یقضی بمثله لان الدیون تقضیٰ بامثالها، کما هو مشهور فی کتب الفقه)

وعلی للاستعلاء

حروف جارہ میں سے تیرھواں حرف علی ہے یہ استعلاء کیلئے آتا ہے یعنی کسی شئ کو اپنے مدخول کے اوپر کر دیتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی جیسے **زید علی السطح**

(۲) مجازی جیسے علی دین

وقد تکونان اسمین بدخول من علیها

عن اور علی کبھی اسم بھی ہوتے ہیں جب کہ ان پر حروف جارہ داخل ہوں جیسے من عن یمین ای من جانب یمین ،من علیه ای من فوقه، پہلی مثال میں عن جانب کے معنی میں اور دوسری مثال میں علی فوق کے معنی میں ہے۔

والکاف للتشبیه

(۱) حروف جارہ میں سے چودھواں حرف کاف ہے یہ تشبیہ کیلئے آتا ہے یعنی یہ اپنے مدخول کو کسی دوسری شئی کیلئے مشبہ بنا دیتا ہے جیسے زید کالاسد یہاں زید مشبہ ہے اسد مشبہ بہ ہے۔

(۲) کاف کبھی زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے لیس کمثله شئی ای لیس مثله شئی

(۳) اور یہ کبھی مثل کے معنی میں ہو کر اسم بھی ہوتا ہے جب اس پر حروف جارہ داخل ہوں جیسے اس شعر میں

هن نساء بیض ثلاث کنعاج جُمّ　　　یضحکن عن کالبرد المنهم

ترجمہ: وہ تین خوبصورت لڑکیاں ایسی ہیں جیسے بغیر سینگھوں والی تین گائیں ہوں، وہ یوں ہنس رہی تھیں (کہ ان کے دانت) جیسے پگھلے ہوئے اولے ہوں۔

اس شعر میں عن کاف پر داخل ہے اور یہ کاف اسم ہے اور یہ مثل کے معنی میں ہے۔

وتختص بالظاهر

یہ کاف اسم ظاہر کیساتھ خاص ہے یہ ضمیر پر داخل نہیں ہوتا البتہ کبھی کبھی ضمیر مرفوع پر داخل ہوتا ہے جیسے ما انا کانت امام مبرد کا اختلاف ہے ان کے نزدیک کاف مطلقا ضمیر پر داخل ہوتا ہے چاہے شعر ہو یا نثر اسی طرح چاہے ضمیر مرفوع ہو یا منصوب اور مجرور۔

ومذومنذ للزمان للابتداء فی الماضی

حروف جارہ میں سے پندرھواں اور سولہواں حرف مذ اور منذ ہیں یہ زمان کیلئے آتے ہیں اگر ان کا مدخول زمانہ ماضی ہوتو اول مدت بتانے کیلئے آتے ہیں جیسے ما رائیته مذیوم الجمعة ای انتفی رؤیتی ایا ہ من یوم الجمعة یعنی میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا۔

اور اگر ان کا مدخول زمانہ حال ہوتو یہ فی کے معنی میں ظرفیت کیلئے آتے ہیں جیسے ما رائیته مذشھرنا ای جمیع زمان انتفاء رؤیتنا هو هذا الشهر

وحاشا وعدا وخلا للاستثناء

حروف جارہ میں سے سترھواں، اٹھارہواں اور انیسواں حرف حاشا، خلا، عدا ہیں یہ تینوں استثناء کیلئے بھی آتے ہیں اور جارہ بھی آتے ہیں مگر یہ استثناء کیلئے ہوں تو ان کا مابعد منصوب ہوگا اور یہ فعل ہوں گے اور اگر جارہ ہوں تو مابعد مجرور ہوگا۔

جیسے جاء نی القو م حاشا ،عدا، خلا زیداً زیدٍ

الحروف المشبهة بالفعل

حروف مشبہ بالفعل کی فعل کیساتھ لفظا بھی مشابہت ہے اور معنا بھی، لفظا اس طور پر کہ جیسے کوئی فعل ثنائی نہیں ہوتا بلکہ ثلاثی، رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی، رباعی ہوتے ہیں کہ إنَّ أنَّ اور لیت یہ تینوں ثلاثی ہیں اور کان، لکن، لعل یہ تینوں رباعی ہیں اسی طرح جس طرح فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتی ہے یہ بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں۔

اور معنا مشابہت اس طرح ہے کہ إنَّ ،أنَّ یہ تحقیق کے معنی کیلئے اور اکدت کے معنی میں آتے ہیں کانّ شبھت کے معنی میں آتا ہے لکنّ استدرکت کے معنی میں آتا ہے لیت تمنیت اور لعل ترجیت کے معنی میں آتے ہیں اس مشابہت کی وجہ سے عمل میں بھی اس کو فعل کے مشابہ کردیا گیا یعنی جس طرح فعل دو اسموں پر داخل ہوکر ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ

حروف بھی دو اسموں میں داخل ہو کر ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں البتہ ان میں اتنا فرق کیا گیا ہے کہ فعل پہلے (یعنی فاعل) کو رفع اور دوسرے (یعنی مفعول) کو نصب دیتا ہے جب کہ یہ حروف پہلے کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں اور یہ فرق اس لئے کیا تا کہ مشبہ اور مشبہ بہ (یعنی اصل اور فرع) میں فرق واضح ہو جائے۔

یہ حروف چھ ہیں اِنَّ ، اَنَّ ، کاَنَّ، لکنَّ ، لیت ،، لعلّ

ولها صدر الكلام سوى أنّ فهي بعكسها

یہ تمام حروف صدارت کلام کو چاہتے ہیں سوائے اَنّ کے وہ لازمی طور پر کلام کے درمیان میں آتا ہے۔اَنّ کے علاوہ باقی صدارت کلام کا تقاضہ اسلئے کرتے ہیں کہ یہ کلام کی مخصوص نوع پر دلالت کرتے ہیں اسلئے انکو کلام کے شروع میں لاتے ہیں تا کہ ابتداء کلام سے ہی معلوم ہو جائے کہ اس کلام کا تعلق کس سے ہے یعنی تشبیہ سے ہے یا تاکید وتمنی وغیرہ سے اور اَنّ کو درمیان میں اسلئے لائے کیونکہ اَنّ اپنے مدخول کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے لہذا یہ ضروری ہوا کہ اس کا کسی اور سے تعلق ہو، تا کہ مکمل جملہ بن سکے۔

وتلحقها ما فتلغى

حروف مشبہ بالفعل پر ما کافہ داخل ہوتا ہے اور یہ ما ان کو عمل سے روک دیتا ہے جیسے **انما انا بشر مثلکم** اور یہی افصح قول ہے

اور یہ تمام حروف اسم پر داخل ہوتے ہیں لیکن جب ما کی وجہ سے ملغی ازعمل ہو جائیں تو پھر فعل پر بھی داخل ہو سکتے ہیں جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے **انما حرم علیکم المیتة** .

فان لا تغير معنى الجملة

یہاں سے مصنفؒ نے اِنَّ اور اَنَّ کے درمیان معنوی فرق بیان فرمارہے ہیں کہ اِنَّ جملہ پر داخل ہو کر اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا جیسے **اِنَّ زیدا قائم** کا معنی وہی ہے جو **زید قائم** کا ہے صرف

اس میں تاکید پیدا کی ہے اس کے برخلاف اَنَّ اپنے مدخول کو مفرد کے حکم میں کردیتا ہے۔

اِنَّ اور اَنَّ پڑھنے کا ضابطہ:۔ کلام میں اِنَّ اور اَنَّ کے پڑھنے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر یہ ماقبل کیلئے مفرد (یعنی فاعل، مفعول، ظرف، مضاف الیہ وغیرہ) واقع ہو تو اس کو اَنَّ پڑھنا واجب ہے ورنہ اِنَّ پڑھنا واجب ہے۔

فکسرت ابتداء وبعد القول والموصول

وہ مقامات جہاں اِنَّ پڑھنا واجب ہے۔

یہاں سے مصنفؒ وہ مقامات ذکر فرمارہے ہیں جہاں اِنَّ پڑھا جاتا ہے۔ یہاں مصنفؒ نے تین مقامات ذکر فرمائے ہیں

(۱) کلام کے شروع میں ہو تو اِنَّ پڑھا جائیگا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اِنَّ اللّٰـہ علیٰ کل شئی قدیر**

(۲) قال، یقول کے بعد اِنَّ پڑھا جائے گا جیسے **قال اِنَّه یقو ل اِنَّها بقرة**

(۳) موصول کے بعد بھی اِنَّ پڑھا جائیگا اسلئے کہ موصول اپنے بعد صلہ چاہتا ہے اور صلہ جملہ ہوتا ہے جیسے **جاء نی الذی اِنَّ اباہ قائم**

وفتحت فاعلة ومفعولة ومبتداء ومضافا الیها

وہ مقامات جہاں اَنَّ پڑھنا واجب ہے۔

یہاں سے مصنفؒ وہ مقامات بیان فرماتے ہیں جہاں اَنَّ پڑھا جاتا ہے مصنفؒ نے یہاں سات مقامات ذکر فرمائے ہیں۔

(۱) جہاں ان اپنے مدخول کے ساتھ مل کر ماقبل کیلئے فاعل بن رہا ہو تو وہاں اَنَّ پڑھا جائیگا جیسے **بلغنی اَنَّ زیداً عالم**

(۲) جہاں مفعول واقع ہو جیسے **کرھت اَنَّ زیداً قائم**

(۳) جہاں مبتدا واقع ہو رہا ہو جیسے عندی انّك قائم

(۴) جہاں مضاف الیہ واقع ہو جیسے اعجبنی اشتھار انّك عالم

(۵) لولا کے بعد بھی اَنَّ پڑھا جاتا ہے اسلئے کہ لولا مبتدا پر داخل ہوتا ہے جیسے لـــولا انك منطلق، انطلقت

(۶) لَو کے بعد بھی ان پڑھا جاتا ہے کیونکہ لو شرط کیلئے آتا ہے اور شرط کیلئے فعل لازم ہے تو اَنَّ اپنے مدخول کے ساتھ اس فعل کیلئے فاعل واقع ہوگا جیسے لو انّك قائم اس کی تقدیری عبارت لو ثبت انك قائم ہے اس مثال میں انک قائم پورا جملہ بتاویل مفرد ثبت کیلئے فاعل واقع ہے۔

(۷) حرف جر کے بعد بھی ان آتا ہے جیسے ذلك بان الله هو الحق

وان جاز التقديران

اگر جملہ میں دو حیثیتیں ہوں اس طرح کہ اس کو مفرد بنانا بھی درست ہو اور اس کو الگ جملہ بنانا بھی درست ہو تو اس صورت میں اِنَّ اور اَنَّ دونوں پڑھنا جائز ہے۔ مصنفؒ نے اس کی دو مثالیں دی ہیں پہلی مثال یہ ہے مـن یـکـرمـنی فاِنّی اکرمه اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں ان فاء جزائیہ کے بعد واقع ہو۔ اگر یہاں اِنَّ پڑھیں تو یہ جملہ مکمل ہوگا اور یہ جملہ جزائیہ ہو گا اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا من یکرمنی فاَنَا اکرمه اور اگر اَنَّ پڑھیں تو اس صورت میں اَنَّ کا مابعد مبتدا ہوگا اور خبر محذوف ہوگی یا اس کو خبر قرار دیں گے اور مبتدا محذوف ہوگی اور تقدیری عبارت یوں ہوگی۔ من یکرمنی فجزاء ہ انّی اکرمه

دوسری مثال شاعر کا شعر ہے: وکنت اری زیدا کما قیل سیدا

اذا انه عبد القفا و اللهازم

ترجمہ: میں زید کو ایسا ہی سردار سمجھتا تھا جیسے لوگ کہتے ہیں لیکن وہ تو گردن اور جبڑوں کا غلام ثابت ہوا یعنی سونے اور کھانے والا۔

اس شعر میں اگر انہ الخ کو پورا جملہ فرض کیا جائے تو اِنَّ پڑھا جائے گا اور اگر اَنَّ الخ کو مبتدا اور خبر محذوف مان لیں تو اَنَّ پڑھا جائے گا تقدیری عبارت یوں ہوگی اذا عبودیتہ للقفا وللھازم ثابت

فائدہ:۔ یہاں مثل سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں انّ اذا مفاجاتیہ کے بعد واقع ہو۔

شبهه

یعنی اذاانہ عبدالقفا الخ اور اس کے مثل میں اَنَّ اور اِنَّ دونوں جائز ہیں جیسے یہ مثال اول ما اقول اِنّی احمد الله

یہاں اگر ما کو موصولہ یا موصوفہ قرار دیں تو اِنَّ پڑھنا ہوگا اور اس صورت میں تقدیری عبارت اول مقولاتی انی احمد الله ہوگی اور اگر ما کو مصدریہ قرار دیں تو اَنَّ پڑھنا واجب ہوگا اور اس صورت میں تقدیری عبارت اول اقوالی ہوجائے گی۔

ولذلك جاز العطف على اسم المكسورة

چونکہ اِنَّ کلام کے معنی کو تغیر نہیں کرتا صرف تاکید پیدا کرتا ہے اور اس کا اسم محلاً مرفوع ہی ہوتا ہے برخلاف اَنَّ کے کہ وہ اپنے مدخول کو مفرد کے معنی میں کر دیتا ہے اسلئے اِنَّ کے اسم پر کسی اور اسم مرفوع کا عطف کرنا جائز ہے (چاہے اِنَّ لفظاً ہو یا حکماً، اِنَّ حکما سے مراد علم کے بعد واقع ہونے والا اَنَّ ہے جیسے علمت اَنَّ زیدا قائم یہ اگرچہ لفظاً مفتوح یعنی اَنَّ ہوتا ہے لیکن حکماً یہ مکسور یعنی اِنَّ ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علم دو مفعول چاہتا ہے اگر اس کو ہم اَنَّ کر دیں تو اَنَّ چونکہ اپنے مدخول کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے لہذا یہ پورا جملہ مفرد کے حکم میں ہوگا اور یہ علم کا مفعول اول تو بنے گا لیکن مفعول ثانی موجود نہیں ہوگا، لیکن جب اس کو اِنَّ قرار دیں تو چونکہ اِنَّ اپنے مدخول کے معنی کو متغیر نہیں کرتا لہذا یہ پورا جملہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہوگا اس لئے یہاں اَنَّ کو حکما اِنَّ کہتے ہیں) لیکن عطف کیلئے شرط یہ ہے کہ ان کی خبر اس اسم معطوف سے مقدم ہو،

چاہے حقیقتاً مقدم ہو یا حکماً

حقیقتاً کی مثال: **اِنَّ زیدا قائم وعمرو** اس مثال میں زیدا اِنَّ کا اسم ہے اور اس پر عمرو جو کہ مرفوع ہے کا عطف ہے اور قائم خبر ہے اور یہاں قائم خبر عمرو سے حقیقتاً مقدم ہے حکماً کی مثال: **ان زیدا وعمرو قائم** (بمعنی ان زیدا قائم وعمرو قائم) اس مثال میں قائم خبر ہے یہ اگرچہ عمرو سے مؤخر ہے لیکن حکماً عمرو سے مقدم ہے اسلئے کہ اگر یہ حکماً عمرو سے پہلے نہ ہو تو اس صورت میں یہ زید اور عمرو دونوں کی خبر ہوتی ہے پھر اسکو قائمان ہونا چاہے تھا لیکن یہاں قائم مفرد لائے جس سے معلوم ہو کہ یہ صرف زید کیلئے خبر واقع ہے نہ کہ زید اور عمرو دونوں کیلئے لہذا **ان زیدا وعمرو ذاھبان** کہنا ناجائز ہے اسلئے کہ اس مثال میں عمرو کا عطف کیا گیا ہے زید پر اور ذاھبان ان دونوں سے خبر واقع ہے اور یہ خبر حقیقتاً بھی اور حکماً بھی عمرو کے بعد واقع ہے لہذا شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے عطف جائز نہیں۔

خلافا للکوفین

کوفی حضرات کا مذکورہ عطف کی شرط میں اختلاف ہے ان کے نزدیک وہ اسم ان کی خبر سے پہلے ہو یا نہ ہو ہر حال میں اِنَّ کے اسم پر دوسرے اسم کا عطف کرنا جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اِنّ عامل ضعیف ہے یہ صرف اپنے اسم میں عمل کرتا ہے اور وہ اسم اِنّ کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے لیکن یہ خبر میں عمل نہیں کرتا بلکہ خبر مرفوع ہوتی ہے ابتدا کی وجہ سے جیسے اِنّ کے داخل ہونے سے پہلے ابتداء کی وجہ سے مرفوع تھی لہذا ان کے نزدیک **اِنَّ زیدا وعمروا ذاھبان** کی ترکیب درست ہے۔

ولااثر بکونه مبنیا

~~پھر~~ بصریین حضرات کا آپس میں اختلاف ہے امام مبردؒ اور امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اِنَّ کا اسم مبنی ہو تو جواز عطف کیلئے خبر کا مقدم ہونا شرط نہیں لہذا ان کے نزدیک **انك وزید ذاھبان** کی

ترکیب جائز ہے۔

جمہور نحاۃ فرماتے ہیں کہ ان کے اسم پر عطف کیلئے خبر کا مقدم ہونا ہر حال میں شرط ہے چاہے اسم مبنی ہو یا معرب، لہذا انکے نزدیک انك وزید ذاهبان کی ترکیب جائز نہیں۔

ولكن كذلك

جیسے اِنَّ کے اسم پر کسی اور اسم کا عطف کرنا جائز ہوتا ہے ایسے ہی لکن کے اسم پر بھی عطف کرنا جائز ہے جیسے جاء نی زید ولکن عمروا غائب وبکر اس مثال میں بکر کا عطف عمرو پر ہے جو کہ لکن کا اسم ہے۔

ولذلك دخلت اللام مع المكسوره

اِنَّ چونکہ کلام میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا صرف تاکید کیلئے آتا ہے اس لئے ان کے اسم اور خبر وغیرہ پر لام داخل ہوتا ہے برخلاف اَنَّ کے کہ وہاں لام داخل نہیں ہوتا اور وجہ یہ ہے کہ اِنَّ بھی جملہ کی تاکید کیلئے آتا ہے اور لام بھی لہذا دونوں میں مشابہت ہے جبکہ اَنَّ میں یہ بات نہیں بلکہ وہ جملے کو مفرد کے معنی میں کر دیتا ہے۔

یاد رکھنا کہ اِنَّ کے اسم پر لام داخل ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ اِنَّ اور اس کے اسم کے درمیان فصل ہو جیسے اِنَّ فی الدار لزیداً اور اگر اِنَّ کے اسم اور خبر کے درمیان خبر کے معمول کا فصل آجائے تو اس صورت میں لام اس معمول پر داخل ہوگا جیسے ان زیداً لطعامك آكل

ان کی خبر پر لام کو داخل کرنے کی مثال ان زیداً لقائم

وفى لكن ضعيف

لکن کے اسم اور خبر وغیرہ میں لام کا داخل کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ لکن اگر چہ جملہ کے معنی کو متغیر نہ کرنے میں اِنَّ کے مشابہ ہے لیکن تاکید میں مختلف ہے یعنی اِنَّ تاکید کیلئے آتا ہے لکن نہیں

وتخفف المكسورة فيلزمها اللام

اِنّ کو اگر مخفف بنایا جائے تو اس صورت میں اس کی خبر پر لام لانا ضروری ہے لیکن اس کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) خبر مثبت ہو منفی نہ ہو (۲) خبر ایسی ماضی ہو جس پر قد داخل ہو (۳) خبر جملہ شرطیہ نہ ہو

(۴) خبر ایسا جواب قسم نہ ہو جس پر لام داخل ہو جیسے ان زیدا لقائم

ویجوز الغاء ھا

اِن مخفف من المثقل کو عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہے عمل دینے کی مثال: ان کلا لما لیوفینھم اور عمل نہ دینے کی مثال ان کلُ ذلك لما متاع الحیوۃ الدنیا

ویجوز دخولها علی فعل من الافعال

اِنّ میں تخفیف کر کے جب اس کو اِنْ بنا دیا جائے تو اس کی مشابہت فعل کیساتھ ختم ہوگی اور جب اس کی مشابہت ختم ہوگی تو اب یہ افعال پر بھی داخل ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کن افعال پر داخل ہوگا اس میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے بصریین کے نزدیک ان مخفف من المثقل صرف ان افعال پر داخل ہوسکتا ہے جو افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں یعنی افعال ناقصہ اور افعال قلوب پر جیسے وان کانت لکبیرۃ الا علی الخاشعین، وان نظنك لمن الکاذبین اور کوفیوں کے نزدیک یہ تمام افعال پر داخل ہوسکتے ہیں ان کی دلیل یہ شعر ہے۔

تالله ربك ان قتلت لمسلما :: وجبت علیك عقوبة المتعمد

یہاں ان مخفف قتلت پر داخل ہے جو دواخل المبتدا میں سے نہیں

بصریین اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ شاذ ہے۔

وتخفف المفتوحة فتعمل فی ضمیر شان مقدر

اَنْ مخفف من المثقل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا بلکہ یہ لازمی طور پر ضمیر شان میں عمل کرتا ہے جیسے

اشهد ان لا الـه الا الـلـه اور ضمیر شان کے علاوہ میں عمل کرنا شاذ ہے البتہ ضرورت شعر میں استعمال ہوتا ہے جیسے شعر

فلو اَنَّك فی یوم الرخاء سئلتنی　　فراقك لم ابخل وانت صدیق

اس شعر میں اَنْ نے کاف ضمیر پر عمل کیا ہے۔

فتدخل علی الجمل مطلقا

ان مخفف من المثقل مطلقا جملے پر داخل ہوتا ہے، مطلقا کا مطلب ہے چاہے جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ پھر فعل چاہے دواخل المبتدا میں سے ہو یا نہ ہو

تفصیل: حقیقت میں اِنْ مخفف من المثقل کا عامل ہونا تو ثابت ہے لیکن اَنْ کا عامل ہونا ثابت نہیں حالانکہ اَنَّ کی مشابہت فعل کیساتھ زیادہ قوی ہے بنسبت اِنَّ کے تو اِنَّ جو کہ ادنی ہے اس کا عامل ہونا ثابت ہوا اور اَن جو کہ اعلی ہے اس کا عامل ہونا ثابت نہیں ہوا حالانکہ یہ صحیح نہیں تو ہم نے اس قباحت سے بچنے کیلئے یہ کہہ دیا کہ یہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرتا ہے۔

ویلزمها مع الفعل السین او سوف

ان مخفف من المثقل جب فعل پر داخل ہو تو اس فعل پر چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا داخل کرنا ضروری ہے اور وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ (١) سین (٢) سوف (٣) قد (٤) حرف نفی

سین کی مثال: علم ان سیکون

سوف کی مثال: شعر　واعلم فعلم المرء ینفعه :: اَنْ سوف یاتی کل ماقد ر

قد کی مثال: لیعلم اَنْ قد ابلغوا رسالات ربهم

اور یہ تینوں اسلئے لاتے ہیں تا کہ ان مصدریہ اور ان مخفف من المثقل میں فرق ہو جائے کیونکہ اَنْ مصدریہ کے بعد سین، سوف، اور قد نہیں آتے اور یہ اسلئے بھی تا کہ یہ حروف اَنّ کے نون محذوفہ کا عوض بن جائیں۔

حرف نفی کی مثال: اولا یرون ان لا یرجعُ الیهم اور یہ حرف نفی صرف نون محذوفہ کے عوض کیلئے ہے کیونکہ حرف نفی ان مخفف اور مصدر یہ دونوں کیساتھ جمع ہوتا ہے۔

ان چاروں کا اَنْ کے مدخول پر داخل کرنا اس وقت ضروری ہے جب وہ فعل افعال متصرفہ میں سے ہو ورنہ ان میں سے کسی کا داخل کرنا ضروری نہیں جیسے واَنْ لیس للا نسان الا ما سعی

سوال:۔ ان مخفف من المثقل اور ان مصدر یہ میں فرق کیسے کیا جائے گا؟

جواب:۔ (۱) اس کے بعد والا فعل اگر منصوب ہو تو یہ ان مصدر یہ ہو گا ورنہ ان مخفف من المثقل ہوگا۔

(۲) بعد والے فعل سے اگر استقبال مراد ہو تو مصدر یہ ہے ورنہ مخففہ

کان للتشبیه وتخفف فتلغی علی الا فصح

کان تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے کان زیدا اسد

امام خلیل کے نزدیک کاَنَّ ، اَنَّ اور کاف حرف تشبیہ سے مرکب ہے حرف تشبیہ کو مقدم کیا گیا ہے۔

جمہور کے نزدیک کاَنَّ مستقل حرف ہے کان کبھی مخفف ہوتا ہے اس صورت میں یہ فصیح لغت میں عمل نہیں کرتا جیسے شعر ونحرِ مشرقِ اللون :: کاَنْ ثدیاه حقان (نحر بمعنی صدر)

اس شعر میں اگر کاَنْ عمل کرتا تو ثدییه ہوتا لیکن یہاں ثدیاه ہے اس سے معلوم ہوا کہ کاَنْ مخفف نے عمل نہیں کیا۔

البتہ ایک غیر فصیح لغت یہ بھی ہے کہ یہ مخفف بھی عمل کرتا ہے۔

ولکن للاستدراك

لکن استدارک کیلئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وھم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے مثلاً کسی نے کہا جاء زید تو یہ وھم ہوا کہ شاید بکر بھی آیا ہو کیونکہ دونوں ہمیشہ ساتھ ہوتے ہیں تو فوراً کہا کہ لکن بکراً لم یجئی

اور یہ ایسے دو کلاموں کے درمیان واقع ہوتا ہے جو نفی اور اثبات میں ایک دوسرے کے مغایر ہوں

جیسے **جاء نی زید لکن عمرواً لم یجئنی**

پھر یہ مغایرت کبھی لفظاً ومعناً دونوں طرح ہوتی ہے اور کبھی صرف معنوی ہوتی ہے۔

مغایرت لفظی کی مثال: **جاء نی زید لکن عمروا ما جاء**

مغایرت معنوی کی مثال: **زید حاضر لکن عمروا غائب** یہاں دونوں کلام اگرچہ مثبت ہیں لیکن معنوی طور پر مغایر ہیں۔

وتخفف فتلغی

لکن جب مخفف ہو تو عمل نہیں کرتا اور یہی صحیح ہے جیسے **جاء نی زید ولکنْ عمرو غائب**

البتہ اخفش اور یونس کے نزدیک مخفف بھی عمل کرتا ہے۔

ویجوز معها الواو

لکن چاہے مخفف ہو یا مثقل اس سے پہلے واو لانا درست ہے یہ واو یا عاطفہ ہوگی یا اعتراضیہ جیسے

وما کفر سلیمان ولکنّ الشیاطین کفروا اور **ولکنْ کانوا انفسهم یظلمون،**

ولیت للتمنی

لیت تمنی کیلئے آتا ہے اور یہ ممکن ناممکن دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے **لیت زیدا قائم** اور **لیت الشباب یعود**

واجاز الفراء لیت زیدا قائما

امام فراء کے نزدیک لیت کے اسم اور خبر دونوں کا منصوب ہونا بھی جائز ہے کیونکہ لیت تمنی کیلئے آتا ہے اور **اتمنٰی** فعل کے معنی میں ہوتا ہے اور بعد والے دونوں اسم بھی اس کے مفعول ہوتے ہیں اور مفعول چونکہ منصوب ہوتا ہے اسلئے لیت کا اسم اور خبر دونوں منصوب ہونگے جیسے

لیت زیدا قائما ای اتمنی زیدا قائما

لعل للترجی

لعل ترجی یعنی کسی کے واقع ہونے کی توقع کیلئے آتا ہے چاہے وہ محبوب چیز ہو یا مکروہ جیسے **لعلکم تفلحون** اور **لعل الساعة قریب**

تمنی اور ترجی میں فرق:

(۱) تمنی محبوب چیز کی ہوتی ہے اور ترجی محبوب اور غیر محبوب دونوں کی

(۲) تمنی ممکن اور غیر ممکن دونوں کی ہوتی ہے اور ترجی صرف ممکن کی ہوتی ہے۔

وشذالجر بها

لعل کیساتھ جر دینا شاذ ہے یعنی لعل کو حروف جارہ میں سے شمار کرنا اور بعد والے اسم کو مجرور پڑھنا شاذ ہے البتہ لغت عقیلیہ میں یہ جر دیتا ہے ان کی دلیل سیرانی کا یہ شعر ہے۔

شعر

وداع دعانا من یجیب الی الندی　　فلم یستجبه عند ذاك مجیب

فقلت ادع اخری وارفع الصوت دعوة　　لعل ابی المغوار منك قریب

جواب: (۱) یہاں لعل نے عمل نہیں کیا بلکہ یہ اعراب حکائی ہے یعنی کسی اور جگہ ابی المغوار واقع ہوا تھا تو شاعر نے اس کو بعینہ نقل کر دیا۔

(۲) وہ اسی نام سے مشہور تھا لہذا رفع، نصب، جر تینوں صورتوں میں ابی المغوار ہی پڑھا جائیگا ایسا نہیں کہ لعل نے جر دیا ہو۔

الحروف العاطفه وهی الواو

حروف عاطفہ دس ہیں واو، فاء، ثم، حتی، اِمّا، او، ام، لا، بل، لکن

انمیں سے پہلے چار (واو، فاء، ثم اور حتی) جمع کیلئے آتے ہیں یہاں جمع کا مطلب یہ ہے کہ احد الشیئین کیلئے نہیں آتے ہیں جیسے او، اما وغیرہ آتے ہیں بلکہ یہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں کیلئے

فعل ثابت کرتے ہیں چاہے مع الترتیب ہو جیسے فاء میں یا بغیر الترتیب ہو جیسے واو میں۔ جیسے جاء زید و عمرو، تو یہاں زید اور عمرو دونوں کے لئے فعل (جاء) ثابت ہے۔

فالواو للجمع مطلقا لا ترتیب فیها

واو مطلقا جمع کیلئے آتا ہے معطوف اور معطوف علیہ کو ایک حکم میں جمع کرتا ہے اور اسمیں ترتیب کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے جاء نی زید و عمرو یہاں زید اور عمرو کو مجیت میں جمع کیا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ ان میں سے پہلے کون آیا اور بعد میں کون آیا۔

والفاء للترتیب

حروف عاطفہ میں سے دوسرا حرف فاء ہے یہ تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے اور یہ تین چیزوں کو بیان کرتا ہے۔

(۱) معطوف اور معطوف علیہ دونوں ایک حکم کے تحت داخل ہیں۔

(۲) یہ ترتیب کو بیان کرتا ہے یعنی معطوف علیہ حکم میں مقدم ہوتا ہے اور معطوف مؤخر۔

(۳) یہ اتصال کو بیان کرتا ہے یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں زمانہ کے اعتبار سے فصل نہیں ہوتا جیسے جاء نی زید فعمرو اس مثال میں حکم مجیت زید اور عمرو دونوں پر ہے اور مجیت میں زید مقدم ہے عمرو سے کہ پہلے زید آیا اور بعد میں عمرو آیا اور زید اور عمرو کی مجیت میں اتصال ہے انفصال نہیں یعنی زید کے فورا بعد عمرو آیا ہے۔

وثم مثلها

حروف عاطفہ میں سے ثم بھی ہے یہ فاء کی طرح جمع اور ترتیب کیلئے آتا ہے البتہ اس میں تراخی پائی جاتی ہے جیسے جاء نی زید ثم عمرو یعنی میرے پاس پہلے زید آیا اور اس کے بعد (یعنی تاخیر سے) عمرو آیا۔

وحتی مثلها

حتی ثم کی طرح تراخی کیلئے آتا ہے لیکن دونوں میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ ثم میں تراخی زیادہ ہوتی ہے حتی میں کم۔ خلاصہ یہ کہ حتی فاء اور ثم کے درمیان میں ہے فاء میں اتصال ہوتا ہے تراخی بالکل نہیں ہوتی ثم میں تراخی زیادہ ہوتی ہے اور حتی میں تراخی ہوتی ہے لیکن کم۔

ومعطوفها جزء

حتی کا مابعد معطوف علیہ کا جزء ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم حتی زید اور حتی کے ذریعے عطف اسلئے کیا جاتا ہے تاکہ قوت یا ضعف کو بیان کیا جائے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ (حاجی آئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی آئے) اسمیں ضعف بتانا مقصود ہے اور مات الناس حتی الانبیاء (لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے یہاں تک کہ انبیاء بھی، صلوۃ اللہ علیہم) اسمیں قوت بتانا مقصود ہے۔

ثم اور حتی میں فرق: (۱) حتی میں معطوف، معطوف علیہ کا جزء ہوتا ہے اور ثم میں معطوف معطوف علیہ کا جزء نہیں ہوتا۔

(۲) ثم میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان فاصلہ خارجی ہوتا ہے۔ اور حتی میں یہ فاصلہ ذہنی ہوتا ہے جیسے جاء نی زید ثم عمرو اس مثال میں خارج میں فصل ہے یعنی پہلے زید آیا اور پھر عمرو آیا اور مات الناس حتی الانبیاء میں فصل ذھنا ہے کیونکہ ایسا نہیں کہ پہلے سارے لوگ مرجائیں پھر انبیاء وفات پائیں بلکہ انبیاء میں سے سوائے حضرت عیسی علیہ السلام کے بقیہ تمام دنیا سے رخصت ہوگئے جبکہ لوگ اب تک موجود ہیں تو مات النا س حتی الانبیاء کے جملے کا مطلب یہ ہے کہ موت سب کیلئے ہے اگر کوئی زندہ رہتا تو انبیاء زندہ رہتے جب وہ زندہ نہیں رہے تو دوسرے کیسے رہیں گے۔

واو واِمّا وام لاحد الا مرين مبهما

حروف عاطفہ میں سے او، اما اور ام یہ تینوں احد الامرین کیلئے مبہم طور پر آتے ہیں یعنی دو میں سے کسی ایک کی تعین کیلئے آتے ہیں لیکن مبہم طور پر جیسے لبثنا یوما او بعض یوم

وام المتصله لازمة

ام کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) متصلہ (۲) منفصلہ یا منقطعہ (۳) زائدہ (۴) تعریفیہ

(۱) ام متصلہ اسے کہتے ہیں جو یہ بتلانے کیلئے آتا ہے کہ اس کا مابعد ماقبل سے مربوط اور ملا ہوا ہے گویا کہ کلام واحد ہے جیسے سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم

(۲) ام منفصلہ جو متصلہ کے برعکس ہو یعنی مابعد ماقبل سے مربوط نہ ہو جیسے الهم ارجل يمشون بها ام لهم ايد يبطشون بها

(۳) ام زائدہ: یعنی کلام میں اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا جیسے افلا تبصرون ام انا خير.

(۴) ام تعریفیہ جس طرح الف، لام تعریف کیلئے آتے ہیں اسی طرح ام بھی تعریف کیلئے آتا ہے جیسے امن امبر امصيام فى امسفر اى ا من البر الخ

ان میں سے پہلی قسم ام متصلہ کیساتھ ہمزہ استفہام کا اتصال ضروری ہے کہ جہاں ام ہوگا وہاں ہمزہ استفہام بھی ہوگا پھر ام کے بعد احد المستوبین ہوگا اور دوسرا مستوی ہمزہ استفہام کے بعد ہوگا یعنی دونوں مستوین میں سے ایک پر ہمزہ داخل ہوگا اور دوسرے پر ام جیسے ازيدا رأيت ام عمرا.

بعد ثبوت احدهما لطلب التعيين

یعنی متکلم کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو (مثلا) دیکھا ہے اور وہ مخاطب سے کسی ایک کی تعیین چاہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے جواب میں نعم یا لانہیں آئیگا بلکہ احد

الشیئین کی تعیین سے جواب دیا جائیگا مثلاً أزیدا رأیت ام عمروا کے جواب میں زیداً یا عمرواً کہا جائے گا نعم یا لا نہیں۔

ومن ثم لم یجز أرایت زیدا ام عمرا

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ ام متصلہ کیساتھ ہمزہ استفہام کا لانا ضروری ہے اور اس ہمزہ کا احد المستویین پر داخل ہونا بھی ضروری ہے لہذا یہ ترکیب جائز نہیں ہے أرایت زیدا ام عمراً کیونکہ یہاں دونوں مستویین میں سے ایک پر ام تو داخل ہے لیکن دوسرے مستوی پر ہمزہ داخل نہیں کیونکہ ہمزہ رأیت فعل پر داخل ہے زید پر نہیں اسلئے یہ ترکیب جائز نہیں ہے۔

البتہ امام سیبویہ کے نزدیک جائز ہے البتہ پہلی ترکیب افصح اور ابلغ ہے۔

ومن ثم کان جوابها بالتعیین دون نعم اولا

جب یہ بات ماقبل سے معلوم ہوگئی کہ ام احد الامرین کیلئے غیر متعین طور پر آتا ہے اور مخاطب سے متکلم تعیین چاہتا ہے اسلئے اس کے جواب میں نعم یا لا کہنا جائز نہیں کیونکہ ان سے تعیین نہیں ہوتی بلکہ اس کے جواب میں احد الامرین کو ذکر کیا جائیگا۔

والمنقطعة کبل والهمزة مثل انها لا بل ام شاة

ام کی دوسری قسم ام منقطعہ ہے اس کو ام منفصلہ بھی کہا جاتا ہے یہ بل اور ہمزہ استفہام کی طرح ہے یعنی جس طرح بل ماقبل سے اعراض کیلئے آتا ہے اور ہمزہ اپنے مابعد میں شک پیدا کرتا ہے اسی طرح ام منفصلہ بھی ماقبل سے اعراض کر کے مابعد میں شک پیدا کرتا ہے جیسے **انها لا بل ام شاة** یعنی دور کسی جانور کو دیکھ کر پہلے کہا **انها لا بل** (یہ اونٹ ہے) پھر کچھ قریب ہوا اور یقین ہوا کہ یہ اونٹ نہیں بلکہ بکری یا کوئی اور جانور ہے تو ام شاة کہہ دیا تو ام کی وجہ سے ماقبل ابل سے تو اعراض ہوا کہ اونٹ نہیں البتہ مابعد شاة میں شک پیدا ہوا کہ ہوسکتا ہے بکری ہو یا کوئی اور جانور۔

واما قبل المعطوف عليه لازمة مع ما جائزة مع او

حروف عاطفہ میں سے ایک اما بھی ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں۔

وجہ حصر: معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان اما ہوگا یا او، اگر اما ہو تو وہاں معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اما کا لانا واجب ہے اور اگر او ہو تو پھر معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اما کا لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں۔

پہلے کی مثال: جاء نی اما زید و اما عمرو

دوسرے کی مثال: جاء نی زیدا و عمرو، جاء نی اما زید او عمرو

ولا وبل ولكن لا حد هما معينا ولكن لازمة للنفي

حروف عاطفہ میں سے لا، بل اور لکن یہ تینوں احد الامرین کیلئے معین طور پر آتے ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کی تعیین کیلئے آتے ہیں نہ کہ ابہام کیلئے البتہ ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ لا معطوف علیہ کیلئے جو حکم ثابت کرتا ہے اس کو معطوف سے نفی کیلئے آتا ہے جیسے: جاء نی زید لا عمرو یہاں مجئی (آنے) کا حکم زید کیلئے ثابت ہے اور عمرو سے نفی اور بل اگر کلام مثبت میں ہو تو معطوف کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے جاء نی زید بل عمرو یہاں مجئی کا حکم عمرو کیلئے ثابت ہے اور زید مسکوت عنہ کے درجہ میں ہے گویا زید پر کلام ہوا ہی نہیں نہ نفیا نہ ثبوتا اور اگر کلام منفی میں ہو تو اس میں اختلاف ہے جمہور فرماتے ہیں معطوف میں حکم کو ثابت کرتا ہے اور مبرد کہتے ہیں کہ معطوف میں نفی کو ثابت کرتا ہے پس ما جاء نی زید بل عمرو کے معنی جمہور کے نزدیک بل جاء نی عمرو اور مبرد کے نزدیک بل ما جاء نی عمرو ہوگا۔

حروف تنبیه

حروف کی ایک قسم حروف تنبیہ ہے اور یہ تین حروف ہیں الا، اما، ها یہ تینوں حروف جملے کے

شروع میں آتے ہیں تا کہ سامع متکلم کے کلام کو سننے میں غفلت نہ کرے جیسے **الا ،اما ،ھا زید قائم .**

البتہ ان میں سے ھا مفردات یعنی اسمائے اشارات پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے **ھــذا ،ھـــذہ، ھولاء**

حروف النداء

حروف کی ایک قسم حروف ندا بھی ہے اور یہ پانچ حروف ہیں (۱) یا (۲) ایا (۳) ھیا (۴) ای (۵) ھمزہ مفتوحہ

یہ حروف طلب اقبال کیلئے آتے ہیں اور ادعو فعل کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

ان میں سے یا عام ہے جو قریب اور بعید دونوں کیلئے آتی ہیں ای متوسط کیلئے آتا ہے اور ھمزہ قریب کیلئے آتا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے ای کو قریب کیلئے کیوں شمار کیا جبکہ یہ متوسط کیلئے آتا ہے؟

جواب: یہاں قریب، بعید کے مقابلے میں ہے اور اس کی ضد ہے یعنی بعید نہ ہو چاہے وہ قریب ہو یا متوسط۔

حروف الایجاب

حروف کی ایک قسم حروف ایجاب بھی ہے اور یہ چھ حروف ہیں

(۱) نعم (۲) بلی (۳) اَجَل (۴) اِی (۵) جَیرِ (۶) اِنّ

ان حروف کو حروف ایجاب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سابقہ مضمون کی تاکید اور ثبوت کیلئے آتے ہیں

فنعم مقررة لما سبقها

حروف ایجاب میں سے پہلا نعم ہے یہ ماقبل مضمون کو ثابت کرتا ہے چاہے ماقبل استفہام ہو یا خبر نفی ہو یا اثبات جیسے **اقام زید** کے جواب میں **نعم** کہا جاتا ہے تو اس کا معنی ہوگا **نعم قام زید**

اور الم یقم زید کے جواب میں نعم کہا جائے تو معنیٰ ہوگا نعم لم یقم زید ۔

وبلی مختصة بایجاب النفی

بلی یہ نفی کے جواب کیساتھ مختص ہے یعنی یہ ماقبل نفی کو مثبت بنانے کیلئے آتا ہے جیسے قرآن مجید میں الست بربکم کے جواب میں بلی آیا ہے ای بلی انت ربنا تو یہاں بلی نے جملہ سابقہ کی نفی کو مثبت بنادیا۔

وای للاثبات بعد الاستفهام ویلزمها القسم

حروف ایجاب میں سے ایک اِیْ بھی ہے یہ استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اس کے علاوہ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ قسم لازم ہے اور قسم سے مراد لفظ قسم نہیں بلکہ واللہ وغیرہ ہے جیسے کوئی کہے أقام زید تو اس کے جواب میں ای واللہ کہا جاتا ہے۔

واجل وجیر وان تصدیق للمخبر

اجل، جیر اور اِنّ یہ تینوں مخبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں یعنی خبر کی تصدیق کرتے ہیں جیسے کوئی کہے قد اتاك زید تو اس کے جواب میں اجل، جیر اور ان کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی استفہام کے بعد بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن بہت کم اس لئے مصنف ؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا جیسے یہ شعر

لیت شعری هل للمحب شفاء　　من جوی حبهن ام اللقاء

حروف الزیادة ان وان

حروف کی ایک قسم حروف زیادۃ ہے اور زیادۃ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو کلام سے الگ کر دیا جائے تو اس سے کلام کے مقصودی معنی میں فرق نہ آئے یہ معنی نہیں کہ ان کا فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ان کے ذکر کرنے سے لفظی اور معنوی فائدہ حاصل ہوتا ہے معنوی فائدہ جیسے کلام میں تاکید پیدا کرنا جیسے من استغراقیہ اور لیس کی خبر میں داخل ہونے والی باء جیسے ما من احد یجئنی اور لیس زید بقائم اور لفظی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کلام مزین ہوجاتا ہے ایسے ہی وزن شعری برقرار رکھنے

کیلئے اور شعر کی سجع برقرار رکھنے کیلئے آتا ہے۔

فائدہ: ان حروف کو زائدہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کبھی کبھی زائد بھی ہوتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ ہمیشہ زائد ہوتے ہیں۔

اور یہ کل سات حروف ہیں۔

(١)اِن (٢)اَن (٣)ما (٤)لا (٥)من (٦)با (٧)لام

فان تزاد مع ما النافية وقلت مع المصدريه

یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو بیان فرما رہے ہیں جہاں جہاں یہ حروف زائد ہوتے ہیں ان میں سے پہلا حرف اِنْ ہے یہ تین مقامات پر زائد ہوتا ہے۔

(۱) ما نافیہ کے بعد اکثر یہ زائد ہوتا ہے اور نفی کی تاکید کیلئے آتا ہے جیسے مذکورہ شعر میں

ما اِنْ مدحت محمد ا بمقالتی ولکن مدحت مقالتی بمحمد

اس شعر کے پہلے مصرعہ کے شروع میں ما نافیہ ہے اور اس کے بعد اِنْ زائد ہے۔

ترجمہ: میں نے اپنے مقالے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے مقالے کی تعریف کی ہے۔

(۲) ما مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسے **اجلس ماان جلس زید**

اس کی تقدیری عبارت **اجلس زمان جلوس زید** ہے

(۳) لمّا کے بعد بھی زائد ہوتا ہے اور یہ بھی بہت کم ہوتا ہے جیسے **لما ان قام زید قمت**

واَنْ مع لما وبين لو والقسم وقلت مع الكاف

حروف زیادۃ میں سے دوسرا حرف اَنْ ہے یہ بھی تین مقامات پر زائد ہوتا ہے۔

(۱) لمّا کیساتھ ان اکثر زائد ہوتا ہے جیسے **فلما ان جاء البشير**

(۲) قسم اور لو کے درمیان جبکہ قسم مقدم ہو تو وہاں بھی ان زائد ہوتا ہے جیسے **واللـه اَنْ لو قام**

زید قمت

(۳) کاف کے بعد بھی اَنْ زائدہ ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسے مذکورہ شعر میں۔

ویوما توا فینا بوجہ مقسم کاَنْ ظبیۃٍ تعطو الی ناضر السَّلَم

اس شعر میں دوسرے مصرعہ کے شروع میں کان میں جو ان ہے یہ زائد ہے۔

وما مع اذا

حروف زیادۃ میں سے تیسرا حرف ما ہے یہ تین طرح کے مقامات میں زائد ہوتا ہے

(۱) اذا ،متی ،ای ،این اور اِنْ کے بعد زائد ہوتا ہے جبکہ یہ حروف شرط کیلئے ہوں جیسے **اذا ما تخرج اخرج بمعنی اذا تخرج اخرج** اور **متی ما تذھب اذھب، ایا ما تدعو فلہ الاسماء الحسنی، اینما تجلس اجلس، اِما ترِینّ من البشر احدا ای ان ما ترین**

(۲) بعض حروف جر کے بعد بھی ما زائد ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں

(ا) باء کے بعد جیسے **فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم**

(ب) من کے بعد جیسے **مما خطیٰاتھم اغرقوا**

(ج) عن کے بعد جیسے **عما قلیل**

(د) کاف کے بعد جیسے **زید صدیقی کما ان عمرا اخی**

(۳) مضاف کے بعد بھی ما زائد ہوتا ہے لیکن بہت کم جیسے **ایما الا جلین قضیت یعنی ایّ الاجلین قضیت**

ولا مع الواو بعد النفی

حروف زیادۃ میں سے ایک لا بھی ہے اور یہ تین مقامات پر زائد ہوتا ہے

(۱) واو عاطفہ اگر نفی کے بعد واقع ہو تو اس واو کے بعد لا زائد ہوتا ہے چاہے نفی لفظا ہو یا معنا۔

لفظا نفی کی مثال: **ما جاء نی زید ولا عمر**

معنی نفی کی مثال:غیر المغضوب علیهم ولا الضالین

(۲)ان مصدریہ کے بعد لا زائد ہوتا ہے جیسے ما منعك ان لا تسجد اذامر تك

(۳)قسم سے پہلے بھی لا زائد ہوتا ہے لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے جیسے لا اقسم بهذا البلد

اور مضاف کے بعد لا کا زائدہ ہونا شاذ ہے جیسے اس شعر میں

فی بیر لا حورٍ سریٰ وما شعر بافکه حتی اذا الصبح حشر

ومن والباء واللا م تقدم ذکرها

یہ تینوں حروف جارہ ہیں اور یہ کبھی زائد بھی ہوتے ہیں لیکن یہ صرف معنا زائد ہوتے ہیں اور لفظا عمل کرتے ہیں جیسے ما جاء نی من احدٍ، کفی باللهِ اور ردف لکم

باقی تفصیل حروف جارہ کی بحث میں گزر گئی ہے

حرفا التفسیر

حروف کی ایک قسم حروف تفسیر بھی ہے یہ دو حروف ہیں

(۱)ای (۲)ان

ای مفرد اور جملہ دونوں کی تفسیر کیلئے آتا ہے

مفرد کی مثال: جاء نی اخوك ای زید

جملہ کی مثال: زید قطع رزقه ای مات

اور اَنْ خاص ہے معنی قول کیساتھ یعنی ایسے لفظ کیساتھ خاص ہے جو صریح قول نہ ہو لیکن قول کے معنی میں ہو۔لہذا اَنْ نہ صریح قول کے بعد آتا ہے اور نہ اس لفظ کے بعد جو قول کے معنی میں نہ ہو جیسے نادینه اَنْ یا ابراهیم ای نادیناه بلفظ هو قولنا یا ابراهیم اور اذ اوحینا الی امك ما یوحی اَنْ اقذفیه فی التابوت

حروف المصدر

حروف کی ایک قسم حروف مصدر ہے یہ تین حروف ہیں

(۱)ما (۲)اَنْ (۳)اَنّ

ما اور اَنْ یہ حروف فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں جیسے **وضاقت علیھم الارض بما رحبت ای بر حبھا اورعجبت ان خرجت**

فائدہ: ما کا فعل کیساتھ خاص ہونا سیبویہ کا مذہب ہے دوسرے نحوی حضرات کے نزدیک یہ جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے اگر چہ اسکا وقوع قلیل ہے جیسے **بقوافی الدنیا ماالدنیا باقیة ای مدة بقاء الدنیا** اَنّ جملہ اسمیہ کیلئے خاص ہے جملہ فعلیہ پر داخل نہیں ہوتا ہے جیسے **اعجبنی انك قائم ای اعجبنی قیامك** ہاں جب یہ مخفف ہوتو پھر فعل پر بھی داخل ہوتا ہے(تفصیل حروف مشبہ بالفعل میں گزری ہے)

حروف تحضیض

حروف تحضیض بھی حروف کی ایک قسم ہیں یہ چار حروف ہیں

(۱)الا (۲)ھلا (۳)لولا (٤)لوما

یہ حروف ماضی پر داخل ہوں تو فعل کے نہ کرنے پر ندامت اور توبیخ کیلئے آتے ہیں جیسے **ھلا قرأت القرآن** اور مضارع پر داخل ہوں تو تحضیض اور ابھارنے کیلئے آتے ہیں جیسے **ھلا تتوب قبل الموت**

یہ چاروں صدارت کلام کا تقاضہ کرتے ہیں تا کہ کلام کے شروع میں ہی یہ بات معلوم ہو کہ کلام کا تعلق کس نوع سے ہے۔

ویلزمھا الفعل لفظا او تقدیراً

ان حروف کو فعل لازم ہے یعنی یہ لازما فعل پر داخل ہوتے ہیں چاہے فعل لفظوں میں

موجود ہو یا تقدیرا۔

لفظا کی مثال: هلا تضرب زیداً

تقدیرا فعل کی مثال: هلا زیدا ضربته ای هلا ضربت زیدا ضربته

حروف التوقع قد وهی فی المضارع للتقلیل

توقع کیلئے صرف ایک حرف یعنی قد آتا ہے یہ ماضی پر بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی۔

قد چاہے ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر تحقیق کے معنی اس میں موجود رہتے ہیں پھر اگر ماضی میں داخل ہو تو تحقیق کیساتھ ساتھ تقریب اور توقع کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔

یہ تینوں معنی کبھی اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں جیسے قد قامت الصلوۃ اس میں تحقیق، توقع اور تقریب تینوں پائے جاتے ہیں اور کبھی صرف تحقیق اور تقریب کے معنی ہوتے ہیں اس میں توقع کے معنی نہیں ہوتے جیسے قد رکب زید کہنا (جبکہ سامع کو زید کے رکوب کی توقع نہ ہو)

اور اگر مضارع پر داخل ہوں تو کبھی تحقیق کیساتھ تقلیل کے معنی بھی موجود ہوتے ہیں جیسے ان الکذوب قد یصدق

اور کبھی مضارع میں صرف تحقیق کا معنی پایا جاتا ہے جیسے قد نری تقلب وجهك فی السماء

فائدہ:۔ قد ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس فعل کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ متصرف ہو، مثبت ہو عوامل ناصبہ اور جازمہ اور حرف تنفیس (سین اور سوف) سے خالی ہو، البتہ کبھی اس کا فعل محذوف بھی ہوتا ہے جیسے شعر افد الترحل غیر ان رکابنا لما تزل برحالنا وکان قد ای وکان قد زالت

حرفا الاستفهام

حروف کی ایک قسم حروف استفہام ہے یہ دو حروف ہیں۔

(۱)ہمزہ (۲)ھل

ان دونوں میں اصل ہمزہ ہے یہ دونوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں جیسے **ھل زید قائم ،ھل قام زید ،أزید قائم ،أقام زید**

لیکن ھل اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جس کی خبر فعل نہ ہو اس وجہ سے ھل زید قام کہنا درست نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ھل قد کے معنی میں بھی آتا ہے اور قد کے بعد فعل لازم ہے لہذا اگر ھل کی خبر فعل آجائے تو اس صورت میں ھل اسم کو چھوڑ کر فعل پر داخل ہوگا۔ ھل کا قد کے معنی میں ہونے کی مثال جیسے **ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا ای قد اتیٰ**

والھمزة اعم تصرفا تقول أزیدا ضربت

ہمزہ تصرف کے اعتبار سے اعم ہے یعنی ہمزہ کا استعمال زیادہ ہوتا ہے کئی مواقع ایسے ہیں کہ جہاں ہمزہ کا لانا درست ہے لیکن ھل کا لانا جائز نہیں جیسے ① **أزیدا ضربت** کہنا جائز ہے **ھل زیدا ضربت** کہنا جائز نہیں یعنی فعل کی موجودگی میں ہمزہ کو اسم پر داخل کرنا جائز ہے جبکہ ھل کو اس صورت میں اسم پر داخل کرنا جائز نہیں۔

② استفہام انکاری کیلئے بھی ہمزہ استعمال ہوتا ہے ھل کا استعمال جائز نہیں لھذا **أتضرب زیدا وھو اخوك** کہنا جائز ہے لیکن **ھل تضرب زیدا وھو اخوك** کہنا جائز نہیں۔

③ ام متصلہ کیساتھ ہمزہ استفہام ہوتا ہے ھل نہیں ہوتا لھذا **ازید عندك ام عمرو** کہنا جائز ہے **ھل زید عندك ام عمرو** کہنا جائز نہیں۔

④ حروف عاطفہ میں سے ثم، فاء اور واو پر ہمزہ استفہام داخل کرنا جائز ہے لیکن ھل کو داخل کرنا جائز نہیں جیسے ثم کی مثال: **أثم اذا ما وقع** فاء کی مثال: **أفمن کان مؤمنا** واو کی مثال: **أومن کان میتا**

حروف الشرط

حروف شرط بھی حروف کی ایک قسم ہے اور یہ تین حروف ہیں۔

(۱)اِنْ (۲) لو (۳)اَمّا

یہ تینوں صدارت کلام چاہتے ہیں۔

فان للاستقبال وان دخل علی الماضی

ان استقبال کیلئے آتا ہے یعنی فعل مضارع پر یا ماضی پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے ان تضرب اضرب ان ضربتنی اضربك دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی اگر تو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا۔

ولو عکسه

اور لو اس کے برعکس ہے یعنی صرف ماضی کیلئے آتا ہے اگر چہ مستقبل پر داخل ہو جیسے لو ضربت ضربت، لو تضرب اضرب دونوں کا معنی ہے کہ اگر تو مجھے مارتا تو میں تجھے مارتا۔

اور کبھی کبھی لو اِنْ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ولَا مة مؤمنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم

وتلزمان الفعل لفظا او تقدیرا

اِنْ اور لو دونوں کو فعل لازم ہے چاہے لفظا ہو یا تقدیراً لفظا کی مثال گزر چکی ہے اور تقدیراً فعل کی مثال وان احد من الشرکین استجارك ای ان استجارك

لو کی مثال: ولو انتم تملکون ای لو تملکون

ومن ثم قیل لو انّك

اور اس وجہ سے کہ لو فعل کیساتھ خاص ہے تو لو کے بعد اَنّ آئے گا اِنّ نہیں اور یہ اسلئے کہ لو جب فعل پر داخل ہوتا ہے اور فعل فاعل کا تقاضہ کرتا ہے تو اَنّ اپنے مدخول کو ماقبل کیلئے فاعل بناتا ہے

اِنَّ نہیں اسلئے لو کے بعد اَنَّ آئے گا اور اِنَّ کے مدخول کا ماقبل کلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسلئے لو کے بعد اِنّ نہیں آسکتا۔

وانطلقت بالفعل موضع

خبر میں افراد اصل ہے لیکن لو کے بعد جو ان ہے اس کی خبر اگر مشتق ہو تو اس کو فعل کیساتھ تبدیل کرتے ہیں تاکہ یہ خبر مطابق ہو جائے اس فعل محذوف کے جس کے عوض میں یہ خبر واقع ہے جیسے لو انّك انطلقت اصل میں یہ لو ثبت انك منطلق تھا، لو کے بعد فعل کو حذف کر دیا تو لو انك منطلق ہوا پھر اس فعل کو حذف کرنے کے بدلے منطلق جو کہ اسم ہے اس کو فعل سے بدل دیا تو لو انك انطلقت ہو گیا۔

فان كان جامدا جاز لتعذره

اگر لو کے بعد انّ کی خبر اسم جامد ہو تو اس کو چونکہ فعل میں تبدیل نہیں کر سکتے اس لئے لو کے بعد ان کی خبر اسم جامد ہی رہے گی جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام اس مثال میں انّ کی خبر اقلام اسم جامد ہے اور اس سے چونکہ فعل مشتق نہیں ہوتا ہے لہذا عذر کی وجہ سے اَنَّ کی خبر اسم جامد لائے ہیں۔

واذا تقدم القسم اول الكلام على الشرط

فائدہ: قسم جواب قسم کا تقاضہ کرتی ہے اور شرط جزا کا، جزا مجزوم ہوتی ہے اور جواب قسم غیر مجزوم۔ اگر کسی جملے میں شرط اور قسم دونوں جمع ہوں اور بعد میں ایک جملہ ہو تو اس جملہ کو جواب قسم قرار دیں یا جزاء؟ (کیونکہ بیک وقت اس کو جزاء اور جواب قسم دونوں نہیں قرار دے سکتے ورنہ ایک ہی جملے کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا لازم آئے گا جو درست نہیں) اسمیں ضابطہ یہ ہے کہ اگر قسم مقدم ہو تو اس جملے کو لفظا جواب قسم قرار دیں گے (اگرچہ معنا یہ جزاء بھی ہو گی) اور فعل قسم کو ماضی لانا ضروری ہو گا تاکہ فعل قسم اور جواب قسم دونوں اس اعتبار سے مطابق ہو جائیں کہ اس پر عمل

اِنَّ نہیں اسلئے لو کے بعد اَنَّ آئے گا اور اِنَّ کے مدخول کا ماقبل کلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسلئے لو کے بعد اِنَّ نہیں آسکتا۔

وانطلقت بالفعل موضع

خبر میں افراد اصل ہے لیکن لو کے بعد جو ان ہے اس کی خبر اگر مشتق ہو تو اس کو فعل کیساتھ تبدیل کرتے ہیں تا کہ یہ خبر مطابق ہو جائے اس فعل محذوف کے جس کے عوض میں یہ خبر واقع ہے جیسے لو انك انطلقت اصل میں یہ لو ثبت انك منطلق تھا، لو کے بعد فعل کو حذف کر دیا تو لو انك منطلق ہوا پھر اس فعل کو حذف کرنے کے بدلے منطلق جو کہ اسم ہے اس کو فعل سے بدل دیا تو لو انك انطلقت ہو گیا۔

فان كان جامدا جاز لتعذره

اگر لو کے بعد انّ کی خبر اسم جامد ہو تو اس کو چونکہ فعل میں تبدیل نہیں کر سکتے اس لئے لو کے بعد ان کی خبر اسم جامد ہی رہے گی جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام اس مثال میں انّ کی خبر اقلام اسم جامد ہے اور اس سے چونکہ فعل مشتق نہیں ہوتا ہے لہذا عذر کی وجہ سے اَنَّ کی خبر اسم جامد لائے ہیں۔

واذا تقدم القسم اول الكلام على الشرط

فائدہ: قسم جواب قسم کا تقاضہ کرتی ہے اور شرط جزا کا، جزا مجزوم ہوتی ہے اور جواب قسم غیر مجزوم۔ اگر کسی جملے میں شرط اور قسم دونوں جمع ہوں اور بعد میں ایک جملہ ہو تو اس جملہ کو جواب قسم قرار دیں یا جزاء؟ (کیونکہ بیک وقت اس کو جزاء اور جواب قسم دونوں نہیں قرار دے سکتے ورنہ ایک ہی جملے کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا لازم آئے گا جو درست نہیں) اسمیں ضابطہ یہ ہے کہ اگر قسم مقدم ہو تو اس جملے کو لفظا جواب قسم قرار دیں گے (اگر چہ معنا یہ جزاء بھی ہوگی) اور فعل قسم کو ماضی لانا ضروری ہوگا تا کہ فعل قسم اور جواب قسم دونوں اس اعتبار سے مطابق ہو جائیں کہ اس پر عمل

ظاہر نہیں ہوگا کیونکہ ماضی مبنی ہونے کی وجہ سے حروف شرط کے داخل ہونے کے بعد بھی کچھ فرق نہیں ہوتا پھر ماضی عام ہے چاہے لفظا ومعنا ماضی ہو یا صرف معنی جیسے

لفظا کی مثال: **واللہ ان اتیتنی لا کرمتك**

معنا کی مثال: **واللہ ان لم تاتنی لا کرمتك**

وان توسط یتقدم الشرط وغیرہ جاز

اگر قسم درمیان کلام میں ہو تو پھر اختیار ہے چاہے بعد والے جملہ کو جواب قسم بنائیں یا جزاء بنائیں اور قسم کو درمیان میں لانے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) شرط کو مقدم کر دیا جائے جیسے **ان آتیتنی واللہ لآتیتك** اس مثال میں قسم کا اعتبار کیا ہے اس لئے فعل شرط کو ماضی لایا ہے اور **لا تیتك** بھی مجزوم نہیں۔

(۲) غیر شرط کو قسم سے مقدم کیا جائے جیسے **انا واللہ ان تاتنی اتك** اس مثال میں شرط کا اعتبار کیا ہے اس لئے فعل شرط بھی مضارع ہے اور جزاء **اتك** مجزوم بھی ہے۔

وتقدیرا لقسم کا للفظ

اگر شرط سے پہلے قسم لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ مقدر ہو تو تب بھی وہی حکم ہوگا جو حکم قسم کے لفظوں میں موجود ہونے کا ہے جیسے **لئن اخرجوا لا یخرجون معھم**

اس مثال میں لام قسمیہ اور ان شرطیہ جمع ہیں اور قسم مقدم ہے اسلئے آنے والے جملے لا یخرجون کو جواب قسم بنایا ہے جزاء نہیں۔ اسلئے کہ اگر یہ جزاء ہوتی تو لا یخرجون مجزوم ہوتا تقدیری عبارت اس طرح ہے **واللہ لئن اخرجوا**

دوسری مثال: **وان اطعتموھم انکم لمشرکون** اس کی تقدیری عبارت **واللہ ان اطعتموھم انکم لمشرکون** ہے یہاں بھی قسم کا اعتبار کیا ہے لہذا فعل شرط کو ماضی لایا ہے اور انکم مشرکون جواب قسم ہے جزاء نہیں اسلئے کہ اگر یہ جزاء ہوتی تو اسکے شروع میں فاء آنا چاہیے

تھا کیونکہ جملہ اسمیہ جب جزاء واقع ہوتو اس کے شروع میں فاء لانا واجب ہوتا ہے۔

وأمّا للتفصيل

حروف شرط میں سے تیسرا حرف اما ہے یہ اجمال کی تفصیل کیلئے آتا ہے اسی لئے اس اما کا تکرار واجب ہے جیسے لقيت اخوتك اما بكر فاكرمني واما زيد فضربني .

اور کبھی صرف ایک قسم پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کو چھوڑ دیا جاتا ہے جبکہ مذکور غیر مذکور کی ضد ہو اور اس کی ضد صرف ایک ہی ہو جیسے واما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه تو اس کی ضد یہ ہے کہ واما الذين ليس في قلوبهم زيغ فيتبعون المحكمات کبھی اما استیناف کیلئے بھی آتا ہے جیسے کتاب کے شروع میں جو خطبہ کے اندر ہوتا ہے وہ اما استینافیہ ہوتا ہے۔

والتزم حذف فعلها وعوض

اما کا فعل یعنی شرط ہمیشہ محذوف ہوتی ہے اور اس کے عوض میں اما اور اس کی فاء کے درمیان کلام کے ایک اور جز کو لاکر اسکے قائم مقام بنادیتے ہیں چاہے وہ جز عمدہ یعنی مبتدا ہو یا فضلہ یعنی ظرف ہو جیسے مبتدا کی مثال: اما زيد فمنطلق اور ظرف کی مثال: اما يوم الجمعة فزيد منطلق

وقيل هو معمول المحذوف مطلقا مثل

ام اور اس کے فاء کے درمیان والا جز کس کا معمول ہوگا اس میں نحاۃ کا آپس میں اختلاف ہے

(۱) سیبوے کے نزدیک ہر حال میں جزا ہوتا ہے اور شرط کے عوض میں ہوتا ہے چاہے اسم کو مقدم کرنا جائز ہو یا نہ ہو۔

(۲) مبرد کے نزدیک یہ ہمیشہ شرط محذوف کا معمول ہوتا ہے۔

(۳) امام مازنی فرماتے ہیں فاء کے بعد والے اسم کو فاء سے مقدم کر سکتے ہیں یا نہیں اگر مقدم نہ کر سکتے ہوں تو امام مبرد کی طرح شرط محذوف کا معمول ہوگا اور اگر مقدم کر سکتے ہوں تو سیبوے

کی طرح جزاء ہوگا

مثال: اما یوم الجمعة فزید منطلق

اس مثال میں یوم الجمعۃ اما کے بعد ہے اب کس کا معمول ہے؟ تو امام مبرد کے نزدیک شرط محذوف کا معمول ہے تو تقدیری عبارت یوں ہے مھما یکن من شی یوم الجمعة فزید منطلق تو مھما یکن نے یوم الجمعۃ میں عمل کیا ہے اور سیبوے کے نزدیک یہ جزا ہے اور اسکی تقدیری عبارت یہ ہے مھما یکن من شی فزید منطلق یوم الجمعة

سوال:۔ وہ کون سا مقام ہے جہاں اما کے بعد والے اسم کو فاء سے مقدم نہ کر سکتے ہوں؟

جواب:۔ فاء کے بعد اگر اِنّ وغیرہ ہو تو فاء کے بعد والے کو فاء سے مقدم نہیں کر سکتے جیسے اما یوم الجمعة فاِنّ زیدا منطلق اسمیں اِنّ کے بعد والے کو فاء سے مقدم نہیں کر سکتے تو امام مبرد کے قول کے مطابق بھی یہ شرط محذوف کا معمول ہوگا۔

حرف الردع كلا وقد جاء بمعنى حقا

حروف ردع یہ صرف ایک حرف کلا ہے یہ ڈانٹ وغیرہ کیلئے آتا ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ فلان یغضبك تو اسکے جواب میں کلا کہا جائے یعنی لیس الامر كذلك، کلا کبھی سوال کے جواب میں رد کیلئے آتا ہے جیسے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کے جواب میں اللہ تعالی نے کلا فرمایا ہے۔ کلا کبھی حقا کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی یہ تحقیق جملہ کیلئے بھی آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی اس مثال میں کلا تحقیق کیلئے ہے اور حقا کے معنی میں ہے

تاء تانيث الساكنة تلحق الماضی

تائے تانیث ساکنہ یہ بھی حرف کی ایک قسم ہے

مصنفؒ نے ساکنہ کہہ کر ضربتَ یعنی تاء متحرکہ کو خارج کر دیا اور یہ تائے ساکنہ فعل ماضی کیساتھ ملحق ہوتی ہے اور یہ بتانے کیلئے آتی ہے کہ میرا مسند الیہ مؤنث ہے۔

فان كان ظاهر غير حقيقى

اگر فاعل اسم ظاہر غیر حقیقی ہوتو فعل کو مذکر ومؤنث لانے میں اختیار ہوتا ہے جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس باقی تفصیل ماقبل میں گزرچکی ہے۔

اما الحاق علامت التثنية والجمعية فضعيف

یعنی فاعل اسم ظاہر ہوتو علامت تانیث کی طرح تثنیہ وجمع کی ضمیر لانا ضعیف ہے جیسے ضربا الرجلان ،ضربوا الرجال ،ضربن النساء

سوال:۔ مصنفؒ نے ضعیف کیوں کہا ممتنع کیوں نہیں کہا جبکہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر اور تعدد فاعل کی خرابی لازم آتی ہے؟

جواب:۔ یہ ضمیر نہیں بلکہ حروف ہیں، تائے تانیث کی طرح صرف فاعل کی حالت پر دلالت کرنے کیلئے لائے گئے ہیں لہٰذا نہ اضمار قبل الذکر لازم آیا اور نہ ہی تعدد فاعل۔اسلئے مصنفؒ نے ضعیف کہا ممتنع نہیں کہا۔

التنوين نون ساكنة تتبع

حرف کی ایک قسم تنوین ہے اور تنوین وہ نون ساکنہ ہے جو کلمہ کے آخری حرکت کے تابع ہوتی ہے اور فعل کی تاکید نہیں کرتی۔

تبع حرکۃ کی قید سے من،لدن،لم یکن خارج ہوگئے اسلئے کہ یہ تابع نہیں۔

تنوین فعل کی تاکید کیلئے نہیں آتی اس قید سے نون تاکید خفیفہ خارج ہوگیا کیونکہ یہ نون فعل کی تاکید کیلئے آتا ہے۔

وهو للتمكن والتنكير والعوض والمقابله والترنم

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔تمکن،تنکیر،عوض،مقابلہ اور ترنم۔

(۱) تنوین تمکن

تنوین تمکن یہ بتانے کیلئے آتی ہے کہ میرا مدخول متمکن ہے غیر متمکن نہیں جیسے زیدٌ

(۲) تنوین تنکیر

یہ وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسکا مدخول غیر معین ہے جیسے صہٍ اگر اس پر تنوین پڑھیں تو اسکا معنی اسکت سکوتا ما فی وقت ما ہے اور اگر اسپر تنوین نہ پڑھیں تو پھر اسکا معنی اسکت السکوت الآن ہوگا یعنی اب یہ معرفہ ہوگا۔

(۳) تنوین عوض:

تنوین عوض وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے جیسے یومئذٍ، اسمیں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اصل میں یوم اذ کان کذا تھا۔

(۴) تنوین مقابلہ

تنوین مقابلہ یہ جمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے اس کو مقابلہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آتی ہے جیسے مسلماتٍ

(۵) تنوین ترنم

یہ تنوین تحسین کلام کیلئے اشعار اور مصرعوں کے آخر میں آتی ہے جیسے شعر

اقل اللوم العاذلَ والعتابن :: وقولی ان اصبت لقد اصابن

اس شعر کے آخر میں تنوین ترنم ہے یہ اصل میں عتاب اور اصاب تھے لیکن ترنم کی وجہ سے آخر میں تنوین لے آئے۔

ویحذف من العلم موصوفا بابن مضافا الی علم آخر

اگر کوئی اسم ایسا ہو کہ اسکی صفت ابن ہو اور وہ ابن مضاف ہو ایک اور اسم کی طرف تو ابن سے پہلے والے اسم سے تنوین کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زید بن حارث اور یہ تنوین کثرت استعمال کیوجہ سے حذف کردی جاتی ہے۔

فائدہ: ابن اپنے ماقبل کیلئے صفت اور مابعد کیلئے مضاف ہوتا ہے جیسے مذکورہ مثال میں ہے۔

نون التاكيد خفيفة ساكنة ومشددة مفتوحة

نون تاکید کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)نون تاکید خفیفہ (۲)نون تاکید ثقلیہ

نون خفیفہ ساکن ہوتا ہے اسلئے کہ یہ مبنی ہے اور مبنی میں سکون اصل ہے اور نون تاکید ثقیلہ کی دو حالتیں ہیں اسکے ساتھ تثنیہ یا جمع مؤنث کا الف ہوگا یا نہیں اگر الف ہو تو نون تاکید ثقیلہ مکسور ہوگا ورنہ مفتوح ہوگا جیسے اضربانِ ،اضربنانِ اور اضربَنَّ ،اضربِنَّ ،اضربُنَّ

تختص بالفعل المستقبل فى الامر والنهى

نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ اس مستقبل کیساتھ خاص ہیں جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض یا قسم کے ضمن میں پایا جاتا ہے ماضی یا حال پر داخل نہیں ہوتا۔

امر کی مثال: اضربنْ، اضربَنَّ

نہی کی مثال: لا تضربنَّ، لا تضربنْ

تمنی کی مثال: ليتك تضربنَّ، ليتك تضربنْ

عرض کی مثال: الا تنزلنّ بنا فتصب خيرا

قسم کی مثال: والله لا فعلنّ كذا، والله لا فعلنْ كذا

سوال: نون تاکید ماضی اور حال میں کیوں نہیں آتا؟

جواب: اسلئے کہ نون تاکید شئ مطلوب کی تاکید کیلئے آتا ہے جبکہ ماضی اور حال میں طلب نہیں ہوتی اور مذکورہ امور (یعنی امر، نہی وغیرہ) میں طلب ہوتی ہے اسلئے ان پر داخل ہوتا ہے

وقلت فی النفی

نفی کیساتھ نون تاکید بہت کم استعمال ہوتا ہے اسلئے کہ اصل قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ نون تاکید نفی میں نہ آئے کیونکہ نون تاکید طلب کی تاکید کیلئے آتا ہے جبکہ نفی میں طلب کے معنی نہیں ہوتے لیکن چونکہ نفی کی مشابہت ہے نہی کیساتھ تو اس مشابہت کیوجہ سے نفی میں نون تاکید لانا جائز تو ہے لیکن بہت کم استعمال ہوتا ہے جیسے زید ما یقومنَّ

ولزمت فی مثبت القسم

اگر جواب قسم مثبت ہو تو اسمیں نون تاکید کا لانا واجب ہے جیسے تاللہ لا کیدنَّ اصنامکم

وکثرت فی مثل اما تفعلن

حرف شرط کیساتھ جب ما زائدہ آجائے تو وہاں نون تاکید بہت استعمال ہوتا ہے لیکن واجب نہیں جیسے اما ترینَّ من البشر احدا

وما قبلها مع ضمیر المذکرین مضموم

نون تاکید سے پہلے والا حرف جمع مذکر کے صیغوں میں مضموم ہوگا جیسے اضربُنَّ اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں مکسور جیسے اضربِنَّ اور ان کے علاوہ وہ تمام صیغے جن کے آخر میں الف تثنیہ و جمع نہ ہو مفتوح ہوگا جیسے اضربَنَّ۔

تنبیہ:۔ یہ اور اس کے بعد والی بحث علم صرف سے متعلق ہے، اس کی تفصیل وہاں دیکھی جائے

وتقول فی التثنیة

تثنیہ اور جمع مؤنث میں چونکہ نون تاکید سے پہلے الف ہوتا ہے لہذا اس الف کو برقرار رکھا جائے گا جیسے اضربانِّ، اضربنانِّ

ولا تدخلها الخفیفة خلافا لیونس

جمہور نحاۃ کے نزدیک تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون تاکید خفیفہ نہیں آتا اسلئے کہ وہاں اجتماع

ساکنین علی غیر حدہ لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں البتہ امام یونس کے نزدیک ان صیغوں میں بھی نون تاکید خفیفہ آتا ہے کیونکہ وہ التقائے ساکنین علی غیر حدہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

وهما فی غیر هما مع

ھما ضمیر کا مرجع نون ثقیلہ وخفیفہ ہے اور غیر ھما میں ھما ضمیر کا مرجع تثنیہ اور جمع مؤنث ہے

مصنفؒ فعل صحیح کے آخر میں نون تاکید کے احکام سے فارغ ہوکر اب معتل کے احکام بیان فرما رہے ہیں تثنیہ مذکر ومؤنث اور جمع مؤنث کے احکام میں فعل صحیح اور معتل میں فرق نہیں اسلئے مصنفؒ نے ان کو چھوڑ دیا ہے

بقیہ صیغوں کی دو قسمیں ہیں

(۱) وہ جن کے آخر میں ضمیر بارز موجود ہے جیسے جمع مذکر

(۲) دوسرے وہ جن میں ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے واحد مذکر مخاطب

(۱) تو جن صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے ان میں نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے یعنی نون تاکید سے ماقبل کے حذف اور اظہار کرنے میں نون تاکید کلمہ منفصل کی طرح ہے یعنی اگر ان صیغوں کو کسی اور کلمے کیساتھ ملادیتے تو اسکا آخری حرف اگر محذوف ہوتا تھا تو نون تاکید کے ملانے کے بعد بھی وہ حرف محذوف ہی رہے گا اور اگر دوسرے کلمے کیساتھ ملانے سے وہ حرف ظاھر ہوتا ہو تو نون تاکید کیساتھ ملانے سے بھی وہ حرف ظاہر ہوگا جیسے اغزوا ،ارموا کہ ان کو اگر کسی دوسرے کلمے کیساتھ ملاتے ہیں تو آخری حرف یعنی واو گر جاتا ہے جیسے اغزوالکفار، ارموالغرض، اسی طرح ان کے آخر میں نون تاکید لاحق ہونے سے بھی یہ حروف حذف ہوں گے جیسے اعزُنّ، ارمُنّ۔ اخشوا کو جس طرح کسی اور کلمہ کیساتھ ملانے سے واو ظاہر ہوتی ہے اسی طرح نون تاکید کے ساتھ بھی ظاہر ہوگا جیسے اخشوُا الرجل اور اخشوُنّ

(۲) اور جن صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے ان میں نون تاکید کلمہ متصلہ کی طرح ہے۔ کلمہ متصلہ سے

مراد یہاں الف تثنیہ ہے یعنی جس طرح الف تثنیہ سے پہلے معتل کا لام کلمہ محذوف نہیں ہوتا اور وہ مفتوح ہوتا ہے اسی طرح نون تاکید سے پہلے بھی حذف شدہ حرف کو واپس لائینگے اور وہ مفتوح ہوگا جیسے واحد مذکر مخاطب کا صیغہ اغز تھا جب اسکے آخر میں نون تاکید لگایا تو اغزوَنّ بن گیا یعنی واو واپس آ گیا اور مفتوح ہوگیا یہ ایسا ہے جیسے اگر اغز سے تثنیہ بناتے تو اغزوا بن جاتا اور اسی طرح ارمین، اخشین وغیرہ

ومن ثم قيل هل ترينّ

اور اس وجہ سے کہ ضمیر بارز کیساتھ نون تاکید ایسا ہے جیسے کلمہ منفصلہ اور ضمیر مستتر کے ساتھ ایسا ہے جیسے کلمہ متصلہ (جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا) اسلئے ترَینّ یاء کے فتحہ کیساتھ پڑھیں گے جیسے تثنیہ میں یا مفتوح ہوتی ہے جیسے ترَیان

ترُون یہ جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اسمیں چونکہ ضمیر بارز ہے اسلئے نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اسلئے اس کے واؤ کو ضمہ دیں گے جیسے اگر یہ کسی اور کلمہ کے ساتھ مل جاتا تو واو مضموم ہوتا جیسے لم تروُا القوم یہاں واو مضموم پڑھا جاتا ہے۔

ترِین یہ واحد مؤنثہ مخاطب کا صیغہ ہے اسمیں ضمیر بارز ہے نون تاکید کے متصل ہونے کی وجہ سے حذف شدہ یا کو واپس لائے ہیں جیسے لم ترِی الناس میں

اغزون یہ واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے ضمیر مستتر ہونے کی وجہ سے واو کو واپس لاکر فتحہ دیا ہے۔

اغزن یہ جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے ضمیر بارز ہونے کی وجہ سے واو کو واپس نہیں لائے جیسے اغزوا القوم میں واو نہیں پڑھا جاتا۔

اغزِنّ یہ واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کا صیغہ ہے اسمیں یاء حذف ہوتی ہے جیسے اگر یہ کسی اور کلمہ سے متصل ہوتا تو یا محذوف ہوتی جیسے اغزِی القوم

والمخفة تحذف للساكنين

التقائے ساکنین کی وجہ سے نون خفیفہ کو گرا دیتے ہیں شعر

لا تھین الفقیر علّك ان　　　تركع یوما والدھر قد رفعه

ترجمہ: ہرگز کسی فقیر کی توہین نہیں کر اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ زمانہ کسی دن تجھے جھکا دے اور اسے بلند کرے۔

یہ اصل میں لا تھینن الفقیر تھا ہمزہ درمیان کلام واقع ہونے کی وجہ سے گر گیا اب الفقیر کا لام بھی ساکن اور نون خفیفہ بھی ساکن التقائے ساکنین کی وجہ سے نون خفیفہ کو گرا دیا تو لا تھین ہو گیا۔

وفی الوقف فیرد ما حذف

وقف کی حالت میں نون خفیفہ گر جاتا ہے لہذا نون خفیفہ کے الحاق کی وجہ سے جس حرف کو گرا دیا جاتا ہے اس حذف شدہ حرف کو وقف کی حالت میں واپس لانا واجب ہے جیسے اغزُوا (صیغہ جمع مذکر مخاطب) کے آخر میں نون خفیفہ کی وجہ سے اغزُنْ ہو گیا تھا وقف کی حالت میں نون کو حذف کرکے دوبارہ اغزُوا پڑھنا واجب ہے۔

والمفتوح ما قبلها تقلب الفا فقط

نون تاکید سے پہلے اگر فتحہ ہو تو اس کو وقف کی صورت میں الف سے تبدیل کرکے پڑھتے ہیں جیسے اضربن سے اضربا

یہ اسلئے کہ نون تاکید خفیفہ تنوین کے مشابہ ہوتی ہے اور تنوین کو وقف کی صورت میں الف سے تبدیل کرتے ہیں لہذا مشابہت کی وجہ سے نون خفیفہ کو بھی وقف کی صورت میں الف سے تبدیل کریں گے جیسے ابداً کو وقف کی حالت میں ابدا پڑھا جاتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العٰلمين، وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى اله واصحابه وازواجه واهل بيته اجمعين.

اللهم اغفرلي والوالدى ولاساتذتى ولجميع المؤلفين الذين استفدت من كتبهم ولجميع اقربائى ولجميع المسلمين والمسلمات.

برحمتك يا ارحم الراحمين.

اللهم اغفر للكاتب ووالده ولمن سعى ونظر فيه